بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (اُنکے) دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورۃ محمد آیت ۲۴ القرآن الحکیم

تفسیر عزیزی

پارہ (۵) والمحصنٰت

محمد لقیط خان

www.toobaaelibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ (۵) وَالْمُحْصَنٰتُ

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

ادارہ نشریاتِ ولی

927/18 سمن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

فون 6360656 موبائل 0320-5041953

طبع اوّل ......اپریل ۲۰۰۶ء

تعداد ......ایک ہزار

سرورق ......رشید شاہد

باھتمام ......سلمان نشیط، عدنان لطیف

کمپوزنگ...... محمد جاوید اقبال ثاقب

مطبع ......عابد پریس کراچی

ھدیہ ......۱۵۰/ایک سو پچاس روپے صرف

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۴۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱-۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۵-۲۶۲۹۷۲۰
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۴۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۴۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵-۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۳۱۶۱
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶
- ☆ کتاب گھر اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۵۲۹۲۹-۵۵۳۹۳۸۰
- ☆ ماسٹر فوٹو اسٹیٹ ڈی ایچ اے phase.4 کراچی فون: ۵۸۹۸۰۲۰

فہرستِ مضامین

سُورَۃ النسآء پارہ (۵) والمحصنٰت

بحمداللہ

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں، مگر کافر کی عورتیں جو تمہاری مِلک میں آجائیں (یعنی کنیز اور جنگ میں اسیر عورتیں تو اور بات ہے) اللہ کی کتاب کے یہ احکام تم پر فرض کردیئے گئے اور ان عورتوں کے سواء تم کو دوسری عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے مہر میں مال کی ادائیگی کر کے، عورتوں سے نکاح کرسکتے ہو، پاک دامن بنتے ہوئے عِفّت قائم رکھنے کے ارادے سے ربشرطیکہ حصارِ نکاح میں اُن کو محفوظ کرو، صرف شہوت زنی رمستی نکالنے کی کوئی اجازت نہیں، پھر جن عورتوں سے تم نے لُطف اُٹھایا ہے اُن کا مُقررہ مہر ادا کردو، جو فرض ہے۔ مُہر مقرر کرنے کے بعد باہم رضامندی سے کم یا زیادہ کرو تو کوئی حرج رگُناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حِکمت والا ہے۔ (۲۴)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾

تم میں سے جو شخص آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی پوری طاقت ر استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر جو تمہارے دائرے ر قبضہ میں ایمان والی کنیزیں ہوں، اُن سے نکاح کرلو، اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا حال خوب جانتا ہے، تم سب باہم ایک ہی تو ہو اُن کے سرپرستوں کی اجازت رمنشا سے اُن سے نکاح کرلو، دستور کے مطابق بھلے طریقے سے اِن کو مہر دے دو بشرطیکہ وہ پاک دامن بن جائیں نہ کُھلی بدکار ہوں اور پُوشیدہ رخفی آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں، جب وہ حصارِ نکاح میں آجانے کے بعد ارتکاب بدکاری کریں تو آزاد عورتوں کی جو سزا ہے اس کا نصف اِن پر ہوگی، تم میں سے کنیز کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت اس کو ہے جس کو گُناہ کر بیٹھنے کا اَندیشہ ہو، اور تمہارا ضبط کرنا ر صبر کرنا ہی بہتر ہے اللہ تعالیٰ تو بخشش والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۲۵)

الفاظ ومعانی آیت ۲۴و۲۵

﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ اور شوہروں والی عورتیں بھی حرام کی گئیں جب تک کوئی عورت کسی شخص کے نکاح میں ہو، دوسرا شخص اس سے نکاح نہیں کرسکتا، مُحصنات کے چار مطلب ہیں (۱) شادی شدہ عورت، (۲) آزاد عورتیں، (۳) پاک دامن عورتیں، (۴) مسلمان عورتیں۔ ﴿ مُحْصَنٰتُ ﴾ بیاہی رشادی شُدہ عورتیں قواعد کے مطابق اِسم ہے۔ یہاں

کھانے سے منع فرمایا۔ (بحوالہ امام ترمذیؒ باب ماجاء فی نکاح المتعہ)

قاضی عیاضؒ سے منقول ہے کہ غزوۂ خیبر سے پہلے متعہ حلال تھا پھر غزوۂ خیبر میں حرام کر دیا گیا اس کے بعد فتح مکہ کے دن حلال کر دیا گیا لیکن تین یوم بعد ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ (بحوالہ روح المعانی)

﴿ اُجُوْرَ ﴾ مہر، قواعد کے مطابق اِسم ہے دام، اجر۔ ﴿ يَسْتَطِعْ ﴾ استطاعت ہو۔ ﴿ طَوْلًا ﴾ قدرت اور غنا کو کہتے ہیں۔ ﴿ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ ﴾ طول کا مفہوم السعۃ والغنیٰ۔ (بحوالہ قرطبی) ﴿ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت اور استطاعت نہ ہو یا اسباب میسر نہ ہوں تو نکاح مؤمن باندیوں سے کر سکتا ہے، اس سے اس بات کا پتہ ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے، آزاد عورت سے نکاح کرنا افضل ہے کنیز/باندی سے نکاح نہ کرے، اگر کنیز سے نکاح کی صورت حال پیدا ہو جائے تو بہتر عمل یہ ہے کہ مؤمنہ کنیز تلاش کی جائے۔

حضرت ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتے ہوئے کتابیہ یا کنیز سے نکاح کر لینا مکروہ ہے، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ کی آراء کے مطابق، آزاد عورت سے استطاعت/قدرت کے باوجود کنیز سے نکاح کرنا حرام ہے، اس کا مطلب واضح طور پر یہ ہوا کہ کنیز کے نکاح سے بچنا آزاد مرد کے لئے بہر نوع بہتر ہے۔

﴿ فَتَيٰتِ ﴾ کنیز/لونڈیاں، باندی۔ ﴿ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾ مؤمن کنیز/باندی سے نکاح کرو اس صورت میں وہ پاک دامن ہو، وہ علانیہ زنا کرنے والی اور پوشیدہ طریقہ کار سے آشنا رکھنے والیاں نہ ہوں۔ ﴿ مُسٰفِحٰتٍ ﴾ بدکاری/فحاشی کرنے والی۔ ﴿ مُتَّخِذٰتِ ﴾ مُتَّخِذُ، اختیار کرنے والا۔ اِتِّخَاذ سے اِسم فاعل واحد مذکر۔ ﴿ مُتَّخِذٰتِ ﴾ مُتَّخِذَۃ واحد، اختیار کرنے والیاں، قواعد کے مطابق اِسم فاعل جمع مؤنث، (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ اَخْدَانٍ ﴾ درپردہ آشنا/مخفی دوست، پوشیدہ یار، اسم ہے اس کا واحد خِدْنٌ ہے، خدن اس کو کہا جاتا ہے جس کے پوشیدہ بُرے مراسم/تعلقات ہوں، اِس آیتِ کریمہ میں کھلے انداز میں، اور چوری چھپے زنا، دونوں سے منع کیا گیا ہے (بحوالہ ضیاء القرآن) ﴿ خَشِيَ ﴾ اندیشہ، خوف اسم ہے۔ ﴿ عَنَتَ ﴾ گناہ/بدکاری اِسم ہے۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ

گویا جب کنیزیں نکاح میں آگئیں اور اُن کی پاک دامنی کا احساس اور بندوبست ہو گیا تو اب زنا کا اِرتکاب کریں تو اُن کو اس سے سخت سزا ملے گی جو آزاد عورتوں کے لئے متعین ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۴ و ۲۵

آیت ۲۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ وہ عورتیں تم پر قطعی حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں، البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، جو لڑائی میں گرفتار ہوئیں اور اُن کے کافر شوہر دَارالحرب میں قیام پذیر ہوں وہ حرام نہیں، کیونکہ دَارالحرب سے دارالاسلام میں آنے کے بعد اُن کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے، جو عورت کسی طرح کسی کی تحویل میں آجائے تو اس کے بعد بھی اس وقت تک مُباشرت/مُراجعت نہیں کی جا سکتی، جب تک اسے ایک مرتبہ ایامِ

مخصوص رحیض نہ آجائے، اور یہ بات بھی اطمینان کر لینا چاہیے کہ وہ حاملہ تو نہیں ہے، اِس سے قبل مباشرت جائز نہیں، اگر وہ حاملہ ہو تو وَضع حمل سے قبل بھی مُباشرت ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قانون وہ ہیں جس میں کسی مؤمن کو بھی سرتابی کرنے کی اجازت نہیں، سب آزاد عورتوں سے نکاح حلال ہے حقِ مہر کی ادائیگی کی ساتھ، عورت کی عِفت، عَصمت اور حفاظت کے لئے اور اُن کو شادی کے بندھن میں دائمی طور پر قبضے میں لانا، مقصود ہو، ایسا نہ ہو کہ صرف شہوت زنی کی غرض ہو، البتہ یہ ضرور ہے کہ رضامندی کے بعد مہر میں کمی بیشی کا مکمل اختیار ہے، اسلام سے قبل جاہلیت کی ایک رسم تھی کہ عرب میں تجارتی سفر کی غرض سے کہیں ٹھہرتے تو وہاں اُجرت رمُعاوضہ ادا کر کے نکاح کر لیتے، اسلام نے اس نکاح کو باطل قرار دیا۔ کہ اگر نکاح کے بعد رخصتی کی نوبت نہ آئے اور مرد کو مباشرت کا موقع نہ ملے تو مہر نصف ہو گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہو جائے تو پورا مہر ادا کرنا واجب ہے۔

آیت ۲۵ میں اظہار کیا جارہا ہے کہ جب کسی میں نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو، معاشی، مالی اور اقتصادی حالت بہتر نہ ہو، اور خاندانی عورت سے نکاح پر مہر کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو، اور صبر کرنے میں بھی تامل ہو، اور اس بات کا خوف لاحق ہو کہ کہیں حرام کام سرزد نہ ہو جائے، تو کسی کنیز رباندی سے اس کے مالک کی اجازت سے مہر کی رقم مُقرّر کر کے نکاح کیا جائے، یہ اسلام کی تعلیمات کا فیض ہے کہ حرام کاری کی ممانعت کر دی، اور جنگ میں اُسیر عورتوں کی اُن کے آقا کی رضا اور اجازت سے ایمان والی ہو تو اس کی اجازت دے دی تا کہ بدکاری اور فحاشی کا چلن عام نہ ہو جائے جب کنیز نکاح میں آئیں اگر وہ پھر زنا کر بیٹھیں تو اُن کو اس سزا سے نصف سزا ملے گی جو آزاد عورتوں کے لئے مُقرر ہے۔

آیت ۲۴ اور ۲۵ کے اہم نکتہ پر ایک مطالعاتی نظر:

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسرے لوگوں کے حصار نکاح میں ہوں، البتہ ایسی عورتیں اس سے مُستثنیٰ قرار پائیں جو لڑائی میں تمہارے ہاتھ آئیں یہ رعایت اُن قیدی عورتوں کے بارے میں ہے جو اسلامی مَعرکہ رغزوات میں گرفتار ہو کر آتی تھیں، حالانکہ وہ دَارالحرب اور دَارالکفر میں دوسروں کی مَنکوحہ تھیں، ایسی صورت میں اُن کا نکاح ٹوٹ جاتا تھا اس تبدیلی کی بناء پر ان کا شمار مُحصنات میں نہیں ہو گا اب اگر وہ اسلام قبول کر لیتی ہیں تو اُن کے ساتھ نکاح جائز ہو گا یا جس شخص کے حصّے میں وہ آ گئیں اُس کے لئے اُن سے مباشرت جائز ہے کیونکہ وہ ان کی مملوکہ ہیں اِس صورتِ حال کے پیش نظر چاہئے کہ وہ مُشرف بہ اسلام ہوئی ہوں یا نہیں اُن سے مباشرت جائز تصوّر کی جائے گی یہ بات ذہن نشیں رہے کہ اسلامی نظام زندگی میں حرام قرار دینے اور حرام کے اختیارات کُل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ان اختیارات کا کوئی اور مجاز نہیں یہ حق تعالیٰ کا حُکم ہے وہ انسانوں کے لئے اُن کے نظام حیات کے بارے میں قانون سازی کرے'' کتٰب اللّٰـہ علیکم یہ رَبّ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم قرار دے دی گئی ہے'' یہ رَبّ کا میثاق اور عہد ہے جو تمہارے اور اس کے مابین پختہ طور پر طے ہوا ہے۔ اسلام اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ نکاح آزاد عورتوں کے ساتھ کیا جائے بشرطیکہ اس سے نکاح کرنے کی اِستطاعت ہو، اسلام نے مردوں اور مومنہ عورتوں کے درمیان مباشرت کا ایک ہی طریقہ جائز بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عورت کے لئے ایک مرد مخصوص کیا جائے، عورت کے لئے مہر مقرر کیا گیا۔ اسلام آزاد عورتوں اور غلام عورتوں رکنیز کے مابین فرق نہیں کرتا، جس سے جُداجُدا افرقے تصوّر کئے جائیں اس لئے ارشادِ ربّی ہوا'' اُن کے سر پرستوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرو، پھر اس کے بعد مہر کا حق دار مالکوں کو نہیں قرار دیتا ہے بلکہ مہر صرف عورت کا حق ہے اسلام نے عورت کو یہ اعزاز عطا کیا کہ وہ عام طور پر جسم فروشی نہ کریں بلکہ معروف طریقہ سے عقد میں آ کر جنسی تعلقات قائم کریں۔ ✿✿

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، کہ تمہارے لئے اپنے احکامات واضح طور پر بیان کردے، اور تم کو ان نیک لوگوں کے صحیح راستے پر گامزن کرے، جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور اپنی رحمت سے تم پر رجوع فرمائے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۲۶)

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت/توجہ فرماتا ہے مگر جو لوگ اپنی خواہشاتِ نفس کی اِتباع کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔ (۲۷)

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے سارے بوجھ ہلکے کر ڈالے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (۲۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طور پر مت کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت/کاروبار ہو باہمی رضامندی سے اور اپنی جانیں قتل مت کرو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ تم پر یقیناً نہایت مہربان ہے۔ (۲۹)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اور جو شخص بھی ظلم اور سرکشی سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اُس کو آگ میں داخل کردیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ کو آسان ہے۔ (۳۰)

الفاظ ومعانی آیت ۲۶ تا ۳۰

﴿ تَمِيْلُوْنَ ﴾ یہ مَیْلٌ سے ہے تم ہٹتے ہو، قواعد کے مطابق فعل مضارع مَالَ يَمِيْلُ۔ ﴿ يُخَفِّفَ ﴾ بوجھ ہلکا کرے۔ ﴿ خُلِقَ ﴾ پیدا کیا گیا۔ ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف اور ہلکے احکامات کا ارادہ فرماتا ہے، تمہاری مشکلات کو دور کرنے کے لئے نکاح کے متعلق ایسے نرم احکامات صادر کردیئے جس پر سب عمل کرسکیں، اگر آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو کنیز سے نکاح کی اجازت ہے، مہر کے بارے میں، باہمی رضامندی سے طرفین کو طے کرنے کا اختیار بھی دے دیا گیا اور حسبِ ضرورت ایک سے زیادہ عورت سے نکاح کی اجازت دے دی گئی، شرط یہ ہے کہ عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، انصاف اور مساوات کو برقرار رکھا جائے۔ ﴿ سُنَنَ ﴾ اس کا واحد سُنَّةٌ، طریقہ، راستہ/طرزِ عمل۔ ﴿ تَمِيْلُوْا ﴾ تم جھک جاؤ۔ ﴿ تَمِيْلُوْنَ ﴾ یہ مَیْلٌ سے ہے فعل ہے تم جھکتے ہو، مضارع ہے قواعد کے مطابق۔ مَالَ يَمِيْلُ ﴿ اَنْ تَمِيْلُوْا ﴾ گویا ہٹ جاؤ۔

﴿ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴾ اور انسان تخلیقی طور پر کمزور پیدا ہوا ہے، اور اس کے اندر شہوانی مادّہ پایا ہے اگر کُلّی طور پر عورتوں سے دُور رہنے کا حکم صادر ہوتا، تو فرمانبرداری اور اطاعت کی صفت سے عاجز رہتا، چنانچہ عجز اور ضُعف کے باعث

عورتوں سے پھر نکاح کرنے کی اجازت ہی نہیں، بلکہ ترغیب بھی دی گئی ہے اور نکاح کرنے کے بعد باہم ایک دوسرے کو نفس اور نظر کی پاکیزگی کے فائدے بھی ملتے ہیں، اور اُن سے طرفین کو باہمی طور پر تقویت بھی ملتی ہے

﴿ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ اور نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے، ﴿ لَا تَاْكُلُوْٓا ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم ہے مت کھاؤ۔ کوئی شخص دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھائے، اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ کوئی شخص اپنا مال ایسے کاموں میں صرف نہ کرے جو شرعاً گناہ اور اصراف بے جا میں شامل ہیں، وہ بھی اس آیت کے مطابق ناجائز اور منع ہے۔ (بحوالہ تفسیر بحرِ محیط ،ابوحیانؒ)

﴿ بِالْبَاطِلِ ﴾ میں، دھوکہ دہی، جعل سازی، ملاوٹ اور فریب کے علاوہ وہ تمام کاروباری سرگرمیاں شامل ہیں جس کو شریعت نے منع کیا ہے، جیسے سُود رِبا اور قمار ایسی تمام حرام چیزوں کا کاروبار کرنا بھی باطل میں شامل ہے، مثال کے طور پر بلاضرورت تصویر کشی اور تصویر سازی اور فحش کلامی سب ناجائز ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور جمہور صحابہؓ کے نزدیک وہ تمام اُمور شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں، جس میں رَہزنی رچوری، خیانت، رِشوت، سُود، جُوا، سَٹہ اور تمام معاملات فاسدہ داخل ہیں؟ بحوالہ بحرِمحیط قرآنِ حکیم نے بِالْبَاطِلِ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مفہوم سیدھے اَنداز میں یہ ہے کہ تمام ناجائز طریقوں سے حاصل کردہ مال کو حرام قرار دے دیا گیا۔

﴿ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری باہمی رضا مندی سے، اس کا مطلب یہ ہوا دوسروں کا وہ مال حرام نہیں، جو تجارت کے ذریعہ باہمی، رضا مندی سے حاصل کیا جائے، اس آیت کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کا مال ناحق طور پر کھانا حرام ہے، لیکن بیع رتجارتی لین دین، ملازمت اور اُجرت کا معاملہ ہوجائے اور باہمی رضامندی کے ساتھ تو اس طریق سے دوسرے کے مال کا حصول اور اس میں مالکانہ تصرّفات کرنا جائز ہے۔

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی حلال اور پاک ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَ كُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ"

یعنی انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور سچی بیع۔ (رواہ احمد والحاکم بحوالہ مظہری والترغیب والترہیب)

آپ جانتے ہیں ایک کا مال، دوسرے کے مال سے تبادلہ کرنے کو تجارت کہا جاتا ہے اگر ایک فریق کے پاس مال ہو، اور اس کے بالمقابل دوسرے فریق کے پاس مال ہی نہ ہو تو اس کو تجارت نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اس کو فریب کا نام دیا جائے گا، سُود رِبا معاملات کی بھی یہی کیفیت ہے سُود کی رقم اُدھار رقرض کی میعاد رمُدّت کا معاوضہ ہوجاتا ہے، بلکہ اسی طرح وعدے کے سُودے جن میں مال ابھی تک وجود کے دائرہ کار میں نہیں، اور اس کا سودا کرلیا گیا تو ایک جانب مال اور دوسری جانب صرف ''وعدہ'' اس اعتبار سے اس کو تجارت نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ تو ایک نوعیّت سے فریب ہے، اس لئے اہلِ فقہاء نے اس کو بیع باطل قرار دیا ہے۔

﴿ عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ﴾ اس لئے شرط یہ ہے کہ خرید وفروخت ریلین دین حلال اشیاء کا ہو، حرام اشیاء کی تجارت آپس کی رضامندی کے بعد نا جائز ہی قرار پائے گی۔

﴿ عَنۡ تَرَاضٍ ﴾ ''تمہاری باہمی رضامندی سے'' اگر کلمات پر غور کیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ اسلام صاف ستھری تجارت کی تلقین کرتا ہے کسبِ حلال پر قرآن الحکیم نے جس قدر وضاحت کے ساتھ خدّ وخال بیان کیے ہیں، وہ محتاج بیان نہیں۔

﴿ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ﴾ اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، گویا آپس میں ایک دوسرے کو بھی قتل مت کرو، گویا اس آیتِ مبارکہ میں خودکشی کی ممانعت بھی آئی کہ خودکشی بھی گناہِ کبیرہ ہے وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ایسی ناپاک حرکتیں اور رُسوا کُن اعمال مت کرو جو لوگوں کی نظر میں تمہارے لئے باعثِ رُسوائی اور تذلیل ہوں، کیونکہ یہ ذلّت یہ معصیت تو نفس کی حقیقی معنوں میں ہلاکت وتباہی ہے۔ (بحوالہ علامہ بیضاویؒ)

﴿ عُدۡوَانًا ﴾ سرکشی۔ ﴿ نُصۡلِیۡ ﴾ اِصۡلَاءٌ سے، صَلۡیٌ آگ میں ڈالے جائیں گے، فعل مضارع۔ ﴿ نُصۡلِیۡهِ ﴾ جہنم رآگ میں داخل کریں گے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۶ تا ۳۰

آیت ۲۶ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ربِّ جلیل کا احسانِ عظیم ہے کہ وہ ہم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالتا، بلکہ ہمیں سلامتی اور حق کی راہ پر گامزن رکھنا چاہتا ہے واضح اور صاف صاف الفاظ میں وہ راہِ حق وہدایت جو انبیاء اور صالحین کی راہ ہے اور دارین کی پُرعظمت سعادتوں سے بہرہ اندوز ہوئے ان احکامات کی تکمیل اور تعمیل میں ہمارے لئے بھی بڑی سعادت اور بھلائی مضمر ہے ''وَيَهۡدِيَكُمۡ سُنَنَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ '' اور انہیں طریقوں پر تم چلو گے جس کی اِتباع تم سے قبل صالح لوگ کرتے تھے، یوں کہیے یہ وہ منہاجِ زندگی ہے جس کو باری تعالیٰ نے تمام مؤمنوں کے لئے جاری کردیا یہ وہ طرزِ حیات ہے جس کی اساس بہت ہی مستحکم ہے، جس کے ضابطۂ اور اصول ایک ہیں جس کے مقصد اور اہداف میں ہم آہنگی ہے اور یہ طرزِ عمل مؤمن کی نظامِ زندگی ہے قرآن کا کہنا ہے کہ ہر جگہ نظام زندگی بھی ایک رہا ہے اور زندگی کی راہ میں کاروانِ ایمان بھی ایک ہے جو مسلسل حرکت عمل میں ہے اور ربّ کی عنایت اور مہربانی ہے کہ وہ ہم کو دورِ جاہلیت سے نکال کر صالحین کے طریقِ حیات کی طرف راہنمائی کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے، ربِّ کریم کو تمہارے مصالح اور تمام تر حالات کا کُلّی طور پر پورا پورا علم ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور تدبیر میں حِکمت پوشیدہ ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات بجانہ لائیں گے تو ہدایت سے محرومی لازمی نتیجہ ہے ہم سے پہلے اُمّتیں گمراہی میں مُبتلا ہو کر ہلاک ہوئیں، ہمارے لئے توبہ کا دَر کُھلا ہے، اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے، ربِّ جلیل ہم پر مہربان ہے اور ہماری خطاؤں کو معاف فرما کر ہمیں دُنیا وآخرت میں کامیابی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے۔

آیت ۲۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ربِّ جلیل کو ہمارے کیفیّتِ حال پر بہ نظرِ عنایت اور رحمتِ توجّہ منظور اور پسند ہے لیکن جو لوگ فِسق وفجور میں مُبتلا ہیں اور شہوت پرست ہیں اُن کی دِلی تمنا تو یہ ہے کہ مسلمان راہِ ہدایت سے ہٹ جائیں، اور

وہ باطل فاسد خیالات سے اہلِ ایمان کو رسوم میں ڈالتے ہیں، تا کہ تم اُن کے باطل معاملات کی طرف مُتوجّہ ہو جاؤ، تم اُن سے قدرے ہوشیار رہنا، عجیب بات ہے ان کا عجب دستور ہے اُن کے یہاں اپنی محرم عورتوں سے نکاح کر لینا درست ہے، مُنافقین کا محبوب طریقہ عمل تو یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے مُتنفّر کرنا، اور یہ تمام تر لوگ، مسلمانوں کو احکاماتِ باری تعالیٰ کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لئے اپنے مخصوص انداز اور طرزِ عمل پر عمل پیرا ہیں اور مخصوص حیلے تراشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو اُن کے فریب سے دُور رہ کر باز رہنے کی تلقین کی ہے۔

آیت ۲۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حضرت انسان کو باری تعالیٰ نے ضَعیف بنایا ہے بالفاظ دیگر یوں کہیے، کہ انسان تو تخلیقی طور پر کمزور پیدا ہوا ہے، اس کمزوری کے باعث اُس کے گُناہ اور مَعصیت میں مُبتلا ہونے کا زیادہ خدشہ ہے اس لئے رَبِّ جَلیل نے ممکن سہولت اور آسانیاں جو انسان کو عطا کی ہیں، ان میں ایک نکاح کی اجازت ہے اور مخصوص طور پر کنیز سے شادی کی اجازت ہے۔ بعض مُفسرینِ کرام نے اس سے لطیف اشارہ عورتوں کی طرف لیا ہے، باری تعالیٰ نے ہر حکم میں تخفیف کا لحاظ بھی رکھا ہے، نکاح کے بارے میں احکامات میں نرمی کا خاص خیال رکھا گیا ہے، اگر آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی اَستعداد اور اِستطاعت نہ ہو تو کنیز سے نکاح جائز ہے، مَہر کی ادائیگی میں بھی طَرفین کی رضامندی کا اختیار دے دیا گیا ہے، ضرورت محسوس ہو تو ایک سے زائد عورت سے نکاح کی بھی اجازت ہے، شرط یہ ہے کہ عدل اور انصاف کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھا جائے، کون نہیں جانتا شہوت اور عورتوں سے دُور رہنا خاصا دُشوار کام ہے اس لئے باری تعالیٰ نے اُن کی خواہشات کی تکمیل کی خاطر جائز طریقہ کار بتا دیئے ہیں، باری تعالیٰ ہماری فطری کمزوریوں سے خوب واقف ہے، اس لئے احکامِ شریعت کی پابندی میں بڑی آسانیاں رکھی ہیں، احکامِ شَرعیہ کی تکمیل میں ایسی سختی قطعی نہیں، جس کو انسان برداشت نہ کر سکے، سبحان اللہ شریعتِ اسلامیہ کا ہر قانون اور ضابطہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ شریعت کے اَحکامات سَہل ہیں۔

آیت ۲۹ میں خطاب، اہلِ ایمان سے ہے، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریق اپنا کر نہ کھاؤ، لین دین ہونی چاہیئے باہمی رضامندی سے، باہمی رضا مندی کا مفہوم یہ ہے کہ تجارت اور کاروباری سرگرمیوں کا دائرۂ کار، نہ تو ناجائز دباؤ سے ہو اور نہ مکرُ وفَریب سے، تجارت کی کُھلی اجازت ہے اس کے خلاف کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں مُبتلا مت کرو، یاد رَکھو! باری تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ وہ تم پر عَنایت / رحم اور مہربانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ یاد رہے کہ حرام چیزوں کی تجارت باہمی رضامندی کے باوجود ناجائز ہی رہے گی۔ حدیث مبارکہ میں بیان ہے کہ

اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا

دونوں باہم لین دین کرنے والوں کو، جب تک جُدا نہ ہوں اختیار ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری و مسلم، کتاب البیوع)

آیت ۳۰ میں واضح طور پر بیان کیا جا رہا ہے کہ جو کوئی بھی ظُلم اور جَبر سے کسی کا مال ہڑپ کرے گا تو باری تعالیٰ اسے عنقریب آگ میں جُھونک دیں گے اور یہ رَبِّ جَلیل کے لئے بہت آسان ہے، جو کوئی جبر وستم سے باز نہ آئے اور ناحق لوگوں کا مال کھائے اور ناحق قتل کرنے کا ارتکاب کرے، تو اُس کا ٹھکانہ جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے ایسے ظالموں کو آتشِ جہنّم میں ڈال دینا باری تعالیٰ کے لئے کوئی دُشوار نہیں۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے اِجتناب کرتے رہو گے ، جس سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم محو کردیں گے، تمہارے نامۂ اعمال سے چھوٹی موٹی بُرائیاں رچھوٹے چھوٹے قصور، اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کردیں گے۔ (۳۱)

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

اور اُس کی آرزو مت کرو، جس بات پر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر تم کو عظمت ربڑائی اور فضیلت عطا کی ہے، مردوں کے لئے اُن کی کمائی سے حصّہ ہے، اور عورتوں سے اُن کی کمائی کا حصّہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل وکرم طلب کرتے رہو، یقیناً اللہ جل شانہٗ سب کچھ جانتا ہے۔ (۳۲)

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

اور ہر کسی کے لئے ہم نے وارث مقرّر کردیئے ہیں، جو کچھ مال چھوڑ جائیں ، ماں باپ اور قرابت والے ، اور جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان بندھا ہوا ہے، اُن کو بھی اُن کا حصّہ دیتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو رُوبرو دیکھ رہا ہے۔ (۳۳)

الفاظ ومعانی آیت ۳۱ تا ۳۳

﴿ تَجْتَنِبُوْا ﴾ تم پرہیز کرو، بچتے رہو راجتناب کرو۔ ﴿ كَبَآئِرَ ﴾ گناہ کبیرہ، ❶ بڑے بڑے گناہ۔ گناہ کبیرہ کے بارے میں علاّمہ بیضاویؒ کا قول ہے ہر وہ فعل جس کے لئے شارع نے کوئی حد کا تعین کیا ہو، یا اس پر عذاب کی وعید ہو، وہ گناہ کبیرہ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کُلُّ مَا نَهٰى عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ جس کام کو کرنے سے شریعتِ اسلام میں منع کیا گیا ہو وہ سب کبیرہ گناہ ہیں، گناہ کبیرہ کی تعریف حدیث، قرآن اور اَقوالِ سَلف کی تشریح کے مطابق یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن الحکیم میں کوئی شرعی حد یا سزا دنیا میں متعین کی گئی ہو، یا جس پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہوں یا جس پر دُوزخ کی وعید آئی ہے وہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔

کتاب الزواجر میں امام ابنِ حجر مکیؒ نے اُن تمام گناہوں کی فہرست کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر تشریح کی ہے جو کبائر میں داخل ہیں اور کتاب میں کبائر کی تعداد چار سو سڑسٹھ (۴۶۷) تحریر کی ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں مختلف گناہ کبیرہ کا ذکر ملتا ہے علماء نے ایک کتاب ترتیب دی ہے جس کا نام ہے **الکبائر للذھبی الزواجر عن اقتراف الکبائر للتیمی۔**

❶ ...... کبائر اس کا واحد کَبِیْرَۃٌ ہے جملہ گناہ کی دو قسم ہیں صغیرہ اور کبیرہ گناہ، حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بڑی تشریح سے بیان کیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت، فرمانبرداری اور عبادت ہے، کبیرہ کا اطلاق اُس گناہ پر کیا گیا جس کا مُرتکب ہو کر انسان خود کو یا کسی کو اپنے اصل مقصدِ تخلیق عبادت باری تعالیٰ یا اس مقصد کے وسیلے سے باز رکھے، (بحوالہ قاموس القرآن)

حضرت محمد ﷺ نے درج ذیل گُناہوں کو ''گُناہ کبیرہ'' میں شمار کیا ہے۔

۱)......اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔

۲)......بے گُناہ قتل کرنا

۳)......پاک دامن عورت پر بُہتان

۴)......یتیم کا مال کھانا

۵)......زنا کا ارتکاب کرنا

۶)......میدانِ جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا

۷)......والدین کی نافرمانی کرنا، اور اس کے علاوہ دیگر کئی اور کو بھی گُناہ کبیرہ کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔

﴿ نُكَفِّرْ ﴾ ہم معاف کر دیں گے، نَــکْفر کا معنیٰ محو رمٹا دینے کے آتے ہیں۔ ﴿ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ تمہارے گُناہ، بُرائیاں اس کا واحد سَیِّئۃ ۔اور حَسنہ کی دو اقسام ہیں شرعاً ناپسندیدہ اور پسندیدہ، اور طَبْعًا ناپسندیدہ قرآن میں دونوں کا استعمال ہوا ہے

(بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا ﴾ اور تم اس چیز کی ہوس رآرزو نہ کرو'' مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''یعنی جن اُمور میں رَبِّ جلیل نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی خواہش ہی کا اظہار مت کرو۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے حِکمت اور مَصلحت کے پیشِ نظر جو وَصف اور فضائل لوگوں کو عطا کیے ہیں، کسی کو کوئی خوبی دے دی، کسی کو کچھ خوبی مرحمت فرمائی، کسی کو کم کسی کو زیادہ عطا کیا ایسی صُورتِ حال میں ہر شخص کو اپنے نصیب پر راضی اور پُر مُسرّت رہنا چاہیے، دوسرے کے وَصف کی تمنا میں مُبتلا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں، اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہے اپنے لئے رَنج واَلم اور حسد جیسے گُناہ عظیم میں پڑنے کے اور کچھ نہیں، جس کو جو نعمت ملی رَبّ کا شکر گزار رہے۔

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ ﴾ مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی شے مردوں نے کسبِ عمل کے طُور پر حاصل کی، اُن کو اُس کا حصّہ عطا ہوگا جو عورتوں نے سعیٔ پیہم اور عمل کے ذریعہ حاصل کی اُن کو حصّہ لازمی طور پر ملے گا۔

﴿ وَسْــَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ ﴾ اس آیت مبارکہ میں کس قدر لطیف اِشارہ ہدایت ہے کہ جب تم کسی کو کسی کمال اور فضیلت میں اپنے سے زیادہ دیکھو یا پاؤ تو اس خاص کمال میں اس کی برابری کی تمنا کا خیال مت لاؤ، بلکہ تمہیں تو یہ کرنا چاہیے کہ رَبِّ جَلیل سے اس کی رحمت اور فضل وکرم مانگو، تاکہ باری تعالیٰ اپنی حکمت کے ذریعہ تم پر اپنے فضل ورحمت کا دَر کھول دے۔

﴿ مَوَالِيَ ﴾ اس کا واحد مَولیٰ ہے دوست، وارث، آقا، آزاد کیا ہوا غلام قواعد کے مطابق اِسم ہے۔

﴿ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ ﴾ جو مال والدین اور قرابت دار چھوڑ کر مرجائیں ہم نے وارث مقرّر کر دیئے چچازاد بھائی۔ ایامِ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ جن لوگوں کے مَابَین دوستی اور رَسم وراہ کے وپیمان ہوتے وہ ایک دوسرے کی میراث کے حق دار تصوّر کئے جاتے، گویا جس کو اپنا منہ بولا بیٹا کہتے، اس کو بھی وراثت میں حصّہ دار بنایا جاتا، اس

آیتِ مُبارکہ میں واضح بتا دیا گیا کہ وراثت کے مستحق تو وہی لوگ ہیں جن کو باری تعالیٰ نے وارث قرار دیا ہے، وراثت تو اسی قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے رشتہ داروں پر تقسیم ہونی چاہیے۔

﴿عَقَدَتْ﴾ عَقَدَ، اس نے عہد و پیمان باندھا، قواعد کے مطابق فعل ماضی مؤنث غائب کا صیغہ۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۱ تا ۳۳

آیت ۳۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر تم اجتناب کرتے رہے بڑے بڑے گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے: اور گناہ جو تم سے سرزد ہوئے صغائر صغیرہ ہم بخش دیں گے، اور تمہیں عزت کے اعلیٰ مقام پر داخل کر دیں گے، اس سے پہلی آیت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جو ظلم و جور سے کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا تو اُس کی سزا دُوزخ ہے، اِس کو یوں سمجھئے کہ باری تعالیٰ کی نافرمانی کا، جب بندہ مرتکب ہوتا ہے تو یہ عمل اس کا مُوجب عذاب ہے اس آیت کریمہ میں مَعْصیت گناہوں سے پرہیز کرنے کی تلقین، ترغیب ہے اور گناہوں سے بچنے کی بناء پر وعدہ مَغفرت اور بہشت میں جانے کی توقع ہے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر گُناہِ کبیرہ سے اجتناب کرتے رہو گے اور گُناہ کبیرہ کے مرتکب نہ ہو گے تو محض صغیرہ گُناہ کتنے ہی ہوں ضرور بہ ضرور معاف کر دیئے جائیں گے، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ گُناہ کبیرہ صرف توبہ اور اَستغفار سے معاف ہوا کرتے ہیں، گُناہ کبیرہ سے تدارک میں یہ شامل ہے کہ تمام فرائض اور واجبات کو کُلّی طور پر ادا کیا جائے اچھی طرح جان جائیے فرض اور واجب کا ترک کرنا خود ایک کبیرہ گُناہ ہے اور تمام تر کبیرہ گُناہوں سے اپنا دامن بچا لیا جائے، تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس کے صغیرہ گُناہوں کا کُفارہ کر دیں گے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کُفارہ سے کیا مراد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے اعمالِ صالحہ کو چھوٹے رصغیرہ گُناہ کا کُفارہ اطلاق کر کے اس کا حساب سَاقط کر دیں گے اور عذاب کے بدلے ثواب اور بجائے دُوزخ کے بَہشت نصیب ہوگی، اس بات کی وضاحت یوں ہو جاتی ہے کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب کوئی فرد نماز کے لئے وضو کا اہتمام کرتا ہے تو ہر عَضو کے دھونے کے ساتھ ساتھ گُناہوں کا کُفارہ ہو جاتا ہے، چہرہ دھویا تو گویا آنکھ، ناک اور کان وغیرہ کا کُفارہ ہو گیا کُلّی سنت کے مطابق کر لی گئی تو زبان کے گُناہوں کا کُفارہ ادا ہو گیا، پاؤں دھوئے تو پاؤں کے گُناہ دُھل گئے سبحان اللہ! کیا مقامِ عظمت ہے مؤمن کے لئے اور جب مسجد کی سمت رُخ کیا تو ہر قدم پر گُناہوں کا کُفارہ ہوتا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس گُناہ کو اِصطلاح مفہوم میں صَغیرہ کہا جاتا ہے اس کے یہ معنیٰ کسی کے نزدیک ہرگز یہ نہیں کہ ان کو معمولی جان کر نظر اَنداز کر دیا جائے، بلکہ گُناہ صَغیرہ کو بے باکی، تُساہل، غَفلت اور لاپرواہی کے ساتھ کیا جائے تو وہ صغیرہ گُناہ سے گُناہ کبیرہ ہو جاتا ہے حضرت فُضَیل بن عیاضؒ کا یہ قول کس قدر جامع ہے کہ ''جس قَدر کسی گُناہ کو تم ہلکا سمجھو گے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا جُرم ہو جائے گا۔

صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ''مؤمن جب کوئی گُناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نُقطہ ر دائرہ لگ جاتا ہے، اگر توبہ کر لی جائے تو یہ نُقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر استغفار نہ کی جائے تو یہ نُقطہ مزید بڑھتا رہتا ہے یہاں

تک کہ اس کے پُورے قلب پر چھا جاتا ہے''۔

سورۃ اَلْمُطَفِّفِیْن پارہ عَمَّ (۳۰) میں آیت نمبر ۱۴ میں ارشادِ ربانی ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے بُرے کاموں کے سبب اُن کے دلوں کو زنگ لگ گیا ہے۔

یوں سمجھئے کہ گُناہوں کے مُضر اَثرات، مَفاسدِ بد کے سبب، آپس میں فرق کا ہونا لازمی ہے یہی فرق ہے جس کی بناء پر کسی گُناہ کو گُناہ صغیرہ کہا جاتا ہے اور کسی گُناہ کو گُناہِ کبیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا گُناہِ کبیرہ جو سب سے بڑے ہیں میں تمہیں اُن سے آگاہ کرتا ہوں، وہ تین ہیں۔

۱)......اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانا۔

۲)......ماں باپ کی نافرمانی،

۳)......جُھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا۔ (بحوالہ بخاری شریف، مسلم شریف)

آیت ۳۲ میں واضح طور پر اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن اُمور میں بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے اس کی آرزو اور حسرت کی تمنّا کا کیا حاصل! جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق اُن کا حصّہ ہے، جو کچھ عورتوں نے کمایا اس کے مطابق اُن کا حق رحصّہ ہے۔

اِس آیتِ مبارکہ میں ایک بڑی اہم اخلاقی ہدایت کی نشان دہی کی گئی ہے جس کو اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو اجتماعی معاملات زندگی میں انسان کو امن نصیب ہوسکتا ہے، شانِ کریمی تو دیکھئے رَبِّ جَلیل نے تمام تر انسانوں کو یکسر مساوی نہیں بنایا بلکہ اُن کے مَابیّن بے شمار حیثیتوں میں اِمتیاز اور تفاوت ہے، کوئی حَسین ہے تو کوئی بَدشکل، کوئی خُوش سُخن ہے تو کسی کی آواز میں خُوش اِلحَانی کا فُقدان، کسی میں ذہنی صَلاحیّت زیادہ ہے، تو کسی میں قدرے فہم وادراک کی کمی، کسی میں رَشک، حَسد، عَداوت، رِقابت کا مادہ زیادہ ہے تو کسی میں صَبر وتحمّل کا جوہر نمایاں ہے، اس آیتِ کریمہ میں ذہنی کشاکش سے بچنے کی تلقین کی ہے بتایا گیا جو صَلاحیت، نعمت اور فضل وکرم اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو عطا کر دیا، اُس کی تمنّا کرنے کی چنداں ضرورت نہیں! البتہ اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ سے اس کے فَضل کے طَلب گار رہو، جس نعمت، رحمت، اور فضل کو وہ اپنے علم وحکمت سے مناسب سمجھے گا تم کو بہتر انداز سے سرفراز فرمائے گا۔

ہر لمحہ، ہر لحظہ اپنے رَبِّ کریم سے دعا مانگتے رہنا چاہئے! یاد رکھو! اسی طرح مرد اور عورت ہونا کسی کے اختیارِ کُل کی بات نہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا مرد بنا دیا اور جسے چاہا عورت بنا دیا، مرد ہونے کی صورت میں کئی اُمور کو سرانجام دینے میں اجر وثواب بڑھ نہیں جائے گا، اور عورت ہونے کی صورت میں نیکی میں اَجر کی کمی کا امکان نہیں! بندے کو چاہیے کہ رَبّ کی رضا پر راضی رہے، اس نے جو بندے کو جو شَرف عطا کیا یہ اس کا فضل ہے، انسان کو جو فضیلت ملی خواہ دولت وغنا کی ہو دینی مَدراج اور مَناصِب کی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی حِکمت ہے۔

اِس آیتِ مُبارکہ کی شانِ نزول میں بتلایا گیا کہ حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مرد جہاد میں حصّہ لیتے ہیں اور

مرتبہ شہادت پاتے ہیں ''شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن'' کے مِصداق، ہم عورتیں اِس فضیلت سے محروم ہیں ہماری میراث بھی مردوں سے آدھی ہے، اس پر اس آیت کا نُزول ہوا۔ (بحوالہ مسند احمد جلد ششم)

ارشادِ رَبی ہے مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی توانائی عطا کی ہے جس کی بناء پر جہاد میں وہ شرکت کرتے ہیں یہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطیہ خاص ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں بھرپور حصّہ لینا چاہیے، جو کچھ وہ کمائیں گی مردوں کی طرح اُن کو پورا پورا اَجر عطا ہوگا۔

آیت ۳۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کے مال کے مُستحق بنا دیئے ہیں، ہر زَن و مرد جو کچھ چھوڑ جائیں، اِنتقال کے بعد، اس کے وارث اُن کے ماں باپ اور دوسرے قریبی عزیز وأقارب ہوں گے، گویا جو والدین یا دوسرے چھوڑ کر دارِ فانی کو خیر باد کہہ جائیں تو اُن کا مال حق داروں میں تقسیم کردو، بالکل اس انداز میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے سب کے حصّوں کا تعیّن کیا ہے، یہ سب کچھ عطا رَبِّ جَلیل کی طرف سے ہے جو انسان کی بہتری اور بھلائی کو انسان سے زیادہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ انسان پر بے حد مہربان ہے، بھلا انسان کو خود اپنے اعمال اور اُن کے نتائج کا کیا علم! اللہ جَلِّ شانہٗ نے ازراہِ عنایت ہمارے حقوق وفرائض اِس اَحسن طریق سے مقرّر کر دیئے ہیں کہ زَن و مرد، اِن احکامات پر عمل پیرا ہو کر عظمت انسانی سے رُوشناس ہو سکتے ہیں جو مقصدِ زندگی ہے۔

وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں سے تم نے عہد و پیمان باندھ رکھا ہے اور تمہارا مُعاہدہ معرضِ وجود میں آیا ہے اُن کو اُن کا حق رحصّہ ضرور بہ ضرور پہنچا دو، رَبِّ جَلیل کو تمام اُمور کا علم ہے اس آیتِ کریمہ کے مطابق میراث تو عزیز وأقارب اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے، اب سوال رہا منہ بولے بھائی تو اُن کے لئے میراث میں کوئی حصّہ نہیں۔

آیت ۳۱ تا ۳۳ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

ذرا دیکھئے تو سہی کہ کس قدر فیاض ہے دینِ اسلام، کس قدر آسانیاں میّسر ہیں اس دین میں، دعوتِ عمل ہے اے انسانو! بلندی کی سمت آؤ عُلوِ شان کی طرف، پاکیزگی کی جانب، نظم وضبط اور اتحادِ عمل کی طرف اور اوامر ونواہی کے احکامات صادر ہوئے ہیں ان سب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس عَالم رَنگ وبُو میں پاک صاف نُفوس پیدا کئے جائیں پھر اُن نفوسِ طاہرہ سے ایک پاک صاف معاشرہ لایا جائے۔ غَور تو فرمایئے! ترغیب اور ترہیب کے درمیان کس قدر توازن ہے ایک طرف عذابِ الٰہی کی وعید ہے اور ڈرایا جا رہا ہے، مَعصیت کا اِرتکاب مت کرو تو دوسری سَمت بیان ہے کہ اگر کوئی پشیماں ہو جائے اور واپس لوٹنا چاہے تو بھی معافی کا دروازہ بند نہیں کیا گیا۔

گُناہ سے معافی طلب کرنے والوں کا شمار مُتقیوں میں فرمایا گیا ہے قرآن کا مطالعہ انسانی شَعور کو استوار کرتا ہے مدار فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ ہم نے کیا ارادہ کیا کس قدر ہم نے پابندیِ شریعت کرنے کی کوشش کی، کس قدر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی؟ سلامی زندگی کا توازن، سنجیدگی، اعتدال اور ہر اَمر میں آسانی کی سعی پیہم ہے۔ ''وَلَا تَتَمَنَّوْا مَافَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ'' اور اس چیز کی تمنا مت کرو، باری تعالیٰ نے دوسروں کو فضیلت دی ہے اس کی تمنا کرنے سے اہلِ اسلام کو منع کیا گیا ہے جو کچھ مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

مرد حاکم، نگراں ہیں عورتوں پر، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اِس بناء پر مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن پر، تو نیک عورتیں، اطاعت شعار، اور اَدب والی ہوتی ہیں، مردوں کے پوشیدہ رَاز اور اپنے نَاموس کی حفاظت، خاوند کی عَدم موجودگی میں اس طرح کرتی ہیں، جیسے حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے، اگر تمہیں اُن کی نافرمانی /سرکشی کا اَندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ، خوابگاہوں میں اُن سے علیحدگی اختیار کرو، /اُن سے الگ سوؤ، یا ہلکی مار مارو، پھر وہ تابعداری کریں تو اُن پر زیادتی کی کوئی رَاہ نہ چاہو، /اِلزام تراشی کے بہانے مت تلاش کرو، بے شک اللہ تعالیٰ عظمت وکبریائی میں سب سے اعلیٰ بالاتر /بلند مرتبہ والا ہے۔ (۳۴)

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

اگر تم کو خاوند اور بیوی کے مَابین ناچاقی /اَن بَن کا اَندیشہ ہو تو ایک مُنصف مرد کے رشتہ داروں سے، اور ایک مُنصف عورت کے خاندان سے مقرّر کرو، اگر وہ دونوں صُلح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں مَلاپ /موافقت پیدا کردے گا، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (۳۵)

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾

اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا حُسنِ سلوک کا برتاؤ کرو، رشتہ داروں، یتیموں، اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ رکھو اور پاس کے ہمسائے، دُور کے ہمسائے اور ہم مجلس، مسافر /راہ گیر اور کنیز وغلام جو تمہارے قبضہ میں ہیں اُن سے احسان کا رویہ رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے والے /مغرور تکبّر اور شیخی خوروں کو پسند نہیں کرتا۔ (۳۶)

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿۳۷﴾

اور جو لوگ بُخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی تعلیم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ نوازا ہے اسے چُھپا چُھپا کر رکھتے ہیں، ایسے کُفرانِ نعمت کرنے والوں کے لئے ہم نے رُسواکُن /ذِلّت کی سزا تیار رکھی ہے۔ (۳۷)

الفاظ ومعانی آیت ۳۴ تا ۳۷

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔ ﴿اَلرِّجَالُ﴾ مرد، ﴿قَوّٰمُوْنَ﴾ اس کا واحد قوام، محافظ، ذمہ

دار کسی شئے کی ضروریات کو پورا کرنے والے، اس کی حفاظت اور نگرانی کرنے والے، اور اس کی اِصلاح کی صَلاح وفلاح کے ذِمہ دار کو عربی میں قَــوَّام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قواعد کے مطابق صیغۂ مبالغہ، اس آیت میں قوام کا ترجمہ عمومی طور پر حاکم کیا گیا ہے، مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ہر نظام اجتماعی کے لئے عقلاً یہ لازمی ہے کہ اس کا کوئی سر پرست یا امیر ہوتا ہے آپ کو علم ہے عائلی نظامِ زندگی میں ایک سربراہ اور سرپرست رنگراں کار کی ضرورت ہوا کرتی ہے عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اس کام کے لئے باری تعالیٰ نے مردوں کا انتخاب کیا، کیونکہ عمومی طور پر اُن کی علمی اِستعداد اور عملی توانائیاں عورتوں اور بچوں کے نسبت زیادہ ہیں یہ یاد رہے کہ حاکم یعنی مرد بھی قانونِ شریعت رشرعی اَحکامات اور مشورہ کا پابند ہے۔

﴿ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک خاص مَصلحت اور حِکمت کے تقاضے کے تحت ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے، ابنِ حیانؒ بحرِ محیط میں رَقمطراز ہیں کہ اس آیت میں حاکمیّت رِجَال کی دو سبب ر جہت ہے جس سے یہ واضح ہوا کہ کسی کو ولایت یا حکومت کا حق ر اِستحقاق صرف محض زور وتوانائی سے قائم نہیں ہوتا، بلکہ اُمور انجام دینے کی اَصلیت، صلاحیت ہی اس کو اِقتدار حکومت کا مستحق بنا سکتی ہے۔ ﴿ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، اپنی فطری اور کسب کی برتری کی وجہ سے مرد ہی اس بات کا استحقاق رکھتا ہے وہ گھر کی نگھداشت کا امیر ہے خیال رہے کہ کسی کج فہمی کی بناء پر یہ نہ سمجھا جائے کہ عورت نے مرد کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ اِن انتظامی معاملات کے علاوہ عورت کے اپنے حقوق ہیں جو مردوں پر اسی طرح واجب ہیں جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذَمّہ واجب ہیں یہاں عورت کی غلامی کا مسئلہ نہیں ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ عورت کو جو مقام اسلامی معاشرہ میں عطا ہوا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ نیک بَخت رصالح عورتیں وہ ہیں جو مرد کو حاکم تسلیم کر کے اُن کی تابعداری کرتی ہیں اور اُن کی غیر موجودگی رپیٹھ پیچھے اپنے نفس اور اُن کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ ﴿ قٰنِتٰتٌ ﴾ اِطاعت شعار عورتیں۔ قواعد کے مطابق اسم ہے خُشوع خُضوع کرنے والیاں، قُنُوت سے قواعد کے مطابق اِسمِ فاعل جمع مؤنث اس کا واحد قَانِتَة (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ حٰفِظٰتٌ ﴾ حَافِظَاتٌ، نگہبانی کرنے والیاں حِفْظٌ سے قواعد کے لحاظ سے اِسمِ فاعل جمع مؤنث، اس کا واحد حَافِظَةٌ۔

حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بہترین عورت ربیوی وہ ہے جب تم اسے دیکھو تو خوش ہو، اور جب کوئی حکم دو، تو تابعداری کرے اور جب تم گھر میں نہ ہو تو تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے مال اور اپنے نَفس کی حفاظت کرے۔ ﴿ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ ﴾ اور تمہیں احتمال راندیشہ ہو سرکشی کا اُن کی۔ ﴿ نُشُوْزَ ﴾ عورت کا اپنے خاوند سے بُغض رکھنا، شوہر کی نافرمانی کرنا، مرد کا بیوی پر سختی کرنا، قواعد کے مطابق باب نَصَرَ سے مصدر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ فِى الْمَضَاجِعِ ﴾ سونے کی جگہ ربچھونا، خواب گاہیں ضجوع، مضجع سے اِسم ظرف جمع۔ ﴿ شِقَاقَ ﴾ عداوت رلڑائی قواعد کے مطابق باب مفاعلہ سے مَصدر۔ ﴿ وَالْجَارِ ﴾ ہمسایہ رپڑوسی اسم ہے۔ ﴿ وَالصَّاحِبِ ﴾ ہم مجلس رپاس بیٹھنے والے۔ ﴿ بِالْجَنْبِ ﴾

پہلو کے ساتھ، قواعد کے مطابق اِسم ہے ﴿مُخْتَالًا﴾ تکبر کرنے والا۔ ﴿فَخُوْرًا﴾ بڑائی جتانے والا، شیخی خور۔ ﴿وَاَعْتَدْنَا﴾ اور ہم نے تیار کیا، فعل ماضی کا صیغہ۔ ﴿مُّهِيْنًا﴾ ذلیل وخوار، حقیر، قواعد کے مطابق مَهَانَة سے صفت مُشبّہ واحد مذکر۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۴ تا ۳۷

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ جَلِّ شانہٗ نے حاکم اور نگراں کار بنایا ہے، مرد خاندان کی کفالت کا ذمّہ دار ٹھہرا، کسبِ معاش میں مصروفِ عمل رہنا اور روزی کمانے کی ذمّہ داری مرد پر عائد ہے، مرد کی حاکمیّت اور قوامیّت کے دو وصف ہیں ایک وہی مرد اپنی جسمانی توانائی، ذہنی برتری، معاملہ فہمی اور دُور اندیشی کی صَلاحیت سے مامور ہوکر بلا شُبہ عورت سے درجات میں فوقیّت رکھتا ہے۔ دوسرا وصف مرد کا یہ ہے کہ وہ کسبی، گویا خاندان کے جُملہ اُمور واخراجات، آرام وآسائش کی تمام ذمّہ داری مرد پر عائد ہے اپنی فطری اور کسبی صَلاحیّت اور برتری کے سبب اُس کو اس بات کا استحقاق ہے کہ عورت پر مرد کی بالا دستی قائم رہے، اسلام نے عورت کے تقدّس، تحفّظ اور عفّت وحیا برقرار رکھنے کی خاطر، عورت کو معاشی اُلجھنوں سے دُور رکھا ہے، عورتوں کو مرد کی اطاعت ضروری ہے اور مردوں کو حق ہے کہ وہ عورتوں پر رعایا کی طرح حکمرانی کریں، ساتھ ساتھ یہ بھی ذمّہ داری ہے کہ اُن مصالح اور تدابیر اور تادیب وحفاظت کی تمام تر حفاظت بہ طریق احسن سرانجام دیں، اس آیت کی شانِ نُزول یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع نے اپنی زوجہ حبیبہ کو کسی غلطی پر طمانچہ مارا اُن کے والد اُنہیں حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے گئے اور اُن کے خاوند کی شکایت کی اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے فرمایا شوہر سے بدلہ لو، پھر اس آیت کا نُزول ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم نے کچھ چاہا اور ربّ نے کچھ اور چاہا جو ربّ نے چاہا وہی خیر ہے''۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

عورت کے تفویضِ فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ نیک بخت اور صالح بیوی کا فرض انجام دے، مثالی بیوی وہ ہے جو مرد کی تابعدار ہو، بچوں اور گھر کے تحفّظ کے لئے لازمی جزو ہے کہ عورت صدقِ دل سے بچّوں کی تربیت، پرورش اور عزّت وناموس کی خاطر اُمور سرانجام دے، ممکن ہے کچھ نادان اور کج فہم خواتین اپنی ذمّہ داری بطریق احسن سرانجام نہ دیں سکیں تو اُنہیں نرم لہجہ اور محبت سے پُر خلوص اَنداز میں سمجھایا جائے، نصیحت کے اَنداز اور طریق میں اگر پھر عورت نہ مانے تو خواب گاہ سے اُنہیں علیحدہ کر کے سویا جائے، اس کے بعد بھی عورت قابو میں نہ رہے تو ہلکی مار سے اُن کو مارا جاسکتا ہے اور جب معاملات درستگی کی شکل اختیار کرنے لگیں اور عورت اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے راغب ہوجائے تو اُس کی خطا کا مرد متلاشی نہ رہے۔ گزرے ہوئے واقعات کا بار بار ذکر نہ کیا جائے، زوجہ اصلاح کی طرف مائل ہوجائے تو اسے بلا سبب تنگ نہ کرو، طعنہ زنی سے باز رہنا چاہئے، از راہِ شفقت اور عفو ودرگزر سے کام لیا جائے، مانا کہ مرد کو عورت پر تخلیقی طور پر ایک گُونہ فَضیلت حاصل ہے، ذرا غور تو فرمایئے! اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کو مرد اور عورت کی دو جنسوں میں منقسم کیا ہے دونوں کا اپنا وجود ہے دونوں اپنا اپنا الگ الگ تشخص رکھتے ہیں، دونوں اپنے دائرہ عمل کے اندر رہ کر اپنے فرائض بھی سرانجام دینے کے پابند ہیں، اس کارزارِ ہستی کے لئے ایک جنس کا وجود لازمی ہے۔ اسی طرح دوسری جنس کی بھی اپنی

ضرورت اور افادیت ہے عائلی زندگی کے لئے دونوں کا وجود ضروری ہے دونوں بقائے نسلِ انسانی کے لئے معرضِ وجود میں آئے ہیں اور دونوں مل کر اجتماعی زندگی کی تشکیل کرتے ہیں، مرد تخلیقی طور پر عورت سے ممتاز ہے، عورت کو سربراہی تفویض نہیں ہوئی اس کی تائید بخاری شریف کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''وہ قوم فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے اُمور عورت کو تفویض کئے'' (بحوالہ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسریٰ وقیصر، اور کتاب الفتن باب اٹھارہ)

آیت ۳۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کے مابین تعلقات بگڑنے کے اِمکانات کا اَندیشہ ہو اور زَن و مرد میں ناموافقت ہو جائے تو ایک فرد مرد کے اَقارب میں سے، اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرّر کرلیا جائے، پہلے گھر ہی گھر میں معاملات کی اصلاح کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے، دونوں خاندان میں سے ایک ایسے فرد کا انتخاب کیا جائے جس میں فیصلہ صَادر کرنے کی صَلاحیّت بھرپور ہو، یہ بات واضح ہے کہ ایسے پُرخُلوص اور دیانت دار افراد کا چناؤ کیا جائے جو ذِی علم بھی ہوں اور ذی فہم بھی، اور باہمی مشورہ کر کے فیصلہ کرسکیں، اس آیت کریمہ سے اہلِ فقہ نے یہ نتیجہ اَخذ کیا ہے زَن و مرد کے تنازعات کے علاوہ بھی، دوسرے اختلافی مسائل رجھگڑے میں بھی حَکمین (فیصلہ کرنے والے) کا تقرّر کیا جاسکتا ہے مُناسب طریقہ کار تو یہ ہے کہ عدالت میں رجوع کرنے کے بجائے باہمی مشاورت سے فیصلہ کرلیا جائے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عدالتی فیصلوں کے بجائے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ پنچایتی فیصلے ہوں، یہ تسلیم کہ عدالتی فیصلے سے معاملات تو طے ہو جاتے ہیں مگر دل میں کدُورت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اگر اُن کے دلوں میں مَصالحت کی آرزو ہے تو باری تعالیٰ کی توفیق سے بہتری کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا ہو جاتی ہے، اگر زَن و مرد دونوں فریقین کا اِرادہ صُلح وصفائی کا ہوگا تو اللہ تعالیٰ موافقت کردے گا۔

آیت ۳۶ میں وضاحت کے ساتھ اظہارِ بیان ہے کہ اب تم سب اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو، اللہ جَلّ شانہٗ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نہ اس کی ذات میں اور نہ اُس کی صفاتِ کاملہ میں، آپ کو تو علم ہے اسلام نے اصلاحِ اَحوال کی اَساس ایمان کو قرار دیا ہے دل میں خوفِ باری تعالیٰ ہو اور تقوی کی دولت نصیب ہو، یہ امن کی علامت بھی ہے اور سکونِ قلب اور راحتِ جان کا مُوجب بھی، حقوق اللہ کی ادائیگی ایک نعمت ہے یہ بات ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حقوق اللہ کے بعد روئے زمین میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے اِس آیتِ کریمہ میں والدین کے ساتھ حسنِ سُلوک کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اس کے بعد عزیز و اقارب، یتیموں، مساکین، پڑوسی، مسافر، اور ہم مجلس اور غلام اور کنیز کے حقوق کی خبرگیری کرنے کی تلقین ہے۔ آپ کا ہمسایہ خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی ہر حال میں اس سے حسنِ سلوک کیا جائے، اُن کے ساتھ احسان کا برتاؤ اختیار کرو، تکبّر اور بُخل، فَخر و غرور باری تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''وہ شخص بہشت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی کِبر ہوگا'' (بحوالہ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ)

مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا جو ہو تکبّر کرنے والا، اور فخر کرنے والا، فَخُوْرٌ سے مراد ایسا شخص جو اپنی تعریف، توصیف وثناء بیان میں ہمہ تن مصروف رہے، اور اُس کا کام ہی یہ ہو کہ ہمہ وقت اپنے وصف اور کمالات کا ذکر کرتا رہے آخر آیت میں اُن

دونوں بیوں کا ذکر اس لئے بیان کیا گیا کہ ایسا شخص کسی کے ساتھ عنایت، محبت اور شفقت سے پیش آنے میں اپنی توہین سمجھتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کے حضور سر نیاز جھکانے اور تسلیم و رضا کے شوق سے محروم رہتا ہے حقیقت تو یہ ہے متکبر اور مغرور انسان کو صحیح معنوں میں نہ حقِ عبادت کی توفیق ملتی ہے اور نہ اس میں یہ صَلاحیت ہوتی ہے کہ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اہتمام اور انصرام کر سکے۔

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ایسے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جو بُخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بُخل کی ہدایت کرتے ہیں جو کچھ ربِّ جلیل نے انہیں دیا ہے اس کو پُوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں بِالْبُخْلِ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق عمومی طور پر حقوق کے اندر کوتاہی کرنے کے معنوں میں آتا ہے لیکن اس آیت کے شانِ نُزول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بُخل کا لفظ عام معنیٰ میں مستعمل ہے جو بُخل بالمال اور بُخل بالعلم دونوں میں مستعمل ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت میں کنجوسی کرتے ہیں اور علم اور ایمان کے معاملات میں بخیل ہوتے ہیں، ایسے لوگ در حقیقت نعمتِ باری تعالیٰ سے محروم ہوتے ہیں اور اُن کے لئے ذِلّت آمیز عذاب تیار کیا گیا ہے گویا اس آیتِ مبارکہ میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو بھی اہلِ ضرورت سے مخفی رکھنا ممنوع و مذموم ہے گویا جو علم پر دَسترس رکھتا ہے اور لوگوں کو فیضِ علم سے فیض یاب نہیں کرتا اور پیامِ حق پہنچانے میں بُخل کرتا ہے اس کے لئے بھی دردناک عذاب تیار ہے۔

آیت ۳۴ تا ۳۷ کے اہم نُکتہ پر مطالعاتی نظر:

''نفس اِنسانی کے دونوں اطراف مرد و زَن کا مقام یہ ہے کہ قانونی نقطۂ نظر سے انسانیت میں دونوں یکساں ہیں۔'' (بحوالہ کتاب: انسانی حقوق، از عبدالواحد وانی) ربِّ جلیل مرد و عورت دونوں کو اپنے اپنے اعمال پر پوری جزا دے گا اللہ کا حکم یہ ہے کہ خاندان کے قوّام اور سربراہ مرد ہو گا اس میں تنظیمی صَلاحیتیں زیادہ ہیں، دوسرے مرد کی ذمّہ داری ہے کہ وہ خاندان کی معاشی ضروریات کا کفیل ہے اسلامی معاشرہ نے مرد و زَن دونوں پر فرائض عائد کرتے وقت دونوں کے عدل و انصاف کو ملحوظ رکھا ہے حق تعالیٰ نے لوگوں کو مرد اور عورت کی شکل میں پیدا کیا ہے پھر ان کا جوڑا بنایا تو گیتی کا کائنات کو جوڑے جوڑے بنا دیا، جمادات تک جوڑے جوڑے ہیں اگر چہ مرد عورت کا نگراں کار ہے لیکن اس کی نگرانی عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کے حق میں محروم نہیں کرتی اسلام یہ اجازت نہیں دیتا کہ عورت کی جانب سے بغاوت اور سَرکشی شروع ہوتے ہی تم اس کی سَرکشی اور نفرت کے سامنے ہتھیار ڈال دو بلکہ دونوں کے مابین مصالحت کرنے کو کہتا ہے تا کہ زوجین کے درمیان تعلّقات میں کشیدگی میں کمی آئے اگر ثالثوں کے دلوں میں اخلاص ہے تو باری تعالیٰ دونوں کو اصلاحِ اَحوال کی توفیق دے گا'' وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ '' تم سب اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ پوری زندگی میں بندگی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی کی جانی چاہئے اور یہ کہ اسلام صرف عقیدے اور چند نظریات کا نام نہیں۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن، سید قطب شہیدؒ)

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

اور جو لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں محض دکھاوے کے لئے، نمود و نمائش کی خاطر، اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر جن کا ایمان نہیں، ایسے لوگوں کا ہم نشین/مصاحب شیطان ہوگیا اور شیطان جس کا رفیق/ساتھی ہوا اُسے بہت ہی بُری رفاقت میسّر آئی، پس وہ تو بہت بُرا ساتھی ہے۔ (۳۸)

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

اور اُن کا کیا نقصان ہوا، اگر یہ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لاتے اور ایمان رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے، اور اللہ تعالیٰ کو خوب اُن کی خبر ہے۔ (۳۹)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

بے شک اللہ کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اگر کوئی معمولی سی نیکی بھی کرلے تو تو اسے دوگنی (دوچند) کردیتا ہے، اور اپنے پاس سے بڑا اَجر/ثواب دیتا ہے۔ (۴۰)

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

پس کیا حال ہوگا اُن سَرکشوں کا! جب ہم ہر اُمّت سے ایک گواہ لائیں گے، اور اے حبیب ﷺ! ہم لے آئیں گے آپ ﷺ کو ان سب پر گواہ۔ (۴۱)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

جن لوگوں نے کُفر کیا، اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی، وہ اُس دن آرزو کریں گے، کاش اُنہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر/ہموار کردی جائے/زمین بوس کردیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ رکھنا اُن کے بس میں نہ ہوگا۔ (۴۲)

الفاظ و معانی آیت ۳۸ تا ۴۲

﴿ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ﴾ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں یہاں معنی اور مفہوم کے اعتبار سے متکبّرین کی ایک اور صفت بیان کی جارہی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود بھی خرچ نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی بخل کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔
﴿ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ ﴾ اپنا مال اور متاع نمود و نمائش کی خاطر صرف کرتے ہیں ﴿ يَكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا ﴾ شیطان جن کا مصاحب/رفیق اور ہم نشین ہو جائے۔ ﴿ اِنْ تَكُ ﴾ اگر وہ ہو۔ ''كَانَ، يَكُوْنُ'' سے قواعد کے مطابق مضارع واحد مؤنث غائب اصل میں ''اِنْ تَكُنْ'' تھا خلافِ قیاس کثرت استعمال کی وجہ سے نون کو حذف کردیا۔ (بحوالہ قاموس القرآن)
﴿ يُضٰعِفْهَا ﴾ دوگنا کردے گا۔ ﴿ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ ﴾ اور بھلا اُن پر کیا اُفتاد ہوگی اگر یہ کوئی ربّ کے عطا کردہ مال و متاع کو خرچ کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانے کیوں سَرکش بن کر آخرت کی رُسوائی اپنے ذمّے لے رہے ہیں۔
﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ بے شک ربِّ جلیل کسی کے اعمالِ حسنہ کی نیکی اور جزائے خیر میں ذرّہ برابر بھی کمی نہیں

کرتا بلکہ اپنی جانب سے اس میں اور اضافہ کرتے ہیں اور یوم آخرت زیادہ ثواب بڑھا کر سرفراز فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے خطا پر سزا تو ملے گی مگر اطاعت کے اجر کوئی گُنا بڑھا دیا جاتا ہے جس کے بارے میں علم ہے کہ کم سے کم دس گُنا اُجر ملتا ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں یہاں پر لفظ ''ذرّۃ'' جو آیا ہے اس کا معنیٰ تو ایک سرخ چیونٹی، ریت کا ذرّہ اس کی جمع ذرّات، اہلِ عرب کم وزن اور کمتر ہونے کی صورت میں اس کو بطور مثال پیش کیا کرتے ہیں۔ ﴿مِثْقَالَ﴾ ہم وزن کے معنی میں آتا ہے اس کی جمع ''مَثَاقِيْل'' ہے۔

بعض حدیث کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کا اُجر بیس (۲۰) لاکھ گُنا سے بھی زیادہ ملتا ہے اور بعض اُجر وثواب میں اپنی رحمتِ بے پایاں سے اس قدر عطائے خیر کر دیتے ہیں کہ اس کا کوئی شمار نہیں۔

﴿وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ﴾ اور عطا کرتا ہے اپنے پاس سے اُجرِ عظیم، مفہوم کو اس طرح سمجھئے کہ یوم قیامت اَنبیاءؑ اپنی اپنی اُمتوں کے اَعمال اور اَحوال پر گواہی دیں گے اور حضور پُر نور انبیائے کرام علیہم السلام کی گواہی کی درستگی کی شہادت دیں گے رسول اللہ ﷺ اپنے ہر اُمتی کے چہرہ اور اس کے اَعمال کو پہچانتے ہیں اسی علم کامل کی روشنی کے مُوجب حضور اکرم ﷺ روزِ قیامت سب کے گواہ ہوں گے۔ (بحوالہ القرطبی)

﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ اِس روز تمنا کریں گے جو کافر ہوئے، نافرمان کی بھی یہ خواہش ہوگی اے کاش! انہیں مٹی میں ملا دیا جائے اور ان کا نام ونشان تک نہ رہے تاکہ حساب وکتاب اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہو جائیں، ذرا غور فرمایئے کیسی تمنا کریں گے۔ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں اس آیت مبارکہ میں روزِ محشر کافروں کی بدحالی اور زبوں حالی کا تذکرہ ہے یوم محشر جب کُفار اِس منظر کو دیکھیں گے تمام جانور ایک دوسرے کے ظلم وستم کا بدلہ لینے کے بعد مٹی بنا دیئے جائیں گے تو ان کو حسرت ہوگی اور آرزو کے خواہش مند ہوں گے کاش! ہم بھی مٹی ہو جاتے اس کا وضاحت کے ساتھ بیان آیت نمبر ۴۰ سورۃ النبا پارہ ۳۰ عَمَّ میں آیا ہے:

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا

اور کافر چیخ پڑیں گے، ہائے میری کم بختی، کاش میں مٹی ہو گیا ہوتا

یعنی جب کافر اپنے لئے المناک عذاب کا مَنظر اور پَسِ مَنظر دیکھے گا، تو تمنا کرے گا، بعض مُفسّرین کا خیال ہے کہ ربِّ جلیل حیوانات کے مابین بھی، عدل ومساوات کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں گے یہاں تک کہ ایک سینگ والی بکری نے بے سینگ جانور پر کوئی ظلم رزیادتی کی ہوگی تو اس کا بھی بدلہ دیا جائے گا اور بعد میں رب کی جانب سے حکم ہوگا مٹی ہو جاؤ لٰہذا وہ مٹی ہو جائیں گے اور اس وقت کافر کی بھی تمنا ہوگی اے کاش! وہ بھی حیوان ہوتے اور آج مٹی بن جاتے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ اور نہ پُوشیدہ رکھ سکیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات! مفہوم یہ ہے کہ کُفار اپنے عقائد اور اعمال کے بارے میں کوئی بات نہ چُھپا سکیں گے اُن کے اعضاء، ہاتھ، پاؤں اقرار کریں گے، انبیاءؑ شہادت دیں گے اور اعمال نامہ میں سب کچھ موجود ہوگا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۸ تا آیت ۴۲

آیت ۳۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے صرف اور صرف اللہ کی رضا مقصود ہو، نمود ونمائش اور ریا کاری کا عُنصر مطلق نہ ہو، اس بات کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے کہ لوگوں کو میری نیکی کا علم ہو جائے بہتر تو یہی ہے کہ صرف اللہ کو معلوم ہونا ہی کافی ہے یہ تو حقیقت ہے کہ اللہ پر بندے کا ہر فعل، عمل ونیت ظاہر ہے جو خالص اللہ کے لئے ہے لوگوں کو دکھانے اور بتانے کے لئے عمل کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کا ساتھی، مُشیر اور ہم نشین شیطان ہے یہ بڑا مصاحب ہے یہ ایسے مشورے دیتا ہے جس سے دونوں عالم میں رسوائی ہے۔

آیت نمبر ۳۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اُن کافروں کا کچھ بھی تو نقصان نہ تھا اور وہ کُفر کے بجائے اللہ پر ایمان لاتے اور یومِ آخرت پر یہ کُلّی طور پر ایمان لاتے اور بُخل کی راہ اختیار کرنے کے بجائے اور ریا کاری اُپنانے کے بجائے اپنا مال ومتاع اللہ کے راستے پر صرف کرتے بلکہ ایمان باللہ ہی وہ نعمت ہے جو زندگی کو آسان کر دیتی ہے ایمان بالآخرت ہی انسانی معاشرہ کی اصلاح کی اَساس ہے کیا آپ کو خبر نہیں، اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اور ایقان نہ ہو تو کارزارِ ہستی اور زندگی جہنّم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ ذرا دیکھئے تو سہی مغرب کا معاشرہ اور تہذیب نو کے مَتوالے، اُن کے پاس سب کچھ ہے، اقتدار ہے حکومت ہے اور وسائل کو بروئے کار لانے کے اسباب میّسر ہیں مگر جرائم پر قابو نہیں پایا جا رہا ہے معاشی زندگی اور معاشرتی اُمور میں تضاد اور نفرت کی فضا ہے اُن کی تمام تر کاوش مٹی کی طرح بکھر رہی ہے سکون اور راحت کا سامان میّسر نہیں ہے یوں سمجھئے کہ ایمان کے بغیر اور اطاعت باری تعالیٰ سے گریز کوئی انسانی کوشش مثبت نتائج پیدا کرنے سے قاصر ہے۔

اِس گُفتگو کا ماحصل یہ ہوا کہ اسلام انسانیت کی ضرورت ہے اسلام، معاشرہ کو بھر پور راحت سے پُر باعزّت زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے اسلامی تعلیمات انسان کو ایسا شُعور اور آگاہی عطا کرتی ہیں کہ انسان بھلے اور بُرے میں تمیز کر سکتا ہے اِسلامی تعلیمات نے موت اور مابعد الموت کو بھی آسان تر کر دیا ہے پھر ایمان کو نہ ماننے والے لوگ کس قدر نادان ہیں بھلا ان پر کیا آفت آجاتی! اگر یہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے اُن کی نیکی کا حال پُوشیدہ نہ رہ جاتا، ایمان کی راہ تو اُن لوگوں کو اختیار کرنے میں کچھ بھی تو اُلجھن اور تکلیف نہیں جانے پھر کیوں وہ نافرمانی اپنا کر آخرت کا عذاب اور تباہی اختیار کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں اسی کا صلہ اُن کو ملے گا جس قدر لطیف بات ہے کہ وہ لوگ اپنا مال جان کر اپنی رضا سے جس طرح چاہتے ہیں مال خرچ کرتے ہیں اُن کو کرنا تو یہ چاہیے تھا کہ اس مال ومتاع کو اللہ تعالیٰ کا مال سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق عمل پیرا ہوتے۔

آیت نمبر ۴۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر غفلت شعار، کوتاہ اَندیش اور ناداں باری تعالیٰ پر ایمان لاتے اور روزِ قیامت پر یقین رکھتے اور راہِ حق میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے صرف کرتے راہِ فیاضی اور سخاوت اختیار کرتے مساکین اور غُرباء کی معاونت کرتے تو ربِّ جلیل اُن کے مال میں برکت عطا کرتا اللہ تعالیٰ کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا کسی کے حق کو ضائع نہیں کرتا ان کافروں پر جو عذاب نازل ہوگا عین عدل اور اُن کی بداعمالی اور گمراہی کا صلہ ہوگا اگر ذرّہ بھر کسی کے ساتھ نیکی کی ہوگی تو بے شک اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی عدالت میں اک ذرّہ برابر کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے

دوچند کرتا ہے اور اپنی طرف سے اس قدر عظیم اَجر عطا فرماتا ہے کہ انسان تو اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا لیکن وائے ناکامی! کارواں سے احساسِ زیاں جاتا رہا کہ مصداق شیطان کی سنگت نے انسان کو گمراہ اور زیاں کار بنا دیا ہے۔

آیت نمبر ۴۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان نادانوں کو خبر ہی نہیں کہ ان کافروں پر کیا اُفتاد پڑے گی جب ہر اُمّت سے گواہ کھڑا کیا جائے گا اور تمام اَنبیاء اپنی اپنی اُمت کے کافروں کے کُفر و فسق کی گواہی دیں گے اور وہ شہادت دیں گے اے اللہ! ہم نے اطاعت کا پیغام واضح طور پر اپنی قوم کو دے دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں انہوں نے ہماری بات نہیں مانی، بھلا اس میں ہماری کیا کوتاہی! پھر رسول اللہ ﷺ ان سب کی شہادت دیں گے! حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اِس آیتِ مُبارکہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے توقف کرنے کو کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف فضائلِ القرآن)

آیت نمبر ۴۲ میں واضح طور پر بتایا جارہا ہے کہ آخرت میں سَرکش اور کُفار کو ایسی پریشانی اور پشیمانی ہوگی کہ اِس کیفیت میں کہیں گے اے کاش زمین دھنس جائے پھٹ جائے اور وہ زمین بوس ہو جائیں تاکہ ایک بڑے عذاب سے انہیں نجات مل جائے، اے کاش ہم مَعرضِ وجود میں نہ آتے تو ہم حساب و کتاب کی گرفت سے نجات پاتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پُوشیدہ رکھنا اب اُن کے بس میں نہیں۔

آیت ۳۸ تا ۴۲ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں نہ ہی یومِ آخرت پر، سچ تو یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق رساتھی ہوا اُسے بہت ہی بُری رفاقت ملی، رَبّ کی ذات کراہیت اور محبت کے انفعالات سے پاک ہے فخر، غرور، بُخل، دکھاوا، نمود و نمائش، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے انکار، انکارِ آخرت، شیطان کی ہم نشینی اور اس کا اِتباع اِن بُرائیوں کی سزا تو توہین آمیز عذاب ہے۔ آخر ان لوگوں پر کیا آفت آجاتی ہے، اُن کا کیا نقصان ہوتا! جس کی بابت اِنفاق کرنے سے ڈرتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تو انعام پاتے، اَجر پاتے، اللہ تعالیٰ تو ذرّہ برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا پھر اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے دولتِ ایمان جمع نہیں کیا انہوں نے کُفر اور بداعمالی کو اپنایا اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب حق تعالیٰ ہر قوم سے اس قوم کے خلاف ایک گواہ لائیں گے اور محمد ﷺ اُمّتِ مسلمہ پر شہادت دیں گے یہاں قیامت کا منظر صاف صاف آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے یہ لوگ خالق کے حضور پیش ہوں گے اپنے غرور اور تکبّر کے ساتھ، اب وہ دن ان کے سامنے ہے جس پر ان کا یقین نہ تھا، پھر اسی رسول کی موجودگی میں انصاف ہوگا جس کا انہوں نے انکار کیا تھا شرمندگی اور ندامت سے اُن کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنے گُناہوں کا اعتراف کریں گے وہ اِس وقت تمنا کریں گے، اے کاش! زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۴۳

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم نشے میں سرشار ہو، تو نماز کے قریب نہ جاؤ، جب تک کہ اپنی بات، جو زبان سے کہتے ہو سمجھنے نہ لگو، اور اسی طرح حالتِ جنابت میں بھی نماز کے پاس مت جاؤ جب تک کہ غسل نہ کرلو، البتہ ایسی حالت میں چلتے ہوئے راستے میں نماز کی جگہ سے مجبوری کے باعث گزرنا پڑے تو اور بات ہے، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو رمباشرت کی ہو، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اور اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر اور اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیر ورمَسح کرلو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ (۴۳)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝۴۴

بھلا تم لوگوں نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا! جنہیں کتاب کے علم کا کچھ حصّہ دیا گیا تھا، وہ گمراہی کو مول لے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ رتم بھی ٹھیک راستے کو چھوڑ دو۔ (۴۴)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاۗىِٕكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ڭ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝۴۵

اور اللہ تعالیٰ خُوب واقف ہے، تمہارے دشمنوں سے! اور تمہاری حمایت کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اللہ تعالیٰ نگہبانی کے لئے اور مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔ (۴۵)

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۴۶

کچھ لوگ جو یہودی ہیں جو کلمات کو بے ڈھب کر کے اُس کے رُخ کو بدل دیتے ہیں، اُس کی اصل جگہوں سے راور زبان کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں، ہم نے سنا، اور ہم نے نافرمانی کی رمانیں گے نہیں، اور تو ہی سن کہ سنایا جائے اور کہا ''راعنا'' موڑ کر بَل دیتے ہوئے اپنی زبانوں کو، دین میں عیب لگاتے ہیں اور طعنہ زنی کرتے ہیں، اور اُن کے بہتری تو یہ تھی کہ وہ کہتے کہ ہم نے سن لیا، باری تعالیٰ کا کلام اور تسلیم بھی کرلیا، اور ہماری عرض سنیئے اور نگاہِ عنایت کیجئے! تو اُن کی بات ٹھیک ہوتی، لیکن اُن کے کُفر یہ کلمات کے سبب، اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کردی، پس ان میں بہت کم تھوڑے لوگ ایمان لائیں گے۔ (۴۶)

الفاظ و معانی آیت ۴۳ تا ۴۶

﴿ لَا تَقْرَبُوا ﴾ قریب مت جاؤ۔ ﴿ سُکٰرٰی ﴾ نشے میں۔ ﴿ سُکَارٰی ﴾ سُکْر مست ﴿ وَلَا جُنُبًا ﴾ اور نہ جنابت کی حالت میں۔ ﴿ الصَّلٰوۃَ ﴾ نماز کے، اس کا مفہوم یہ سمجھئے کہ بعض علماء اور مفسرین جن میں امام شافعیؒ بھی شامل ہیں الصلوٰۃ سے مراد مسجد لی ہے، بعض علماء نے صلوٰۃ سے مراد نماز ہی لی ہے۔ ﴿ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ﴾ یہاں تک کہ غسل کر لو۔ ﴿ صَلٰوۃَ ﴾ صَلّ تو نماز پڑھ صَلَّی اس نے نماز پڑھی۔ صَلٰوۃ نماز میں پاکی بیان کرنا۔ امام راغبؒ نے لکھا الصلوٰۃ کے معنی دعا اور تحریک اور تمہید ہے۔ ﴿ مَا تَقُوْلُوْنَ ﴾ جو تم کہتے ہو زبان سے۔ آیتِ کریمہ کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ جنابت کی حالت میں مساجد کے اندر مت جاؤ، اگر بحالتِ مجبوری گزرنا پڑے تو صرف گزرنے کی تو اجازت ہے لیکن مسجد میں قیام کی اجازت نہیں البتہ حالت سفر میں کوئی جنابت کی کیفیت میں ہو تو وہ تیمّم کر کے بلا غسل نماز ادا کر سکتا ہے۔ ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ ﴾ اور اگر تم حالت بیماری میں یا حالتِ سفر میں ہو۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان بیماری میں مبتلا ہے اور اُسے خدشہ ہو کہ اگر میں نے غسل کیا، وضو کیا تو بیماری میں قدرے اضافہ ہو جائے گا تو بتایا گیا کہ ﴿ فَتَيَمَّمُوْا ﴾ تیمّم کر لو ❶، اور اگر مسافر ہے اور غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی کا ملنا آسان نہیں دشوار ہے تو تیمّم کر لے۔ ﴿ الْغَآئِطِ ﴾ رفعِ حاجت۔ ﴿ عَابِرِیْ ﴾ عبور کرنے والا، اِس کا واحد عَابِرٍ ہے ﴿ صَعِيْدًا ﴾ دھول، زمین کی مٹی، روئے زمین میں سطح زمین۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ موقع محل سے۔ ﴿ غَيْرَ مُسْمَعٍ ﴾ نہ سنائے جاؤ۔ ﴿ رَاعِنَا ﴾ ہماری سمت متوجہ ہوں۔ ﴿ رَاعِينَا ﴾ ہمارا چرواہا، قواعد کے مطابق اِسم ہے ﴿ غَيْرَ مُسْمَعٍ ﴾ جو مفہوم کے طور پر مستعمل ہے دعا کے لئے گویا کوئی ناگوار گفتگو آپ کو سُنی نہ پڑے تاکہ راعنا ہو جائے۔ اور بددعا کے لئے بھی تاکہ آپ کچھ سُن سکیں اس وقت لچک دیتے ہیں۔ ﴿ لَيًّا ﴾ زبان پھیرنا ﴿ اَقْوَمَ ﴾ برموقع۔ ﴿ يُحَرِّفُوْنَ ﴾ بدل دیتے ہیں کلمات کو۔ ﴿ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ یہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں چونکہ یہود کلمات کی تبدیلی کرتے، اس لئے اُن کو مفید، راست بات سمجھ نہیں آتی، اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے مگر چند لوگ خباثت اور شرارتوں سے محفوظ رہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی لعنت سے بچتے رہے یہود میں سے ایمان لانے والوں کی گنتی دس تک بھی نہیں پہنچی ، کم ہی ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے دیگر رفیق، مؤمن پر لازم ہے کہ سب باتوں پر ایمان لایا جائے۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۳ تا ۴۶

آیتِ کریمہ ۴۳ میں اظہارِ بیان وضاحت کے ساتھ یہ ہے کہ اہلِ ایمان کو تاکید اور تنبیہ ہے کہ جب تم کیفیت نشہ سے سرشار ہو تو نماز کے قریب بالکل نہ جاؤ! حالتِ نشہ میں سُود و زیاں کی خبر نہیں ہوتی، نفع نقصان کا احساس نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اس قدر احتیاط لازم ہے کہ جب تک حواس درست نہ ہو جائیں اور جو لفظ زبان سے ادا ہو، اُس کی سمجھ نہ آ جائے اس وقت تک نماز ادا نہ کی جائے، اسی طرح حکم ہے کہ حالتِ جنابت میں پہلے غسل کیا جائے جو فرض ہے اس کے بعد نماز کا اہتمام کیا جائے البتہ

❶ ...... تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار ہاتھ زمین پر مار کر کلائی تک دونوں ہاتھ ایک دوسرے پر پھیرے اور پھر چہرہ پر بھی پھیرے۔ قَالَ فِي التَّيَمُّمِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ (بحوالہ مسند احمد) جب پانی نہ دستیاب ہو سکے تو زمین کی مٹی ہماری پاکیزگی کا ذریعہ ہے تُربتها لَنَا طهورٌ اذا طر نجر الماءِ (بحوالہ صحیح مسلم کتاب المساجد)

سفر کی حالت ہو اور پانی دستیاب نہ ہو تو تیمّم کیا جائے رفع حاجت کے وقت یا زوجہ سے صحبت / جماع کیا ہو، اور پاکی کے لئے پانی نہیں مل رہا ہو تو یا ایسی بیماری میں مُبتلا ہو جس کی بناء پر مرض بڑھ جانے کا احتمال ہو تو ایسی صُورتوں میں تیمّم کی اجازت ہے۔

یہ کتنا بڑا اعزاز اور انعام ہے باری تعالیٰ کا تین صفات اس اُمّت کی خصُوصیات ہیں۔

اوّل...... یہ کہ ساری زمین کو مسجد / سجدہ گاہ قرار دیا گیا۔

دوم...... یہ کہ اِس کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں۔

سوئم...... یہ کہ مٹی سے تیمّم کرنے کی اجازت عطا ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیق ؓ شریکِ سفر تھیں اِس دوران حضرت عائشہؓ کا ہار گر گیا آپ ﷺ نے قیام کا حکم دیا، اور ہار کی تلاش شروع ہوئی وہ جگہ ایسی تھی جہاں پانی کا ملنا مُشکل / محال تھا، لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کہا نماز کا وقت ہوا چاہتا تھا اور قُرب و جوار میں میں پانی دستیاب نہیں ہے، وہ سیدہ عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے، نبی اکرم ﷺ اُن کی گود میں سر مبارک رکھے سو رہے تھے حضرت صدیق اکبر ؓ نے اپنی صاحبزادی سے کہا "تم نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر مسلمانوں کو ایسی جگہ ٹھہرا دیا، جہاں پانی بھی وضُو کے لئے دستیاب نہیں" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں خاموش تھی کہ کہیں سرکارِ دو عالم ﷺ کی نیند ❶ میں خلل نہ آجائے، آپ ﷺ پر وحی کی کیفیت وارد ہوئی آنکھ مبارک کھلی تو تیمّم کے حکم کی اجازت مل چکی تھی جس پر صحابۂ کرام ؓ نے کہا اے آلِ ابوبکر ؓ یہ آپ کی برکات ہیں کہ تمام اُمّت کو آسانی میسّر آگئی۔

اِس آیتِ کریمہ میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر کوئی ایسا عذر ہو جائے کہ پانی دستیاب نہ ہو، پانی کے استعمال سے معذوری ہو، اور طہارت کا حصُول لازمی ہو جائے تو ایسے وقت میں زمین سے تیمّم کرنے کی اجازت ہے، تیمّم کی صُورت یہ ہے کہ پاکیزہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے، پھر چہرے پر اچھی طرح مل لیا جائے، پھر دونوں ہاتھ مار کر دونوں ہاتھ کو کہنیوں تک مل لے، کون نہیں جانتا! خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں عصیان، گُناہوں اور دیگر خرابیوں سے بچاؤ ہے۔

آیت ۴۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے یہود و نصاریٰ کو آسمانی کتابوں سے یعنی کتاب اللہ سے حصّہ عطا ہوا، لیکن وائے رے قسمت! انہوں نے اس نعمت کی قدر و منزلت نہ کی، اور مال و مَتاع کی طلب میں سَر گرداں رہے، انہوں نے اُن پر عمل کرنے میں تغافل برتا، اور اپنی خواہشات کے تابع ہو گئے، مانا کہ کتاب کے ساتھ ایمان کا دعویٰ تو برقرار رکھا مگر عملی زندگی میں کتاب سے اِکتسابِ فیض حاصل نہیں کیا، کتاب اللہ کے کلمات میں تبدیلی کے مُرتکب ہوئے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کتاب جو سراپا راہِ ہدایت تھی اس کی اطاعت سے نکل کر گُمراہی کی روش اختیار کی، صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی خواہش تو یہ تھی کہ دوسرے لوگ بھی اُن کے ساتھ مل جائیں۔

آیت نمبر ۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہیوں تو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا ہی دَم بھرتے اور اُن سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے، مگر حقیقت اس کے بر عکس رہی، یہ تمہارے بدترین دشمن ہیں اُن کو اپنا دوست اور مددگار مت جانو، یہ تو درحقیقت

❶ ......جس طرح نشہ کی کیفیت میں نماز حرام ہے بعض مفسرین قول نقل ہے کہ جب نیند کا غلبہ ہو جائے اور زبان و بیان پر آدمی کو قابو نہ ہو تو اس حالت میں نماز کی ادائیگی درست نہیں، حدیث میں ارشاد ہے "اگر تم میں سے کسی کو صلوٰۃ میں اُونگ آنے لگے تو اُسے کچھ دیر کے لئے سو جانا چاہیے ورنہ نیند کی حالت میں وہ سمجھ نہیں سکے گا اور بجائے استغفار کے اپنے آپ کو گالی دینے لگ جائے گا" (بحوالہ قرطبی)

تمہیں راہِ حق سے ہٹانے کی فکر میں کوشاں ہیں، اُن کے فریب میں آنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ باری تعالیٰ تمہارے دشمنوں سے واقف ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہاری نُصرت، حمایت اور مدد کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ کے اَحکامات کی پیروی کو اپنا شعارِ زندگی بناؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہود و نصارٰی کی عداوت پر خبردار کیا تو تمہیں چاہیے اُن سے بچتے رہیں اور جس کا کارساز باری تعالیٰ ہو بھلا اس کو کیا خوف! کیا خطرہ! کیا اَندیشہ سُوزیاں۔

آیت ۴۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہود میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو کچھ تورات میں نازل ہوا، اس میں اپنی خواہش کے مطابق تحریفِ لفظی اور معنوی کرتے اور الفاظ کو اُن کے محل سے پھیر دیتے ہیں، تصنع، بیباکی، گستاخی اور کتاب اللہ میں اپنی مرضی کے لحاظ سے ''نفسِ مضمون'' کی تبدیلی اور مَن مانی تاویل یہود کی صفت بن گئی، رسالت مآب ﷺ جب کوئی حکم سناتے تو یہود کا جواب ہوتا ''ہم نے سن لیا'' اس کا مطلب تو یہ معلوم ہوا ہم نے تسلیم کر لیا، لیکن دھیمے لہجے میں کہتے ''ہم نے قبول نہیں کیا'' ہم نے کانوں سے صرف سماعت کی ہے اور دل و زبان سے اقرار نہیں کیا، ایسے کلمات زبان سے یہود ادا کرتے جو ذُو معنی ہوتے، ایک طرح سے یہ دعا اور تعظیمی کلمات ہوتے، تو دوسرے معنی کے اعتبار سے تحقیر اور بددعا کی جسارت تو دیکھئے برملا کہتے غَيْرَ مُسْمَعٍ تیری بات نہ سنی جائے۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۰۴ میں ارشادِ ربّی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ

اے اہلِ ایمان! راعنا نہ کہو، بلکہ اُنظرنا کہو! گویا ہماری طرف دیکھئے اور سنتے رہا کرو

آیت نمبر ۱۰۴ میں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا جس کا مفہوم ہم نے سنا اور تسلیم کیا، اس کے بجائے سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا کہتے جس کے معنی ہوئے سنا مگر تسلیم نہیں کریں گے۔ عَصَيْنَا کا مفہوم ہے ہم نے نہیں مانا، لفظ زبان کو مروڑ کر اس طرح ادا کرتے سننے والا اَطَعْنَا سمجھے لیکن کہتے وَعَصَيْنَا اس شرپسندی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں ملعون قرار دیا۔

آیت ۴۳ تا ۴۶ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

یہ بھی اس اُمّتِ مُسلمہ کی تربیّت کی ایک اہم کڑی ہے جسے اسلامی طرزِ زندگی نے جاہلیت کی تاریکی سے نکال کر سربلند کیا، شراب نوشی اس وقت ایک عام اور بنیادی عادت تھی آج بھی تہذیبِ نو کے دعوٰی دار امریکہ اور مغربی تہذیب کے ممالک یورپ و برطانیہ میں جاہلیت عُروج پر ہے اور شراب نوشی ان کی ممتاز صفت ہے۔ ۱۹۱۹ء میں امریکہ نے قانون تحریم شراب نوشی پاس کیا اس قانون کو خشکی کا قانون بتایا گیا یہ قانون ۱۲ سال برقرار رہا ۱۹۳۲ میں منسوخ ہوا۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن، سید قطب شہید) قرآن نے واضح کیا کہ تم نشے کی حالت میں ہو، تو نماز کے قریب مت جاؤ، اسی طرح حالتِ جنابت میں نماز مت پڑھو جب تک کہ غُسل رتیمّم نہ کر لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی کہ وہ اہل یہود کو ضلالت سے دُور رکھیں لیکن قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ وہ ہدایت چھوڑ کر ضلالت کے خریدار بن گئے قرآن صراحۃً بتاتا ہے کہ یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں وہ تورات کی عبارتوں کو اس طرح بدلتے تھے کہ ان کے الفاظ کا مفہوم بدل جاتا وہ حضور ﷺ کی رسالت کے بارے میں تورات کے دلائل بدل دیتے۔ نتیجۃً یہ بات ثابت ہو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت برحق ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

اے وہ لوگو! جنہیں کتاب عطا کی گئی ایمان لے آؤ اُس کتاب پر جو ہم نے نازل کی جو تمہارے پاس کتاب ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اس سے قبل کہ ہم چہرے بگاڑ دیں /مسخ کردیں اور ان کو پُشتی کی طرف پلٹ دیں یا اُن پر لعنت کریں جس طرح ہم نے لعنت کی سنیچر/ہفتہ کے دن والوں پر، اللہ نے جو حکم صادر کردیا وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے۔(۴۷)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

یقینی طور پر اللہ نہیں بخشتا اُس کو، جو اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، اس کے سوا جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور جس کسی نے بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا، کسی کو بھی، گویا اُس نے گناہِ عظیم کا اِرتکاب کیا۔(۴۸)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا! جو اپنی پاکیزگی نفس خود ستائش کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ یہ تو اللہ کی شانِ کریمی ہے جسے چاہے پاکیزگی ستھرائی عطا فرمائے، کسی پر بھی کھجور کی گٹھلی کے ریشہ کے مساوی بھی ظلم /دھاگے کے برابر بھی /ذرّہ بھر نہیں کیا جائے گا۔(۴۹)

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

دیکھتے جایئے کہ یہ لوگ اللہ پر کس طرح افتراء/بہتان گھڑتے ہیں ان کو رسواء کرنے کے لئے یہ کھلا ہوا ایک گناہ ہی کافی ہے۔(۵۰)

الفاظ ومعانی آیت ۴۷ تا ۵۰

﴿ مُصَدِّقًا ﴾ تصدیق کرنے والی۔﴿ مَعَكُمْ ﴾ تمہارے پاس ہے۔﴿ نَطْمِسَ ﴾ مٹادیں گے ہم۔﴿ طَمَسَ ﴾ مسخ کرنا، مضارع ہے قواعد کے مطابق۔﴿ نَرُدَّ ﴾ لوٹاتے ہیں ہم فعل مضارع ''رَدَّ، يَرُدُّ''۔

﴿ فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ ﴾ پس اُن کو اُلٹ دیں پُشت /پیٹھ کی طرف، پلٹنے میں دو صُورت اشکال ہیں پہلی صُورتِ حال یہ کہ چہرے کے نقوش کو مٹا کر پورے مُنہ کو پیٹھ کی جانب اُلٹ دیں۔ دوسری صُورت احوال یہ ہوسکتی ہے کہ مُنہ کو گدی کی طرف نہ پھیرا جائے بلکہ گدی کی طرح صاف اور سپاٹ کردیا جائے۔(بحوالہ تفسیر مظہری، روح المعانی)

بعض مفسرین نے بتایا کہ 'طمس اور مسخ'' یہ عذاب قیامت سے پہلے یہود پر ہوگا۔ کسی چیز کے نام ونشان کو مٹادینا عربی زبان میں'' طمس '' کہلاتا ہے اور منہ کا حلیہ بگاڑ دینا ''طمس الوجه'' کہلاتا ہے۔ یہ اس کا لغوی مفہوم ہے اور اہل زبان صلاحیتوں کے ختم ہوجانے مسخ ہوجانے کو'' طمس '' کا نام دیتے ہیں، بعض مفسرین جن میں علامہ بیضاوی، قرطبیؒ، شامل ہیں اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ یہود جن کو اسلام کی تعلیمات کا علم تھا پھر وہ اسلام قبول

کرنے سے انکاری تھے انہیں بتایا جارہا ہے کہ اگر تم نے حق کو نہ اپنایا تو حق پذیری کی صلاحیت سے ہی قطعی طور پر محروم ہو جاؤ گے گویا چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے چہرے بے نور اور بے رونق ہو جائیں گے اور ''نَرُدَّھَا'' کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ انہیں مدینہ منورہ سے جلا وطن کر کے صحرائے سینا میں لوٹا دیا جائے گا۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

﴿ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ﴾ ہفتہ/سنیچر والے لوگ، اُن ہفتہ والوں پر لُعنت کی گئی، سورۂ البقرہ میں ان کا ذکر مذکور ہے ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں گے۔ ''اصحابِ سبت'' کا ذکر سورۂ اعراف پارہ ۹ قال الملاء میں ہے۔

'' لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ '' اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔ شرک کے تین درجے ہیں تینوں حرام ہیں۔

❶ ...... اللہ کے سواء کسی انسان یا شجر و حجر کو الٰہ تسلیم کرنا ''شرکِ عظیم'' ہے اور دورِ جاہلیت کے مُشرکین اسی شرک کے مُرتکب ہوتے تھے۔

❷ ...... شرک کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی کے بارے میں اعتقادِ غالب کر لیا جائے کہ وہ مستقل اور بالذات باریٔ تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کر سکتا ہے۔

❸ ...... تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی کو عبادت میں شریک کرنا، یہ ایک تو ریا کاری ہے اور شرک کی ایک قسم ہے، شرک ظلمِ عظیم ہے اس جرم کی بخشش نہیں ہوگی۔ (بحوالہ تفسیر الجامع الاظلال القرآن، تفسیر قرطبیؒ)

﴿ فَتِیْلًا ﴾ کھجور کی گٹھلی کے ریشہ کے برابر، فتیل، ذرّہ برابر، حقیر شئے کے لئے مُستعمل، قواعد کے مطابق اسم ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۷ تا ۵۰

آیت ۴۷ میں تخاطب اہل کتاب سے ہے بتایا جارہا ہے کہ اے اہل کتاب! تمہیں تو یہ تسلیم کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہونی چاہئے کہ جو کچھ سرکار دو عالم ﷺ پر نازل ہوا وہ تو اُن عقاید کی تصدیق ہے جس سے تم واقف ہو اور یہ سب کچھ تم پر نازل ہونے والی کتاب میں بیان کیا گیا ہے دعوتِ توحید کا ذکر عذاب اور ثواب و اجر کے بارے میں ذکر، اگر باریٔ تعالیٰ چاہے تو تمہارے کرتوتوں کے عوض سزا دے سکتا ہے، اس کے باوجود بھی تم رُوگردانی کرتے ہو یہ ایک ایسا جرم ہے کہ اگر باری تعالیٰ چاہے تو تمہارے چہرے بگاڑ دے یا ایسی لُعنت میں مُبتلا کر دے جس طرح سنیچر کے دن والوں کے ساتھ کیا تھا اُن کو مسخ کر کے جانور بنا دیا چنانچہ وہ گرفتار بلا ہو کر تباہی سے ہمکنار ہوئے اگر وہی جرم دوبارہ سَرزد ہوگا تو ایسی ہی سزا پھر مسلّط ہو سکتی ہے اللہ کے حکم کو کوئی بھی روکنے کا مجاز نہیں۔ اے اہلِ کتاب! قرآنِ حمید پر جس میں باری تعالیٰ کے اَحکامات مُصدق ہیں، اس سے قبل کہ ہم مٹا ڈالیں تمہارے چہرے کے نشانات، تمہاری شکلیں بدل دی جائیں اور تمہارے چہروں کو مطموس اور ہموار کر کے الٹ دیں پیچھے کی جانب اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں، ذرا دورِ جدید کے ستاروں پر کمند پھینکنے والوں کا حال تو دیکھئے اور لوگوں کی بداعمالی کے نتائج سامنے ہیں مردوں کو عورتوں کی شکل اپنانا اور عورتوں کو مردانہ حُلیہ اپنانا، یہ بھی تو ایک مسخ کی صُورت حال ہے یہ ایک ایسی لُعنت ہے دنیا جسے مَلعون کہتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام جن کا شمار یہود علماء میں تھا ملک شام سے واپس ہوئے یہ آیت سنی، تو اسلام لانے میں جلدی کی،

کیونکہ انہیں تورات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم تھی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں۔ اسی طرح حضرت کعب احبار اور دیگر یہود کے علماء نے جب سیدنا عمر فاروق ؓ سے یہ آیت سنی تو مسلمان ہو گئے۔ (بحوالہ کنز الایمان احمد رضا خانؒ)

آیت ۴۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ باریٔ تعالیٰ اپنی ذاتِ کمالات اور صفاتِ جلیلہ میں کسی کو شریک کرنے والے کی بخشش نہیں کرتا، اس کے لئے سزا پا کر بھی، کبھی عذاب تو کم نہ ہوگا اور نہ ختم ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ظلم عظیم ہے بلکہ انتہائی بڑا جُرم ہے شرک کسی بھی صُورت میں معاف نہیں ہے، مُشرک پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہشت حرام کر دی ہے سورۃ لُقمان پارہ ۲۱ اُتلُ مَآ اُوحِیَ آیت ۱۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا عظیم ظُلم ہے

غور کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ نیکی کا اساسی تصوّر یہ ہے کہ رَبِّ جلیل نے اُسے نیکی قرار دیا جس کی اساس ہی ایمان ہے جب ہم دعوٰی ایمان کے ساتھ عملی زندگی میں اللہ کی ذات کو "وحدہٗ لاشریک" نہیں مانتے اور اللہ کی فرمانبرداری اختیار نہیں کرتے تو یہ ہمارے دعوٰی کو کمزور کرتا ہے آیت زیرِ مطالعہ میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

ذاتِ باری تعالیٰ اور صفات کے بابت جو عقائد ہیں اسی نوعیت کا کوئی عقیدہ کسی مخلوق سے وابستہ رکھنا شرک ہے۔ حدیث مبارکہ میں شرک کو سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔

اَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ

کبیرہ گُناہوں میں بڑا گُناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے

علم میں شرک یہ ہے کہ کسی پیر یا بزرگ کے بارے میں یہ اعتقاد کہ ہمارے تمام حال کی اُس کو خبر ہے، عبادت میں شرک یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرنا، اللہ کے احکامات کے مقابلے میں کسی اور کے قول اور رسم کو اپنانا، کاروبار دنیا کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا۔ کسی کو یہ جان لینا کہ نفع ونقصان کا یہ مختار ہے کسی سے مرادیں طلب کرنا، یہ شرک کا وہ درجہ ہے جس کو اشراک فی التصرف کہا جاتا ہے کسی کے آگے سَر تسلیم خم کرنا یا کسی کے رُو برو جُھکنا، کسی مہ و سال کو منحوس سمجھ لینا۔

آیت ۴۹ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے " اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ " کیا تم نے اُن کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدّس بتاتے ہیں گویا اپنی مداح سرائی اور اپنے آپ کو عیبوں سے پاک ہونے کا دعوٰی قطعی جائز نہیں، اپنی خود سرائی میں مُبتلا ہونا کبر رغُرور میں شامل ہے جو بڑی ہلاکت کی علامت ہے فخر وغُرور انسان کو دو عالم میں رُسوا اور ذلیل کر دیتا ہے ذرا انسان کی بے بسی اور بے اعتنائی تو دیکھئے فخر وغرور میں سرشار ہو کر باطل کو حق اور حق کو باطل جاننے لگتا ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت زینب بنت سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا "تمہارا نام کیا ہے" اس وقت مجھ کو بَرَّہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جس کے معنی ہوتے ہیں گناہوں سے پاک "بَرَّہ" میں نے وہی بتلایا، آپ

ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے آپ (خود) کو گناہوں سے پاک بیان نہ کرو کیونکہ یہ علم صرف اللہ جل شانہٗ ہی کو ہے کہ تم میں کون پاک ہے پھر آپ ﷺ نے بَرّہ کے بجائے ''زینب'' نام تجویز کیا۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف، ماخوذ تفسیر مظہری)

انسان سے خطا کا احتمال تو موجود ہے سو ہمیں اللہ ہی سے مغفرت کا طالب ہونا چاہئے اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

آیت ۵۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ دیکھتے جاؤ یہ لوگ باری تعالیٰ کے ساتھ کیسا جھوٹ اور بُہتان باندھ رہے ہیں اپنے آپ کو معصیت سے پاک بتا رہے ہیں گُناہ ہے اور یہی کذب اور افتراء کی علامت ہے، کیسی تعجب انگیز بات ہے کہ اللہ جل جلالہ پر جھوٹی تُہمت لگاتے ہیں اور باوجود کُفر اور شرک کا اِرتکاب کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کا رفیق بتاتے ہیں اور اپنی مدح اور توصیف کا دعوٰی بھی کرتے ہیں اپنی تعریف بالخصُوص تَزکیۂ نفس کا دعوٰی کرنا، صحیح اور درست نہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے سورۂ نجم آیت ۳۲ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ۔

فَلَا تُزَكُّوٓا اَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى

پس اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ/پاک صاف نہ بتاؤ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا پرہیز گار ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم صادر فرمایا۔ اَنْ نَحْثُوا فِیْ وُجُوْہِ الْمَدَّاحِیْنَ التُّرَابَ'' ہم اپنی ستائش کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم، کتاب الزہد)

آیت ۴۷ تا ۵۰ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

اہلِ کتاب کو اُن کی صفت اہلِ کتاب سے پُکارا گیا اس لئے اصل صفت کا تقاضا تو یہ تھا، کہ وہ سب سے پہلے دعوتِ اسلام کو قبول کرتے اور سب سے پہلے مسلمان بن جاتے، لیکن یہود اپنے مخصوص مفادات اور مصلحتوں کا شکار ہوگئے الغرض وہ کینہ، بُغض، اور عِناد کی وجہ سے سعادتِ ایمان سے محروم رہے، تورات میں بھی اُن کے لئے ''اکڑی ہوئی گردن رکھنے والی قوم'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں ایمان کے بعد دوبارہ کُفر میں چلا جانا ہدایت کے بعد گُمراہی میں مُبتلا ہو جانا ''طمس الوجود'' دراصل چہروں کا بگاڑ دینا ہے یہ ایک خوفناک تہدید اور تنبیہ ہے جو یہودیوں کے کرخت اور تکبر رکھنے والے مزاج کے لئے مناسب سزا ہے۔ یہودی بھی شرک میں مُبتلا تھے اس لئے ان کو بھی دعوتِ عام ہے کہ وہ خالص توحید کو اپنائیں۔ قرآن میں اُن کے عقیدے کا بیان ہے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جس طرح نصارٰی نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ قائم کر لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، سچی بات تو یہ ہے کہ یہ شرک ہے یہی سبب ہے کہ اہلِ کتاب کو بھی قرآن نے مُشرکین بتایا، حضور ﷺ کے دور میں جو یہودی سرزمینِ عرب میں رہتے تھے اُن کے نظریات میں کئی پہلو سے بُت پرستی داخل ہو چکی تھی ایسے شخص کے لئے معافی کی کوئی صورت نہیں جس نے دنیا میں شرک کیا، یہودیوں کا ایک قدیم دعوٰی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور برگزیدہ لوگ ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افترا باندھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا قُرب اس وقت نصیب ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جائے گی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾

کیا آپ نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کی طرف جنہیں کتاب کا کچھ حصّہ ملا/عطا ہوا تھا پھر بھی بتوں اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں ایمان والوں سے تو یہی کہیں زیادہ راہ راست/اچھے راستے پر ہیں۔(۵۱)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

یہی لوگ ہیں جن پر باری تعالیٰ نے لعنت کی ہے/پھٹکار برسائی، جس پر اللہ لعنت بھیجے تو تم ہرگز اس کے لئے کسی کو بھی مددگار نہ پاؤ گے۔(۵۲)

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾

کیا سلطنت میں اُن کا کچھ حصّہ ہے اگر ایسا ہوتو یہ لوگ کسی کو ایک کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے مساوی/رتی بھر/تل برابر بھی کچھ نہ دیں گے۔(۵۳)

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾

پھر کیا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے نواز دیا، ہے، پس ہم نے تو آلِ ابراہیم علیہ السلام کو کتاب اور حکمت و دانائی عنایت کی اور انہیں عظیم سلطنت بھی مرحمت کی۔(۵۴)

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

پھر کوئی ان میں کتاب پر ایمان لا کر امن میں آ گیا اور کوئی اس سے ہٹ گیا/منہ پھیر لیا انہیں جلانے کے لئے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔(۵۵)

الفاظ و معانی آیت ۵۱ تا ۵۵

﴿ جِبْتِ ﴾ لغت کے اعتبار سے ایسی شے کو کہا جاتا ہے جو بیکار محض ہو، یعنی اوہام، ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا قابلِ پرستش سمجھا جائے۔ جِبتُ کو حبشی لُغت میں ساحر/کاہن کو کہتے ہیں گویا اس کا اطلاق سحر، جوتش جادوگر رمل اور فال نکالنے اور دیگر خرافات پر مشتمل ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے جبتُ سے سحر مراد ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ’’الطرق والطیرة والعانة من الجبت ‘‘ طرق کہا جاتا ہے کنکریاں پھینکنے کو، اور فال نکالنے کو، الطیر ۃ کے معنیٰ بدشگونی، اوہام ہیں اور العیافة، پرندوں کی آوازوں اور فال نکالنے کو کہتے ہیں (بروایت سنن ابی داؤد کتاب الطب) قواعد کے مطابق جبت اسم ہے اصل میں جبت بت کا نام ہے لیکن اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری عبادت کئے جانے والی شے پر ہونے لگا۔ (بحوالہ قرطبی)

﴿ اَلطَّاغُوْتِ ﴾ طاغوت/کا اِطلاق کاہن اور شیطان پر موقوف ہے اس شخص کو شیطان کہا جاتا ہے جو کسی گمراہی کا مُرتکب ہو۔ (بحوالہ لغت امام جوہری)

حضرت مالک بن انس ؒ کا قول ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کی پرستش ہو اس کو طاغوت کہتے ہیں، اور امام قرطبیؒ کا کہنا ہے مالک بن انس کا یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآنِ مجید میں موجود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔

﴿ نَقِيْرًا ﴾ اُس نقطہ کو کہا جاتا ہے گویا حقیر ترین شے جو کھجور کی گٹھلی کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴾ اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کردے تم اس کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے، سوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کن لوگوں پر ہے! اس کا جواب ایک حدیث مبارکہ سے ملتا ہے "لعنت کے مستحق وہ لوگ ہیں" جو لوگ سود دینے والے، سود کھانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی بشارت دینے والے، سب پر ربّ کی لعنت ہے اور سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (بحوالہ: مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا سا لباس زیب تن کرے، اور ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مرد کا سا لباس ریپیرین پہنے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

﴿ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ﴾ اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، لعنت جس قدر بُری شے ہے اس لئے اس کے کرنے پر پابندیاں عائد ہیں، کسی مسلمان پر لعنت کرنا حرام کی فہرست میں شامل ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے وہ مؤمن نہیں ہے جو طعن دے، لعنت بھیجے، اور نہ ہی بدگو مؤمن ہے۔ (رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

لعنت کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہونے کے ہوتے ہیں شرعی اصطلاح میں کُفّار کے حق میں، اس کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے کے ہیں، اور مؤمن کے حق میں نیکی کے مرتبے سے نیچے گرنے کے ہیں۔ (بحوالہ الشامی عن القہستانی، جلد دوم)

کسی بھی فرد کے بارے میں جب تک کہ اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ اس کی موت کُفر پر ہوئی ہے اس پر لعنت کرنا درست نہیں۔ علاّمہ شامیؒ نے یزید پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے لیکن ایسا کافر جس کی موت کُفر پر واقع ہوئی اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسے ابو جہل اور ابو لہب۔ (بحوالہ شامی جلد دوم)

﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے، جو حق تعالیٰ نے اُنہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ اَمْ (یا) کیا، حسد کی تعریف یہ ہے کہ: دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ اَلْحَسَدُ تَمَنِّیْ زَوَالِ النِّعْمَةِ ۔ (بحوالہ مسلم شریف جلد دوم شارح علاّمہ نوویؒ)

﴿ صَدَّ ﴾ اُس نے روکا، فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ يَصُدُّوْنَ ﴾ وہ اِعراض کرتے ہیں مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ سَعِيْرًا ﴾ جہنّم قواعد کے مطابق اِسم ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۱ تا ۵۵

آیت ۵۱ میں یہودیوں کے ایک اور فعل پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے، باوجودیکہ کتابِ الٰہی عطا ہوئی پھر بھی وہ

بُتوں، کاہنوں اور جادوگروں اور جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں، اور اُن پر ایمان رکھتے ہیں، اور ستم ظریفی تو دیکھئے کُفارِ مَکّہ کو مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ قرار دے رہے ہیں کیا انہیں علم نہیں کہ کتاب کے حصُول کے لئے تقدّس شرط ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب پر ایمان لاتا ہے، تو کُفر کی تاریکی اُن سے دور ہو جاتی ہے اور اُس کا قلب مُنوّر ہو جاتا ہے، یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ انسان اس کی عظمت کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے، مگر یہود کی اَنانیت اور خودستائی تو دیکھئے، بُتوں اور شیاطین کو اپنا مَعبود تسلیم کررہے ہیں اور دل کی کجی کا جُرم کئے جارہے ہیں مُشرکین مَکّہ سے مراسم بڑھائے، اُن سے ملے، اُن کے ہمنوا ہوئے، اور اُن کو دکھانے کی خاطر، بُتوں کی تعظیم وتکریم کی، اور جرأت اظہار تو دیکھئے، بَرملا کہا، تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے اچھا ہے اس کا سبب صرف بُغض وعِناد اور حَسد تھا کہ نبوّت اور حکومت ہمارے سوا، دوسروں کو کیوں دی گئی۔

کُعب بن اشرف جس کا شمار یہود کے علماء اور سردار میں ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر عقیدہ بھی رکھتا تھا، اور رَبّ کی عبادت بھی کرتا تھا، لیکن اکثر وبیشتر اُس کے دل ودماغ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوا تو اس نے مسلمانوں کی عداوت میں قریش سے تعلق قائم کرنا چاہا، اہلِ قریش نے اس لئے شرط یہ رکھی کہ وہ اُن کے بُتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے، اس نے اس بات کو قبول کرلیا، اس کے بعد کعب بن اشرف نے کہا: تیس (۳۰) آدمی قریش میں سے اور تیس (۳۰) آدمی ہمارے آکر رَبّ کُعبہ کے ساتھ اقرار کریں کہ سب باہم مل کر محمد ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ ہوں گے، کُعب کی اس تجویز کو اہلِ قریش نے پسند کرلیا، اس طرح مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنالیا، باری تعالیٰ نے آیت زیرِ مطالعہ نازل فرما کر اُن کے مکروفریب کی مذّمت فرمائی۔

آیت ۵۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ باطل کو حق اور حق کو باطل قرار دینے میں مُنہمک ہیں یہ اُن کے فہم وادراک کی کج فہمی ہے اس لئے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایسے متکبر لوگوں پر لَعنت کی ہے جو درحقیقت رحمت سے دوری، اور محرومی کی علامت ہے جس پر باری تعالیٰ کی طرف سے لَعنت ہو اُن کا کوئی مددگار اور حامی نہیں، حدیث مبارکہ میں مذکور ہے حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے "چھ افراد ایسے ہیں جن پر میں نے لَعنت بھیجی ہے، اور باری تعالیٰ نے بھی ان پر لَعنت کی ہے۔

❶...... اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کا مُرتکب۔

❷...... وہ شخص جو جبر وقہر کی ملامت بن کر اِقتدار حاصل کرکے اس آدمی کو قابل احترام سمجھے جس کو رَبّ نے ذلیل کیا ہو۔

❸...... اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا ہو۔

❹...... اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ شے کو حلال قرار دے۔

❺...... میری اولاد میں وہ شخص جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو۔

❻...... میری سنّت کو ترک کرنے والا۔ (رواہ البیہقی فی المدخل، بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

آیت ۵۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے یہود کا یہ دعوٰی محض دعوٰی ہی ہے کہ سرداری اور حکومت ہماری میراث ہے اور ہر دور میں یہ ہمیں ملنی چاہیے اس لئے حضرت محمد ﷺ کی دعوتِ حق اور دعوتِ دین کو قبول کرنے میں عار محسوس کرتے، باری تعالیٰ

نے صاف صاف کہہ دیا سلطنت اور سرداری میں ان کا کوئی حصہ نہیں، اگر ان کو سلطنت مل بھی جائے تو لوگوں کو ذرا بھر کچھ دیں گے بھی نہیں، گویا یہ ایسے بخیل ہیں کہ اگر اُن کو حاکمیت اور بادشاہت مل بھی جائے تو کسی نادار کو یہ رتی برابر نہ دیں۔

آیت ۵۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہودیوں کا حسد کرنا تو بلاوجہ ہے، یہود حسد کی آگ میں جل رہے ہیں اور حسد وعناد میں اندھے ہو رہے ہیں تو ہوا کریں اب تو کاتبِ تقدیر نے فیصلہ صادر کر دیا، اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم علیہ السلام کو کتاب آسمانی سے سرفراز کر دیا حکمت بھی ملی علم بھی عطا ہوا یہ تو ایک حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل میں اکثر انبیاء ایسے جلوہ فگن ہوئے جن کا شمار سلاطین میں ہوا، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، اور حضرت سلیمان علیہ السلام، یہ سب کے سب اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہیں، حضرت محمد ﷺ بھی دعائے خلیلؑ کے سبب جلوہ افروز ہوئے اگر آپ کو نعمتیں عطا ہوئیں تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے بھلا یہود آپ ﷺ کی رسالت، نبوّت سے کیونکر منکر ہو رہے ہیں اور جذبۂ حسد میں مبتلا ہیں حضرت محمد ﷺ کا تعلق بھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے سے ہیں۔

آیت نمبر ۵۵ میں بتایا جا رہا ہے کہ اے نبی! (ﷺ) گر یہ آپ کے دین کو قبول کر کے آپ کی نبوّت پر سارے ایمان نہیں لا رہے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، ان کی تاریخ تو نبیوں کی تکذیب سے پُر ہے، یہ بات تو ہے کہ اُن یہود میں سے تو کچھ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر ایمان لائے اور کچھ منکر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوّت کا انکار کرنے والوں کا انجام خطرناک ہے ان کے لئے آخرت میں آتش سوزاں ہی کافی ہے۔

آیت ۵۱ تا ۵۵ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

جن لوگوں کو کتاب عطا ہوئی وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ اس کتاب آخر، قرآنِ حمید پر ایمان لے آئیں اور شرک سے باز آجائیں، جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب وہدایت نہیں ملی وہ اپنے معاملات کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کریں اور طاغوت کی اطاعت نہ اپنائیں، طاغوت ہر وہ عمل اور قانون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے جس کی کوئی شرعی سند نہیں یہ بات کتنی تعجب خیز ہے کہ یہودی یہ کہنے لگے مشرکین ان لوگوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے ہیں حق وباطل کے مابین انہوں نے ہمیشہ باطل کو ترجیح دی ہے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مردود اور ملعون ہونے کا اعلان ہوتا ہے وہ رَاندہ درگاہ ہیں یہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اُن کے لئے نہ کوئی کامیابی ہے اور نہ اُن کا کوئی مددگار ہے یہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حقیقی مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

غالباً رسول اللہ ﷺ اس بات پر حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے نوازا ہے حالانکہ یہ فضل وکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دَور میں رہا جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اور حکمت نبوّت دی یہ حسد، یہ فساد، یہ شر صرف یہودیوں کا حصہ ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو جہنّم کی آگ کی سزا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۚ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾

بے شک جولوگ ہماری آیتوں کے انکاری رہے، ہم اُن کو آگ میں ڈال دیں گے، جب اُن کے بدن کی کھال پک کر اور گل کر جھڑ جائے گی تو اُس کی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے، یعنی فوری طور پر کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ مسلسل عذاب کا مزہ چکھتے رہیں یقینی طور پر اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔(۵۶)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل سرانجام دیئے، ہم عنقریب اُن کو جنّت کے باغوں میں داخل کریں گے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہاں پر ہمیشہ ہمیشہ یہ قیام پذیر ہوں گے، /ان میں تاابد رہیں گے، وہاں اُن کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی، ہم اُن سب کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔(۵۷)

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾

بے شک اللہ تم کو حکم صادر کرتا ہے امانت رکھنے والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ/اُن کے سپرد کردو، اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو انصاف کو مدِّ نظر رکھو، گویا فیصلہ کرتے وقت عدل و مساوات کو برقرار رکھو! باری تعالیٰ نہایت ہی عمدہ نصیحت کرتا ہے بلاشبہ اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔(۵۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی بھی جو تم میں صاحبِ امر ہیں /جنہیں صاحبِ اختیار بنایا گیا، ان کا بھی کہنا /حکم کی تعمیل کرتے رہو، اور اگر کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو سب مل کر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، اگر تم یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تم کو تو یہی کرنا ہوگا اسی میں تمہاری فلاح مُضمر ہے اور اس کا انجام بھی بہت عُمدہ ہے۔(۵۹)

الفاظ و معانی آیت ۵۶ تا ۵۹

﴿ نَضِجَتْ ﴾ نضجٌ، پک جائیں، گل جائیں قواعد کے مطابق فعل ماضی مؤنث نَضِجَ۔ ﴿ جُلُوْدُ ﴾ کھال بمعنی جلد، قواعد کے مطابق اسم ہے صیغہ واحد۔ ﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ ﴾ جس وقت جل جائے گی کھال، آیت نمبر ۵۶ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اُن کی کھال پک جائے گی/جل چکے گی تو کھال/جلد کو

تبدیل کیا جائے گا اور یہ کام اتنی عجلت/سُرعت سے ہوگا کہ ایک ساعت/لمحہ میں سو (۱۰۰) مرتبہ کھال کی تبدیلی کی جائے گی۔
حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ ''تَاْکُلُ النَّارُ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ'' آگ ایک دن میں ستر ہزار باران کو کھائے گی۔ (بحوالہ تفسیر مظہری جلد دوم)

﴿ سَنُدْخِلُهُمْ ﴾ البتہ/عنقریب ہم داخل کریں گے۔

﴿ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ پاکیزہ اوصاف والی بیویاں، حاکم نے ابوسعید خدریؓ سے منقول کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بہشت کی عورتیں پاک ہوں گی، یہ عورتیں/حیض/بول و براز اور دیگر آلاشوں سے مُبرّا ہوں گی'' حضرت مجاہد نے بھی فرمایا کہ وہ بچے پیدا کرنے اور ناپاک نطفہ سے ستھری/پاک ہوں گی۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴾ گھنا سایہ/گھنی چھاؤں، ظِلَّ کے ظَلِیْل کے لفظ کا استعمال اس بات کی نشان دہی کررہا ہے کہ وہ سایہ ایک تو گھنا ہوگا اور وہ سایہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے حضرت ربیع بن انسؓ نے اس کی وضاحت یوں کی کہ

هُوَ ظِلُّ الْعَرْشِ الَّذِیْ لَا یَزُوْلُ ''گویا وہ سایہ عرش کا سایہ ہے جو کبھی زائل نہیں ہوگا''

اس بات کی مزید وضاحت حدیث مبارکہ سے ہوجاتی ہے۔ ''حضرت ابوہریرہ نے فرمایا'' آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔
''جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ کو ایک سوار سو (۱۰۰) برس میں نہ طے کرسکے گا، یہ شجرۃ الخلد ہے''۔ (بحوالہ مسند احمد جلد دوم، واصلہ فی البخاری کتاب بدءِ الخلق باب ہشتم (۸)

﴿ نِعِمَّا ﴾ اچھا/بہتر ہے۔ ﴿ نِـعِـمَّـا هِـیَ ﴾ وہ کتنی اچھی شے ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ تَنَازَعْتُمْ ﴾ تمہارا اختلاف ہوجائے، ﴿ فَرُدُّوْهُ ﴾ ف، پس، رُدُّوْ، رَدَّ/ رواپس کردو۔ قواعد کے مطابق فعل امر حاضر، جمع مذکر کا صیغہ۔

﴿ تَاْوِيْلًا ﴾ انجام کار، مآل، تاویل، کسی لفظ کا درست مصداق/کا اظہار بیان قواعد کے مطابق اسم ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۶ تا ۵۹

آیت ۵۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جن لوگوں نے باری تعالیٰ کی آیات کو ماننے سے قطعی انکار کردیا، اُنہیں بالیقین آگ میں جُھونک دیا جائے گا گویا کافر تو عنقریب ہی آگ میں داخل کردیئے جائیں گے جو درحقیقت جسموں کو جلا دے گی، جسم خاکستر ہونے کے نہیں، جُوں جُوں جسم آگ کی لپیٹ میں جلتا چلا جائے گا، نیا جسم تبدیل ہوتا رہے گا گویا کافر عذاب مسلسل میں مُبتلا رہیں گے اور اس کی شدّت، حدّت اور حلاوت کو زیادہ سے زیادہ محسوس کرتے رہیں گے، اور عذاب کا مزہ چکھتے رہیں گے، ذرا کیفیت احوال تو دیکھئے! جسم کی کھال کے جل جانے کے بعد فوری دوسری کھال جسم میں پیدا ہوجائے گی، تاکہ عذاب آگ سے وقفہ نہ ہونے پائے، العیاذ باللہ، یہاں پر دوزخ کے عذاب کی سختی کا ذکر ہے کھالوں کی تبدیلی کا یہ عمل دن میں ایک بار نہیں! سینکڑوں بار عمل میں آئے گا، جہنمی لوگ اس قدر موٹے، اور فربہ جسم ہوجائیں گے کہ اُن کے کانوں کی لَو سے پیچھے گردن تک کا فاصلہ سات سو (۷۰۰) برس کی مسافت کے جتنا ہوگا اُن کے کھال/جلد کی موٹائی، ستر بالشت اور

داڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی۔ (روایت بحوالہ مسند احمد)

آیت ۵۷ میں اظہار بیان ہے کہ کُفار کے مقابلے میں جولوگ اہلِ ایمان ہیں اُن کے لئے اَبدی نعمتیں ہیں اہلِ ایمان کو نیک اَعمال سرانجام دینے پر بشارت اور نوید مسرت ہے جولوگ کبر اور نخوت سے محفوظ رہے، عجز و اِنکساری کے ساتھ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کیا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کی، جو ایمان کی ایک محکم دلیل ہے ایمان والوں کی زندگی کا طرزِ عمل تو یہ ہوتا ہے کہ عمل صالحہ کو اپناتے ہیں، بتایا جارہا ہے جن لوگوں نے باری تعالیٰ کی آیات کو مان لیا اور عمل نیک اختیار کیا، اُن کو رَبِّ جلیل جنت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی سعادت حاصل کریں گے، اور اِن باغات کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی، اُن کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور اُن کو گُنجان سایہ پر داخل کردیا جائے گا، جنّت کی نعمتوں کو زوال ہوگا نہ وہاں سے نکالے جانے کا خطرہ، اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے ہر طرح کی نعمتیں روحانی، مالی، اور بدنی میسّر ہوں گی، بہار زندگی میں خزاں کا نام ونشان نہ ہوگا، تندرستی اور صحت، آزار بیماری سے آزاد ہوگی، نہ موت ہوگی، اور نہ دلوں میں نفرت اور کدُورت، ہر طرح کی راحت نصیب ہوگی، وہاں فکر و آلام نام کی کسی شے کا وجود نہ ہوگا، وہاں اہلِ ایمان مُنکروں اور کافروں کو اور مشرکوں کو الگ کردیا جائے گا۔

آیت نمبر ۵۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ امانت میں خیانت کے مُرتکب مت بنو، جو فیصلہ کرو حق وانصاف کی کسوٹی کے مطابق کرو جس نے اس نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے اپنی نعمتوں سے مالا مال کردے گا۔ اس آیت مبارکہ میں حکم ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سُپرد کردو امانتیں دیانتداری کے ساتھ حق دار کو ادا کردینی چاہئے بعض مفسرین کا قول ہے کہ ''فرائض بھی اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں اُن کو ادا کرنے کا حُکم بھی اس میں شامل ہے'' (بحوالہ کنز الایمان احمد رضا خانؒ)

اِس آیتِ کریمہ میں خطاب عوام اور حکام دونوں سے ہے وضاحت تو یہ ہے کہ امانتیں انہیں پہنچائی جائیں جو امانتوں کے اصل اہل ہیں گویا ایسی امانت جو کسی کے پاس رکھوائی جائے اس میں قطعی خیانت کا اِرتکاب نہ کیا جائے دوسرے مَناصب اور عُہدے اہل لوگوں کے سُپرد کئے جائیں۔ گویا اِس آیت میں حُکام کو خاص طور سے عدل ومساوات پر قائم رہنے کا حکم ہے حدیث مبارکہ میں بیان ہے کہ ''حاکم جب تک ظلم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ظلم کرنا شروع کردیتا ہے تو اللہ اسے اس کے نفس کے سُپرد درحوالے کردیتا ہے'' (بحوالہ سُنن ابن ماجہ کتاب الاحکام)

معاشرہ میں اجتماعی زندگی کے نظم وضبط اور بھلائی قائم کرنے کے اَساسی اُصول یہ ہیں جو جس بات کا حق رکھتا ہو اس کا اعتراف لازم ہے جو جس چیز کا حق دار ہو وہ چیز اسی کو ملنی چاہئے، حکم ہے کہ وارث کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرو، یتیم کا مال ہو تو اس کی ادائیگی میں تساہُل مت برتو، یہ تو یہود کی عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے تھے اس لئے باری تعالیٰ ''ادائے امانت'' اور عدل پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ نہایت عُمدہ نصیحت پر ہماری توجہ مرکوز کررہا ہے یقینی طور پر اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

آیت نمبر ۵۹ میں وضاحت سے اظہارِ بیان ہے اُولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے۔ اے اہلِ ایمان فرمانبرداری اختیار کرو اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار سمجھو، اور اُن لوگوں کی بھی فرمانبرداری اختیار کرو جو تم میں سے صاحبِ اختیار اور صاحبِ اقتدار میں سے ہو گویا اس صُورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تین اطاعت کا بجالانا لازم قرار پایا۔ یاد رکھئے کہ درحقیقت اطاعت تو صرف اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ہی کی جائے گی البتہ عمل کی مختلف اَشکال ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ جن کا حکم قرآن حمید میں واضح طور پر بیان ہے کہ اللہ کی اطاعت کے بعد، رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم مستقلاً موجود ہے جو اس بات کو نہیں مانتے اُن کے لئے لمحۂ فکر یہ ہے! اصل اطاعت تو اللہ کی ہے۔ پارہ نمبر ۸ وَلَوْ اَنَّنَا سورۃ الاعراف آیت ۵۴ میں ارشادِ ربی ہے ''اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ'' حکم صادر کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے ربِّ جلیل نے اپنے ساتھ محمد ﷺ کو بھی واجب الاطاعت بتایا، سورۃ النساء آیت ۸۰ میں ارشادِ ربی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''رسول اللہ (ﷺ) کی اِطاعت اللہ جل جلالہٗ کی اطاعت ہے''

اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اُسے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا وٴ اگر تمہیں یومِ قیامت پر یقین ہے۔

آیت ۵۶ تا ۵۹ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

جن لوگوں نے باری تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کیا انہیں اللہ تعالیٰ بالیقین آگ میں جُھونکیں گے وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں گے عذاب کا منظر ایک ایسا منظر ہے جو نظروں کے سامنے ہے اور بار بار دکھائی دے رہا ہے اس کے خوف کا منظر اور پس منظر فکر و نظر کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، جب اُن کی کھال گَل جائے گی تو پھر اس کی جگہ دوسری کھال آجائے گی یہ کافروں کے لئے مناسب موزوں اور مُنصفانہ جزا ہے اس خوفناک منظرِ کرب سے بھرے مشاہدے میں۔ مؤمنوں کا انعام واکرام تو دیکھئے جن لوگوں نے ربِّ جلیل کی آیات کو مان لیا، عملِ صالح اپنائے وہ تروتازہ باغ میں ہوں گے جنّت ان کا مقدر ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ منظر کس قدر پُرسکون، پُرراحت، اور اطمینان بخش ہوگا ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی ہر طرف گھنی چھاؤں نظر آتی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سُپرد کردو امانتوں کی ابتداء امانتِ کبرٰی سے ہوتی ہے امانت کبرٰی وہ ہے جس سے فطرت مربوط ہے یہ تو وہی امانت ہے جس کے اُٹھانے سے زمین وآسمان اور پہاڑوں نے بھی اپنی مجبوری اور معذوری بتائی، لیکن اس انسان نے اُٹھا لیا گویا انسان نے جس امانت کو اپنایا وہ ہدایت، معرفت اور ایمان باللہ کی امانت تھی پھر امانت کبرٰی کی دوسری امانتیں اور فرائض انسان پر عائد ہیں ان میں سب سے اہم امانت شہادت کی امانت ہے جو مؤمن کا شیوہ ہے اور یہ شہادت انسان کو دین کی سچائی پر لا کھڑا کرتی ہے۔

جہاں نقطۂ نظر قطعی مختلف ہو اور مسائل بھی نئے نئے ہوں ایسی صورتحال میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف رجوع کرو قرآن اور سُنّت کے دائرہ کار میں اس کا حل تلاش کرو، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو، اطاعت شرطِ ایمان ہے ایمان واضح طور پر مشروط ہے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰

کیا آپ ﷺ نے انہیں نہیں دیکھا، جو دعوٰی تو کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے، اس کتاب پر جو نازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف، اس سے قبل بھی جو کچھ نازل ہوا لیکن وہ اپنے فیصلے/قضیئے شیطان کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اِبلیس/طَاغوت سے مُنکر ہو جائیں/اُس کا کہانہ مانیں، شیطان تو انہیں بہکا کر بھٹکا کر راہِ رَاست سے دُور لے جانا چاہتا ہے۔(۶۰)

وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝۶۱

اور جب اُن سے کہا جائے کہ اللہ نے کچھ کلام نازل کیا ہے اس کی طرف آجاؤ اور رسول ﷺ کی طرف آجاؤ تو اِن مُنافقوں کو آپ ﷺ دیکھتے ہیں ،منہ پھیر لیتے ہیں آپ ﷺ سے روگردانی کرتے ہوئے۔(۶۱)

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ڰ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝۶۲

اور کیا ہی بُرا حال ہوتا ہے اِن لوگوں کا جب اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی اُفتاد/مصیبت پڑتی ہے آپ ﷺ کے پاس آکے قسمیں کھاتے ہیں کہتے ہیں ہمارا ارادہ/قصد تو اچھا تھا ہمارا مقصد تو بھلائی اور میل ملاپ تھا۔(۶۲)

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ وَقُلْ لَّھُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۝۶۳

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا حال تو بس اللہ ہی کو معلوم ہے آپ ﷺ اُن سے چشم پوشی/تغافل فرمایئے! ہاں نصیحت ضرور کرتے رہیۓ اور انہیں وہ بات سمجھا دیجیے/کہیۓ جواُنکے دلوں میں اُتر جائے/موَثر ہو۔(۶۳)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِـيْمًا ۝۶۴

اور جو بھی رسول ہم نے بھیجا، تو باریٔ تعالٰی کا حُکم تھا کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اگر یہ لوگ جواپنے آپ پر/اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتے ہیں، آپ کے پاس آتے، اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے اور رسول ﷺ بھی اُن کے لئے مغفرت طلب کرتے تو یہ لوگ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔(۶۴)

الفاظ و معانی آیت ۶۰ تا ۶۴

﴿ يَزْعُمُوْنَ ﴾ وہ گمان/دعوٰی کرتے ہیں۔زَعْمٌ مصدر یَزْعُمُ قواعد کے مطابق فعلِ مضارع جمع مذکر غائب۔

﴿ اَلطَّاغُوْتِ ﴾ یہاں طاغوت/سَرکش سے مراد ایسے حاکم اور عدالت جو قانونِ الٰہی کے خِلاف کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جو عدلیہ طاغوت کی حیثیت رکھتی ہے اس کے پاس اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لئے جانا ایمان کے منافی ہے آدمی ایسی عدالت کو تسلیم نہ کرے۔

﴿ اِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ﴾ شیطان کی طرف اور حکم ہو چکا کہ اُس کو تسلیم نہ کریں شیطان سے منکر ہو جائیں، آیت ۶۰ میں کعبِ بنِ اَشرف کی طرف مُقدمہ لے جانے کو شیطان کی طرف رجوع کرنا قرار دیا گیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ کعب بن اشرف خود ایک شیطان صفت تھا یہ بھی ممکن ہے کہ شرعی فیصلہ کے بجائے خلافِ شرع کی طرف معاملات رجوع کرنا، شیطان کی ہی تعلیم کا حصّہ ہے، اس کو ماننے والا، گویا شیطان کی طرف ہی اپنا مقدمہ لے گیا ہے اس لئے ہدایت کردی گئی ہے کہ جو شخص شیطان کی بات پر عمل کرے گا تو شیطان اس کو دور دراز کی گہرائی کا راستہ دکھائے گا۔ (بحوالہ معارف القرآن، مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ یَصُدُّوْنَ ﴾ وہ روکتے ہیں اِعراض کرتے ہیں '' صَدٌّ '' قواعد کے مطابق مَصدر رہے فعل مضارع جمع مذکر غائب۔

﴿ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ آپ سے رُوگردانی کرتے ہوئے رُکتراتے ہوئے، پہلو بدلتے ہوئے۔ ﴿ قَوْلًۢا بَلِیْغًا ﴾ ایسی بات جس میں تاثیر ہو۔

﴿ قُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ﴾ اور اُن سے اے نبی! ایسی نصیحت کیجئے جو اُن کے دلوں میں اُتر جائے ان کو کام کی باتیں بتانے میں ہرگز تامل نہ کیا جائے جو بات اُن کے حق میں بہترین ہو اس کی تلقین کی جائے گویا پند و نصیحت اور قول بلیغ کے پیشِ نظر اُن کی اصلاح کی جائے۔

﴿ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ اس لئے اس کی فرمانبرداری کی جائے کہ اللہ کے اِذن سے، رَبِّ جلیل۔ رسول صرف اس لئے نہیں بھیجا جاتا کہ بس اس کی رسالت پر ایمان لاؤ پھر فرمانبرداری جس کی چاہو کرو، نہیں ایسا نہیں ہے۔ رسول کے مبعوث ہونے کی غرض یہ ہے کہ زندگی کا جو ضابطہ/قانون، لے کر آتا ہے اس پر عمل کیا جائے، اب لازم تو یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات اور ارشادات کو بلا تأمل پہلے سے ہی دل وجان سے تسلیم کرتے'' فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ '' مغفرت طلب کرتے اللہ سے مَغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ استغفار لازم اور کافی ہے اس جگہ قبول توبہ کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی شرط شاید یوں ہے کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ کی مَنصبِ نبوّت پر حملہ کیا۔ (بحوالہ معارف القرآن)

تشریح و توضیحات آیت ۶۰ تا ۶۴

آیت ۶۰ میں اظہارِ بیان وضاحت کے ساتھ یہ ہے کہ محض دعوٰی کرنے سے کام نہیں چلتا، کام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر راضی ہو کر چلنا ہی ایمان باللہ کا وصف ہے، کچھ لوگوں کی صُورتِ حال کچھ یوں ہے، نہ صرف قرآنِ حمید پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں بلکہ اس سے قبل جو کچھ بھی باری تعالیٰ نے نازل کیا، اس پر بھی یقین ہے مگر عملی طور پر اُنہیں اِبلیس کی رَوِش پَسند ہے، شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ جو انساں اس کی مانے، وہ اُسے گُمراہی کا راستہ، جس قدر ہو سکے دیکھا تا رہے، آیتِ مُبارکہ کے نُزول نے باری تعالیٰ کے اس فیصلہ سے ہمیں آگاہ کر دیا کہ اِسلام صرف دعوٰی کا نام نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اصل اطاعت کا نام ہے، اِن آیات کے شانِ نُزول کے بارے میں عُلماء تفسیر و حدیث نے ایک

خاص واقعہ کی نشان دہی کی ہے، ایک مُنافق جس کا نام بَشر تھا اس کا ایک یہودی کے ساتھ تنازع ہوا، یہودی نے کہا چل کر فیصلہ حضرت محمد ﷺ سے معلوم کرتے ہیں مگر بشر اس پر راضی نہ ہوا، بلکہ کَعب بن شرف یہودی کے پاس جانے کو کہا، کعب بن اشرف یہود کا ایک سردار تھا مسلمانوں کا سخت ترین عُدو تھا، عجیب مقامِ فکر ہے کہ یہودی تو اپنے سردار کو چھوڑ کر حضورِ اکرم ﷺ کے فیصلہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہوا اور بَشر وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے یہودی سردار کا فیصلہ کرنے کی آمادگی ظاہر کرتا ہے باہمی گُفت وشنید کے بعد طے ہوا کہ فیصلہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی صادر کریں گے، آپ ﷺ نے معاملہ کی تحقیق اور تصدیق فرمائی تو پتہ چلا کہ حق پر یہودی ہے، آقائے نامدار ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا، بشر مُنافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا، اُس نے یہودی کو آمادہ کرلیا کہ حضرت عُمر بن الخطاب ؓ سے فیصلہ کراتے ہیں، بہرنوع دونوں حضرت عُمر فاروق ؓ کے پاس پہنچے، یہودی نے تمام واقعہ بتایا اور کہا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں حضرت عمر ؓ نے بشر سے دریافت کیا کہ کیا یہ بات درست ہے؟ اس نے اقرار کیا، آپ ؓ نے فرمایا کہ ٹھہرو ابھی آتا ہوں جب آپ ؓ تشریف لائے تو ایک شمشیر بَرہنہ ان کے ہاتھ میں تھی ایک ہی وار میں مُنافق کا سر قلم کردیا اور فرمایا ''جو شخص حضرت محمد ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ رانجام ہے'' (بروایت ثعلبی، ابنِ ابی حاتم عن حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بحوالہ روح المعانی)

آیت نمبر ۶۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اس حکم کی طرف، جو حق تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ تو اُس وقت مُنافقین کی یہ روش ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس آنے سے پہلو تہی کرتے ہیں اور جب اِس بات کا امکان ہوتا ہے کہ فیصلہ ان کے حق میں صادر ہوگا تو پھر نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے ہیں۔ اب بھی بہت سے مُنافقوں کا یہ حال ہے کہ اگر شریعت کا فیصلہ اُن کے حق میں ہو تو قابلِ قبول، اگر قانونِ شریعت اُن کے خلاف ہو تو دیگر قوانین اور رسم ورواج کو اپنانے اور عدالت سے رجوع کرنے کے بجائے سردارِ قریش کی طرف معاملہ لے جاتے ہیں۔ اس میں ان تمام لوگوں کا شمار ہے جو کتاب وسنت سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے فیصلوں کے لئے اِن دونوں سے رُوگردانی کرتے ہوئے کسی اور کی طرف جاتے ہیں۔ اہلِ ایمان کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف انہیں بلایا جاتا ہے تو ان کا قول یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سن لیا تسلیم کرلیا چنانچہ پارہ نمبر ۱۸ قَدْ اَفْلَحَ سورۂ نور آیت ۵۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

اور مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں کہ رسول اللہ ﷺ فیصلہ کردیں تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا حکم''۔

آیت ۶۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب اپنے ہی کئے ہوئے عمل کی بناء پر اُفتاد پڑتی ہے تو پھر اے حبیب! ﷺ آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں گویا جب ان کی اس مُنافقانہ حرکت کا عِلم مسلمانوں کو ہوجاتا ہے، اور اُنہیں اس بات کا خدشہ ہوتا ہے کہ اب بازپُرس ہوگی، سزا ہوگی، تو ایسی صُورتِ حال پیش کرکے قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کا یقین دلانے میں مُنہمک ہوتے ہیں، باری تعالیٰ نے اِس آیت کریمہ میں واضح کردیا کہ یہ اپنی قسموں اور تاویلات میں کِذب سے کام لے

رہے ہیں یہ ان کا دروغ ہے انہوں نے جو کچھ کیا اس کا سبب اُن کا نِفاق اور کُفر ہے۔ ان کا کہنا ہوتا۔

اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ''ہمارا ارادہ تو بھلائی کا تھا اور مقصود یہ تھا کہ میل ملاپ رہے''

آیت ۶۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے جو اُن کے دلوں میں کُفر و نفاق مُضمر ہے، اللہ تعالیٰ باخبر ہے اے حبیب ﷺ! اُن کے عُذر کو قبول نہ کیا جائے آپ اِن مُنافقین کو پند و نصیحت خیر خواہی کے اَنداز میں کیجئے، جو اُن کے دلوں میں مؤثر، تاثیر پیدا کرے، اور خوفِ آخرت سے رُوشناس کرا کر اُن کو دعوتِ اِسلام مخلصانہ اَنداز میں دیں، دُنیوی سزا کا تذکرہ بھی کر دیا جائے آپ ﷺ مُنافقین کی بات کی قطعی پرواہ نہ کیجئے لیکن اُن کو سمجھانے اور کام کی باتیں بتانے میں ہرگز تغافل نہ کیجئے۔

آیت ۶۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ یہ ایک عام ضابطہٗ اور کُلّیہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس جس رسول کو بھیجا، وہ اس لئے ارسال کیا کہ سب لوگ احکاماتِ باری تعالیٰ کی اِتباع کریں، جو شخص رسول اکرم ﷺ کے اَحکامات کے ساتھ اِعراض کرے گا تو اس کے ساتھ کفار جیسا سلوک کیا جائے گا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اِطاعت کرنا لازم ہے جو نافرمانی کا مُرتکب ہوگا وہ ظالم ہوا اور ظُلم خود اپنی ذات پر کیا، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ توبہ واَستغفار کریں اپنے گُناہوں کی معافی مانگیں، اِس آیت مبارکہ میں ''صلائے عام۔ ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے'' کے مِصداق بتایا جا رہا ہے وہ لوگ تاویل باطلہ، اور جھوٹی قسم کھانے کے بجائے اگر اپنے معاصی کا اعتراف کرتے اور شرمندہ ہو کر، تائب ہو کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر معافی طلب کرتے اور اُن کی شفاعت و بخشش اور رُستگاری کے لئے حضور پُر نُور ﷺ بھی اُن کی مَغفرت کی دُعا فرماتے تو باری تعالیٰ ضرور بہ ضرور اُن کی توبہ مُبرور فرما لیتا۔ مُفسّرین کا قول ہے کہ اِس آیت مبارکہ کے الفاظ سے ایک کُلّیہ کا اور ضابطہٗ کا پتہ چلا جو شخص حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے بارگاہ جُود و سَخا میں دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی، اس سے اِک نکتہ فیض یہ بھی ملا کہ رسول اللہ ﷺ کی حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیاتِ طیبہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج کل بھی دربارِ مصطفٰے اور روضۂ اقدس پر اسی حکم میں ہے۔

(بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کریم نے فرمایا کہ جب ہم نے حضرت محمد ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فراغت پائی، تو اس کے تین یوم بعد ایک اعرابی آیا مزارِ اقدس کے قریب آ کر گر گیا اور زار و زار ''اَشک بار ہوا'' اس آیتِ مبارکہ کا ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا'' اور میں نے اپنی جان پر بڑے ظُلم کئے کا حوالہ دے کر التجا کی اے رَبِّ جلیل! آپ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ گناہگار رسیاہ کار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی بخشش شفیع المذنبین ﷺ کی دعا کے طفیل ہو جائے گی اس لئے میں آپ کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوا ہوں آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے! تو مرقد سے ندا آئی ''فنودی من القبر انه قد غفر لک'' تجھ کو بخش دیا گیا۔

(بحوالہ قرطبی، بحرِ محیط)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾

پس اے حبیب ﷺ! آپ کے رَبّ کی قسم! جب تک یہ لوگ، باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کا حکم قبول نہ کریں گے، تب تک ان کو ایمان حاصل نہیں ہوگا پھر آپ کے فیصلہ صادر کرنے پر اپنے دلوں میں کمی محسوس نہ کریں گے جو فیصلہ آپ نے کیا اس کو دل وجان رخوش دلی کے ساتھ تسلیم کرلیں۔ (۶۵)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾

اور اگر ہم حکم دیتے! کہ اپنے آپ کو ہلاک کردو یا اپنے مکانوں سے نکل جاؤ، تو اس میں سے کم ہی لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے، جو کچھ اُن کو پند ونصیحت کی جاتی ہے تو اُن کے حق میں بہت ہی بہتر ہوتا، یقینی طور پر اور زیادہ مستحکم ثابت قدمی کا یہی طریقہ ہے۔ (۶۶)

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾

اور اگر وہ ایسا کرتے تو ہمارے حکم کے مطابق تو ہم اُن کو اپنے پاس سے بہت بڑا اجر دیتے۔ (۶۷)

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾

اور انہیں راہِ ہدایت، سیدھا راستہ دکھاتے۔ (۶۸)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم مانتے ہیں راطاعت کرتے ہیں وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق شہید ہونے والے اور پارسا رنیک لوگ اور یہ کیا خوب اچھے ہمدم اور رفیق ہیں۔ (۶۹)

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾

یہ محض باری تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ تو کافی ہے جاننے والا۔ (۷۰)

الفاظ ومعانی آیت ۶۵ تا ۷۰

﴿حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ﴾ حکم رفیصلہ کرنے والا ٹھہرائیں، یہاں تک کہ آپ کو منصف بنائیں، تَحْكِيْمٌ مصدر رہے مضارع قواعد کے مطابق جمع مذکر غائب۔ ﴿فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ اپنے تمام جھگڑوں میں، شجر اس درخت کو کہا جاتا ہے جس کی ڈالیاں رشاخیں ریشے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں انسان کے معاملات اور معاشرتی زندگی بھی اختلاف اور اُلجھن ہوتی ہے ''عقائد اور نظریات اور فطری مسائل بھی محیط ہیں'' اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جب کسی معاملہ میں باہمی اختلاف پیدا ہو جائے تو فساد جھگڑے کے بجائے دونوں فریقین مسئلہ کو حضور ﷺ کی طرف آپ ﷺ کے بعد، شریعت محمدیہ ﷺ کی طرف رجوع کر کے باہمی کشیدگی کا حل تلاش کرلیں۔ (بحوالہ بحر محیط)

﴿شَجَرَ﴾ شجر راختلاف ہوا تنازعہ ہوا، قواعد کے لحاظ سے فعل ماضی شَجَرَ، يَشْجُرُ۔

﴿قَضَيْتَ﴾ فیصلہ کیا تو نے، قَضَاءٌ مصدر قواعد کے لحاظ سے فعل ماضی معروف واحد مذکر حاضر۔ ﴿حَرَجًا﴾ تنگی رتکلیف

قواعد کے مطابق اِسم ہے۔﴿ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ وہ مان لیں، قواعد کے مطابق، مَصدر رمَضارع مذکر غائب۔

﴿ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ ﴾ اگر ہم اُن پر حکم کرتے رفرض کر دیتے ﴿ عَلَيْهِمْ ﴾ کی ضمیر کا مَرجع بمعنی رجوع کرنا منافقین ہیں (روایت بحوالہ ابن عباس رضی اللہ عنہ) گویا ان مُنافقین کا اور اُن لوگوں کا جن میں کافر و مؤمن سب ہی کا شمار ہے ان کی کیفیت احوال تو یہ ہے کہ اگر ان کو بنی اسرائیل کی طرح سخت حکم " اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ " خودکشی یا قتل کروا اپنے آپ کو۔ یا ﴿ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ ﴾ ترک وطن پر آمادہ کیا جاتا تو ان میں سے کم ہی لوگ اس حکم کی تعمیل اور تکمیل کرتے۔﴿ يُوْعَظُوْنَ ﴾ نصیحت کی جاتی ہے۔

وَعَظَ يَعِظُ سے امر کا صیغہ ہے۔﴿ تَثْبِيْتًا ﴾ تثبیت، ثابت کرنا، برقرار رکھنا، بابِ تفعیل سے مصدر، (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ﴾ اور جو فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی۔ جو لوگ ان تمام باتوں رامور پر عمل پیرا ہوں جن کے کرنے کا ربّ جلیل اور اُس کے رسول محمد ﷺ نے دیا ہے اور ان تمام امور سے اجتناب کریں جن کے سرانجام دینے سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے تو بلحاظ عمل اُن کے مختلف درجات ہوں گے، درجہ اوّل پر مامور لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ بہشت کے مقامات اعلیٰ پر فائز فرمائے گا اور اس کے بعد کے درجات والوں کو ایسا مقام عطا ہوگا جو انبیاء کے بعد ہیں جن کا شمار صدیقین میں ہے۔ علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں "اطاعت رسول ﷺ کی برکت سے انہیں وہ راہ مل جائے گی جو انہیں حریم قدس تک لے جائے گی اور اِن پر غیب کے دروازے کھل جائیں گے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے ربّ جلیل اُسے وہ مقام القا کرتا ہے جن سے وہ واقف نہیں ہوتا۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ يُطِعِ ﴾ وہ اطاعت کرے، اطاعۃ سے مُضارع، واحد مذکر غائب، مجزوم۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ

پس وہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام مرحمت فرمایا، اللہ اور اُس کے رسول کی مکمل تابعداری راطاعت کرنے والے اُن حضرات کے ہمراہ ہوں گے جو باریٔ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور محترم ہیں، جن کے چار درجات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

- ......انبیاء کرام علیہم السلام۔
- ......صدیقین، ایسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے بلا تامل اور مخالفت کے قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا، جیسے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
- ......شُہداء، ایسے لوگ، جنہوں نے "جہاد فی سبیل اللہ" اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کی قربانی دی۔
- ......صالحین، صلحاء وہ لوگ ہیں جو اپنے ظاہر اور باطن میں اعمال نیک کے پابند ہیں۔

﴿ النَّبِيّٖنَ ﴾ نبی اس کا واحد ہے، نبی وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہو، گویا فرشتے رملائکہ، ظاہر میں آکر پیغام کہہ جائیں، نبی اللہ کا وہ مخصوص اور معصوم بندہ جو انسانوں کی ہدایت پر مامور ہو۔﴿ نُبُوَّةٌ ﴾ صفت مشبہ، اِس کے اصل مَاخذ میں دو قول ہیں بعض لوگ نباء (بہ ہمزہ بتاتے ہیں) جو ہم خبر کے معنی میں آتا ہے، پیغمبر چونکہ انسانوں کو اُن کی ان

ذمہ داریوں، تکلیفات اور احکام کی خبر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر عائد کئے ہیں اللہ کے حکم وہ عالمِ غیب کے بعض اَسرار ورَموز، گذشتہ واقعات اور آئندہ حادثات سے بھی آگاہ کرتا ہے اس لئے اسے نبی کہا گیا دراصل یہ نَبُىِٔى تھا ہمزہ کو یا سے بدل کر اُدغام کر دیا گیا، بعض یہ کہتے ہیں نبــو ۃ بمعنیٰ رِفْعَة سے ماخوذ ہے چونکہ پیغمبر عام انسانوں سے بلند مرتبہ اور عالی مقام ہوتا ہے اس لئے اس رموز پر لفظ نبی کا اطلاق کیا گیا۔ (مفردات)

﴿اَلنَّبِیّٖنَ﴾ پیغمبرانِ خدا، واحد نبی اوّل بحالتِ رفعی وثانی نَصبی وجَری۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿اَلصِّدِّیْقِیْنَ﴾ فِعِّیـل کے وزن پر مُبالغہ کا صیغہ ہے اِس کے لغوی معنیٰ المبالغ فی الصدق، حق گو، راست گو اور راست گُفتار ہے اور مقاماتِ قُرب میں حق تعالیٰ میں سے ایک مقام کا نام بھی بتایا گیا ہے الشیخ محمد عبدہٗ رقمطراز ہیں صدیقین میں ایسے لوگوں کا شمار ہے جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر طرح کی آلودگی سے پاک وشفاف ہوتا ہے جب اُن کو ہر حق تسلیم کرنے کو کہا جاتا ہے تو فوراً مان لیتے ہیں اُن میں صلاحیّت ہوتی ہے کہ خیر و شر اور حق و باطل میں فرق جان لیتے ہیں ''صدیقت'' کا اعزاز حضور اکرم ﷺ کے کئی جلیل المرتبہ صحابۂ کرام ؓ کو حاصل تھا، اور غارِ ثور کے رفیق سیّدنا ابوبکر ؓ کو یہ شَرف عطا ہوا کہ وہ صدیقِ اکبر ؓ کہلائے، قربان جایئے اس سعادت بابرکت کے ابوبکر صدیق ؓ کی حیات کا ایک ایک لمحہ اسی صدیقیتِ کبریٰ کا مَظہرِ جمیل ہے شانِ کبریائی تو دیکھئے ایمان لانے کی دعوت ملی تو فوراً صاحبِ ایمان ہو گئے ''خبر ملی ہے معراجِ مصطفٰے کی مجھے'' سنا کہ حضور ﷺ کو معراج عطا ہوئی ہے بلا جھجک تسلیم کر لیا ❶ مجھے کہنے کی اجازت دیجئے آج بھی ابھی بھی ایسا لگتا ہے صدّیقیت کا فیضِ نور تمام حجابات سے بے نیاز ہو کر حالاتِ غیب کو بے حجاب دیکھ رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ صدیقیت کمالِ ایمان اور کمالِ اطاعت ہے نبوّت کے بعد اس کا مقام اَعلیٰ اور اَرفع ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس مقامِ اعلیٰ میں سب سے مُمتاز ہیں، بالاتفاق غیر انبیاء میں حضور پُر نور ﷺ کے بعد افضل ہیں ''قربان تیری شانِ کریمی کے ایک خدا'' کے مصداق اللہ تعالیٰ بندہ مؤمن کو کیسے کیسے نوازتا ہے، کیسے کیسے مرتبے عطا کرتا ہے سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ صدیقیت ایک مرتبہ ومَنصب ہے اور مقام واقفیّت بھی، جس کو یہ مَنصب مل جائے اس کا کیا ہی کہنا۔

﴿اَلشُّھَدَآءِ﴾ اس کا واحد شہید ہے، شہید کے معنیٰ گواہ، مراد ایسا فرد وبشر جو صداقت ایمان کے ساتھ حیات کے مکمل طرزِ عمل سے شہادت دے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانِ آفرین کو سُپرد کرنے والے کو بھی شہید کہا جاتا ہے ایسے راست گو، حق شناس، حق گو لوگوں کو شہید کہا جاتا ہے جو اس قابلِ بھروسہ ہو کہ جس کے لئے وہ شہادت دیں اس کا صدق ہونا، برحق ہونا بلا تامل مان لیا جائے، شہید کا وزن فعیل بمعنیٰ فاعل ہے ''وہی فرد جو کائنات میں دین کی صداقت کے شاہد اور امین رہے وہی قیامت کے دن ''لتكونوا هو الذی شهداء علی الناس'' میں شمار کئے جائیں گے'' (بحوالہ امام رازیؒ)

شہادت کی موت مؤمن پر ایسے جچتی ہے جیسے نوجوان دوشیزہ کے گلے میں گلوبند، جنّت شہید کا مقدّر ہے علامہ اقبال

❶ ..... حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو نبی کریم ﷺ کے فرمان پر اتنا کامل بھروسہ اور نبی ہونے کا پکا یقین تھا کہ ابوجہل نے کہا ''محمد ﷺ راتوں رات جا کر آسمان سے واپس بھی آ گیا'' ابوبکر ؓ نے کہا ہاں ''محمد ﷺ نے کہا تو سچ کہا'' حدیث مبارکہ میں ارشادِ رسول اللہ ﷺ ہے ''المرء مع امن أحب'' آدمی انہی کے ساتھ ہوگا جن سے اُس کو محبت ہوگی'' (بحوالہ صحیح البخاری)

نے کیا خوب کہا۔

ع اب تو اپنے دل پہ خدا کا نُزول دیکھ
اب انتظار یحییٰ و مہدی کو چھوڑئے اقبالؔ

﴿ وَالصّٰلِحِيْنَ ﴾ اس کا واحد صالح، نیک قواعد کے مطابق صلاح سے اسم فاعل، واحد مذکر ''صالح'' سے مراد وہ فرد جو اپنے خیالات، افکارات اور عقائد میں اپنی نیّت معاملات اپنے اقوال وافعال میں رَاہِ مستقیم پر قائم اور اپنی زندگی میں فی الجملہ نیک برتاؤ کا طلب گار ہو اور ''جو عقائد اور اعمال کے لحاظ سے نیک ہو'' اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو۔ (بحوالہ امام رازیؒ)

صالحین وہ لوگ ہیں جو مقصود کو بطور تقلید اور پیروی کے پہنچاتے ہیں، یوں سمجھئے جیسے کوئی کسی شے کو آئینہ میں دُور سے دیکھے، حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں '' فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ '' امام راغب اصفہانیؒ نے صدیقین، انبیاء، شہداء اور صالحین ان کے درجات کو معرفتِ رَبّ کے درجات میں شامل کیا ہے۔ (بحوالہ تفسیر بحرِ محیط)

﴿ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ اور کتنے ہی پیارے/اچھے ہیں یہ ساتھی/رہمدم۔ ﴿ حَسُنَ ﴾ خوبصُورتی، نیکی، باب کرم سے مصدر، حسن، عمدہ/نیک حسن سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ رَفِيْقًا ﴾ بمعنیٰ رفقاء مستعمل ہوا ہے یہاں پر، رفیق، واحد جمع۔ ﴿ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ﴾ یہ محض فضل ہے اللہ کا گویا اعمالِ صالحہ پر اجرِ عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے جنّت، جنّت کی نعمتیں، لطف وکرم اور عنایتِ لطیف، اور بے شمار احسانات واکرامات کی نوازش، کرم بالائے کرم سب کے معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۵ تا ۷۰

آیت ۶۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب تک لوگ باہمی تنازعات کے حل کے لئے محمد ﷺ کا حکم نہیں مانتے، ان کو دولتِ ایمان حاصل نہیں ہوسکتی نبی اکرم ﷺ کی غیر مشروط فرمانبرداری اور پیروی کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا جارہا ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کارگہِ حیات کے تمام تر معاملات اور دنیا وآخرت کی تمام باتوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے عزمِ مصمّم کرلے حضور ﷺ کا فیصلہ ماننا ہے اس سلسلے میں جانی اور مالی نقصان پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کردے، خوشی خوشی، مُسرت اور انبساط کے جذبات کے ساتھ ساتھ دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت/اُلفت کو جمائے رکھے چاہے فیصلہ اُن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، گویا اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی کسی بات یا فیصلے سے اختلاف کو کجا دل میں کج رَوی/اَنقباض کا احساس بھی ایمان کے مُنافی ہے گویا صرف ظاہری تسلیم ورضا کافی نہیں بلکہ مؤمن کہلانے کا حق دار تو اُس وقت ہوگا جو دل کی گہرائی کے ساتھ حکم رسول ﷺ کے خلاف کسی قسم کی گھٹن اور گرانی کا شائبہ تک محسوس نہ کرے۔

آیت ۶۶ میں وضاحت کے ساتھ اظہار کیا جارہا ہے کہ نافرمان لوگوں کو اگر حکم دیا جاتا کہ باہمی ایک دوسرے کو ہلاک کرو یا اپنے مکانوں سے نکل جاؤ ❶ تو اس میں سے چند ہی لوگ ایسے ہوتے جو اس حکم کی تعمیل کرتے مُنافقین کو نصیحت کے

❶ ..... جیسا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے اور توبہ کے لئے اپنے آپ کو قتل کا حکم دیا تھا۔ (بحوالہ کنزالایمان از احمد رضا خاںؒ)

انداز میں بتایا جارہا ہے کہ تمہارے لئے یہ کس قدر اچھی بات ہوتی کہ تم یکسوئی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام لیتے تمہاری دنیاوی زندگی تو سنورہی جاتی تمہارے لئے آخرت کا انجام بھی بہتر ہوتا، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے سبب زندگی بھی تنزل سے محفوظ ہوجاتی اُن کے خیالات وافکارات، اخلاق اور معاملات زندگی تمام کے تمام ایک مستحکم اور جامع اساس پر قائم ہوجاتے اور یہ اُن فیوض وبرکات سے بَہرہ مَند ہوجاتے جو''راہِ مُستقیم'' قائم رہنے اور ثابت قدمی پر برقرار رہنے سے حاصل ہوتی ہے اور اُن کی تمام زندگی کا راستہ نیکی سے ہمکنار ہوتا اور بدی سے دور۔

آیت نمبر ۶۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ مانا کہ یہ بات کھٹن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو تسلیم کرتے تو انجام کار اُن کے حق میں اچھا ہوتا اور یہ عمل ایمان میں پختگی کا موجب ہوتا اور اپنے پاس سے اُن کو اجرِ عظیم عطا کرتے۔

آیت نمبر ۶۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب وہ شک سے بے نیاز ہوکر ایمان ایقان اور یقینِ محکم کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی فرمانبرداری کا فیصلہ کرتے تو، بہ فضل ربی، سعیِ پیہم، عملِ مسلسل کا سیدھا راستہ کھل جاتا، پھر انہیں اس بات کا احساس ہوجاتا کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں، قوتوں اور محنتوں کو کس سمت میں صرف کرنا ہے جس سے ان کا ہر قدم درست سمت منزلِ مقصود کی طرف اُٹھتا، پھر انہیں حق تعالیٰ سیدھا راستہ دیکھاتے۔

آیت نمبر ۶۹ میں بتایا جارہا ہے کہ کتنا بڑا اعزاز ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی اطاعت میں اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق مصروفِ عمل ہیں اُن کی خوش نصیبی تو دیکھئے اُن کے نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کی رفاقت میسر ہے سبحان اللہ وبحمدہٖ سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر ۷ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ اُن لوگوں کی راہ پر جن پر تیرا انعام ہوا

گویا صراطِ مستقیم کی وضاحت یہ ہے کہ یہ وہ سیدھی راہ ہے جس پر وہ لوگ چلے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا گویا انعام یافتہ گروہ ہے جس میں انبیاء، صدیقین، شُہداء اور صالحین کا شمار ہے۔ بات سمجھ میں آگئی جو حق تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ روزِ قیامت ان لوگوں کے ہمراہ ہوں گے جن پر ربِ جلیل نے انعام کیا جو یہ چار درجات اہلِ ایمان ہیں، جو امت کے باقی ماندہ افراد سے افضل ہیں ماسوا اُن کے جو مسلمان ہیں لیکن بلندی درجات کے اُن کے برابر نہیں لیکن اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ میں مصروفِ عمل ہیں وہ لوگ بھی اُن ہی کی شمار فہرست میں آئیں گے اور ان حضرات سے تعلق باہم اور ساتھ ہی فضیلت ہے اس آیت مبارکہ میں لطیف اشارہ ہوگیا کہ مُنافقوں کا جو تذکرہ ہورہا تھا وہ اس رفاقت سے قطعی محروم ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ کی شانِ نُزول کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک بار ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور پُر نُور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میرے دل وجان میں آپ کی محبت کا یہ عالم ہے کہ جب آپ ﷺ کے دیدار سے محروم ہوتا ہوں تو دل حزیں بے تاب وبے قرار ہوجاتا ہے شرف باریابی عطا ہوجاتی ہے تو دل کو تسلی مل جاتی ہے مجھے یہ فکر لاحق ہے کہ جب آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمائیں گے اور میں بھی آغوشِ موت سے ہمکنار ہوجاؤں گا آپ تو بَہشت میں اَنبیاء علیہم السلام کے ہمراہ چلے جائیں گے، اگر رُخ انور ﷺ کی زیارت نصیب

نہ ہوئی ہجر وفراق کا یہ صدمہ، دلِ مضطر کیسے برداشت کرے گا اگر مقام بہشت عطا ہوا بھی تو آپ ﷺ کے دیدار کے بغیر جنت کی تمام لذّتیں میرے لئے باعثِ تسکین نہیں! حضور اکرم ﷺ نے حضرت ثوبان ؓ کا کلام سن کر کچھ جواب نہ دیا پھر آیت زیرِ مطالعہ کا نزول ہوا حضرت جبرائیل امین ؑ نویدِ مسرّت لے کر تشریف لائے اور بشارت دی کہ بہشت میں اطاعت کرنے والوں کو انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ملاقات کا شرف ملتا رہے گا۔ (بحوالہ علامہ قرطبی تفسیر ابن کثیر)

سوال یہ ہے کہ جنّت میں ملاقات کی کیا صُورت ہوگی! اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ سے ایک دوسرے کو دیکھا جا سکے گا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''اہلِ بہشت اپنی کھڑکیوں سے اپنے بلند طبقات والوں کو تو دیکھیں گے جیسے دنیا میں تم ستاروں کو دیکھتے ہو'' (بحولہ مؤطا امام مالکؒ عن قول ابو سعید خدری ؓ)

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے بارے میں ارشاد فرمایا ''بلند درجات والے نیچے درجات کی طرف اُتر کر آیا کریں گے اُن کے ساتھ ملاقات اور مجلس ہوا کرے گی'' (بحوالہ ابن جریرؒ عن قول ربیعؒ)

آیت ۷۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے جاننے والا گویا اِس بات کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین کے مقامات اعلیٰ پر تمام لوگ نہیں آ سکتے لیکن جو ایمان قبول کر کے اُن کی راہ پر عمل پیرا ہوگا اسے باری تعالیٰ اپنے لُطف وعنایت اور عطائے کرم سے نوازدے گا۔

آیت ۶۵ تا ۷۰ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

اگر اسلام کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے کرائیں تو ایمان کے لئے اس سے بھی بڑھ کر شرط ہے کہ ان فیصلوں پر دلی رضامندی ہو، اور اطمینان اور خوشی کے ساتھ ان پر راضی ہوں یہ اسلام اور ایمان کی عملی کیفیت ہے، ہر ایک کو سوچنا ہے کہ وہ اسلام سے کس قدر دُور ہے اور اس کے ایمان کا کیا حال ہے اس کے بعد اسلام اور ایمان کا دعویٰ کرے، ربّ کے علم میں بات ہے کہ انسانوں پر بھاری فرائض عائد کئے گئے وہ اس کو بجا نہیں لا سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ ہی نہیں کیا کہ اِستطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالا جائے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرے اپنی استطاعت اور طاقت کی حدُود میں، تو اللہ تعالیٰ اس کی بھرپُور معاونت کرتا ہے۔

اسلام ایک ایسا نظامِ حیات ہے جس پر ہر وہ شخص عمل کی توفیق پاتا ہے جو سلیمُ الفطرت اور راہِ ہدایت کا متمنّی ہو قتلِ نفس اور جلا وطن ہونا دو ایسے کام ہیں جو گراں ہیں اگر اللہ تعالیٰ بطورِ حُکم یہ فرض عائد کرتا تو اس پر عمل کرنا کھٹن تھا یہ حُکم اس لئے عائد نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو شکست سے ہمکنار کرنا نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے انکار کریں اللہ تعالیٰ نے اس دین کے احکامات میں وہی کچھ فرض کیا، جس پر سب لوگ عمل کر سکتے تھے، کر سکتے ہیں، اس لئے یہ دین سب کے لئے آیا ہے یہ دین ایک ایسا دین ہے اگر ایک عام انسان اس پر عمل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس پر عمل کر سکتا ہے اپنے دائرہ بشریت میں رہتے ہوئے۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کریں وہ اَنبیاء، صدیقین، شُہداء اور صالحین کے رفیق ہوں گے جو انعام یافتہ ہیں یہ ایک ایسی صداقت ہے جس سے تمام قلبی احساسات اُٹھتے ہیں بشرطیکہ دل میں بھلائی کا جذبہ مُوجزن ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ہمہ وقت اپنی حفاظت اور اپنی حفاظت کا سامان ساتھ رکھا کرو، اور ہوشیار رہو، پھر جیسا موقع ہو گُروہ در گُروہ سب کے سب اکٹھا ہو کر نکلو۔(۷۱)

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾

اور بے شک تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو پس وپیش کرتے ہیں تیاری میں اور پیچھے رہ جاتے ہیں پھر اگر کوئی مصیبت/اُفتاد پڑ جاتی ہے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا میں اُن کے ہمراہ موجود نہ تھا۔(۷۲)

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی (فتح اور مالِ غنیمت) ملے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے، تو اس انداز سے بات کرے گا تمہارے اور اس کے درمیان اُلفت/دوستی نہ تھی، پھر حسرت ویاس سے کہے گا! اے کاش! میں بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو پھر عظیم تر کامیابی حاصل کر لیتا۔(۷۳)

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

پس وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض فروخت کردی ہے اُنہیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی راہ میں جہاد/لڑنا چاہئے اور جو شخص راہ خدا میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا شہادت پائے یا غالب آ جائے ہم دونوں حالتوں میں اُس کو اجرِ عظیم دیں گے۔(۷۴)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

اور آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے! تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے ہو حالانکہ کئی بے بس، ناتواں مرد اور عورتیں اور کمزور بچے ایسے بھی ہیں جو ظُلم سے عاجز آ کر یوں دعا کر رہے ہیں، اے ہمارے رَبّ! اس بستی سے ہم کو نکال لے جس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں ہمیں نجات دے اور اب تو کسی کو اپنی طرف سے کوئی دوست/حمایتی بنا دے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کسی خاص کو مددگار مقرر کر دے۔(۷۵)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

جو اہلِ ایمان ہیں وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنہوں نے کُفر کی راہ اپنائی ہوئی ہے وہ جنگ طاغوت/شیطان کی راہ میں کرتے ہیں، پس ایمان والو! شیطان کے حامیوں کے ساتھ لڑو ورتم بھی اِبلیس کے حمایتیوں کو ہلاک کرو، یقینی طور پر جان لو! شیطان کا مکر و فریب/چالیں درحقیقت بے حد کمزور ہیں۔(۷۶)

الفاظ و معانی آیت ۷۱ تا ۷۶

﴿ خُذُوْا ﴾ لے لیا کرو۔ ﴿ حِذْرَ ﴾ اسلحہ، محفوظ مکان، اسم ہے۔ ﴿ حِذْرَهُمْ ﴾ ان کا بچاؤ، تدارک، حِذْرَ، مضاف هَمْ، ضمیر مضاف الیہ، جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق، حِذْرٌ، حَذَرٌ، ایک ہی معنیٰ ہیں کہ خوفناک شے سے ہوشیار رہنا۔ ﴿ اِنْفِرُوْا ﴾ تم نکلو، کوچ کرو، فعل امر حاضر نَفَر، يَنْفِرُ، نَفِيْرٌ، نُفُوْرًا سے ہے کے معنی بھاگنے اور کوچ کرنے کے ہیں۔ ﴿ ثُبَاتٍ ﴾ دستے بن کر، منفرد گروہ، اس کا واحد ثُبَةٌ ہے۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ ﴾ الخ، اس آیت مبارکہ کے جز واول میں جہاد کے لئے اسلحہ کی فراہمی کا حکم ہے اور کافروں کے ساتھ مقاتلہ کے وقت اسباب جنگ ہتھیار ڈالنے اور شمشیر بکف رہنے کا حکم ہے اور جز و دوئم میں اقدام جہاد کا حکم ہے۔ ﴿ وَاِنَّ مِنْكُمْ ﴾ اور بے شک تم میں سے ظاہری طور پر محسوس تو یہ ہوتا ہے کہ خطاب بھی اہلِ ایمان سے ہے جو جن خوبیوں کا تذکرہ ہے وہ مؤمن کی خوبیاں نہیں ہیں اس سے مراد مُنافقین ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿ لَيُبَطِّئَنَّ ﴾ دیر کرتا ہے، يُبَطِّيءُ، وہ دیر کرتا ہے، پس وپیش کرنا، گریز کرنا پیچھے رہ جانا، فعل مضارع قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَفُوْزَ ﴾ میں کامیاب ہوں گا، فعل مضارع۔ ﴿ اِنْ اَصَابَتْكُمْ ﴾ اگر پہنچیں تمہیں۔ ﴿ اَصَابَ ﴾ از صُوب، وہ پہنچا فعل ماضی۔ مضارع يُصِيْبُ پہنچے ہیں۔ ﴿ يَشْرُوْنَ ﴾، شَرٰى، يَشْرِى، فروخت کے معنی اور خریدنے کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ ﴿ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ﴾ بیچ دی دنیا کی حیات آخرت کے بدلے۔ مفہوم یہ ہے کہ عزم جان نثاری کے میدان میں، وہی قدم رکھے جس نے اپنی متاع حیات اور زیست کی دل بستگیوں کا سودا باری تعالیٰ کے ساتھ کر چکا ہے جو لوگ دنیاوی جاہ وجلال کے طلب گار ہیں وہ اپنا رُخ کسی اور سمت کریں، مسلمانوں کی صفوں اور اسلام کے پرچم کے نیچے، دنیا پرست اور طالب دنیا کے لئے کوئی جگہ نہیں جنہوں نے دنیا کے تھوڑے مال کی خاطر اپنے دین کو بیچ دیا وہ مُنافقین اور کافر ہیں (بحوالہ ابن کثیرؒ)

﴿ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ ﴾ کیا عذر ہے تمہیں لڑنے میں، لطیف اشارہ یہ ہے کہ ان حالات میں لڑنا اور جہاد ایک طبعی تقاضا اور فطری فریضہ ہے۔ مسلمانوں پر کُفار ظُلم کریں تو دوسرے مسلمانوں کی ذمّہ داری ہے وہ اُن کو نجات دلائیں۔ ﴿ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ ﴾ بےبس، ناتواں، عاجز، اِسم مَفعول۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ جو اہلِ ایمان ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر کا لڑنا شیطان کی راہ ہے مؤمن کی جنگ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کی بقا کے لئے، عدل مساوات کی خاطر، نیکی اور پرہیزگاری کی راہ اور اقتدار کو حاصل کرنا ہوتا ہے اور جو اہلِ ایمان نہیں اس کے لئے جنگ میں مادی فائدے کا عمل دخل ہوتا ہے کافر کی تمنا تو یہ ہوتی ہے کہ کُفر اور طاغوت کا غلبہ رہے آپ جانتے ہیں کُفر وشرک شیطان کی راہیں ہیں اس لئے کافر شیطان کے امور میں مدد کرتے ہیں

﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴾ شیطان کے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں اس کی تدابیر اور چال بازیاں بے سود اور شیطان کا داؤ کمزور ہے، مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو شیطان کے رفیقوں رُودستوں سے لڑنے میں کسی تامل کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا ”جب تمہیں شیطان دکھائی دے تو بغیر کسی خوف خطر کے اس

پر حملہ کردو اس کے بعد یہی آیت تلاوت فرمائی'' (بحوالہ احکام القرآن للسیوطیؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۷۱ تا ۷۶

آیت ۷۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ چونکہ مسلمانوں کے ساتھ مسلسل کافروں کی تخریبی سرگرمیاں عروج پر تھیں، اُن کے مُبلّغین کو دھوکہ سے دعوت دی جاتی اور قتل کردیا جاتا مدینہ منورہ کی حدود کے باہر حفظ امان اور جان و مال کی سلامتی کو خطرہ لاحق تھا، اِس صُورتِ حال کے پیشِ نظر مسلمانوں کو سخت حفاظتی تدابیر، اور سعیِ پیہم اور جان فشانی کی ضرورت تھی اِس لئے حکم دیا جارہا ہے کہ مقابلہ کے لئے ہمہ وقت تیار رہو، اپنے بچاؤ کی راہ اختیار کرو اسلحہ اور دیگر ذرائع سے مُنافقوں کی کیفیّت سے تو تم پہلے ہی واقف ہوگئے ہو، سامانِ حرب لے کر عقل اور تدبیر کو بروئے کار لاتے ہوئے دشمنوں کے مُقابلہ اور مُقاتلہ کے لئے اپنے اپنے گھروں سے مُتحد اور مُنظّم ہو کر نکلو۔

اِس آیۃِ مبارکہ میں اوّل تو ''جہاد'' کی تیاری کا حکم صادر ہوا اس کے بعد ارشاد ہوا کہ

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا

جہاد کے لئے نکلو تو تنہا اور اکیلے نہ نکلو، بلکہ فوجی دستے، باہم ٹولیوں کی شکل میں، لشکر کی صُورت میں جائیں

حدیثِ مُبارکہ میں ارشاد ہے: خَيْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا اَرْبَعُ مِائَةٍ ''یعنی بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین دستہ چار سو کا'' (رواہ الطبرانی بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

آیت ۷۲ میں واضح طور پر مُنافقوں کا جو مسلمانوں کے ساتھ رویہ ہے اس کی وضاحت کی جارہی ہے اگر مسلمان میدان کارزار میں جہاد میں شرکت کا عزم کرتے ہیں تو مُنافق کا یہ اَنداز طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف زاویہ فکر ونظر، حیلہ اور بہانہ کرکے پیچھے رہ جاتے ہیں اگر میدانِ جنگ میں مسلمانوں پر مُصیبت پڑے اور شکست کے آثار نظر آئیں تو اظہارِ مَسرت کرتے ہیں اور بَرملا کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر فضل کیا میں نہ ہوا، اُن کے ہمراہ۔

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ اگر مسلمانوں کو اللہ کی عِنایت اور مہربانی سے فتح نصیب ہوجائے اور مالِ غنیمت ہاتھ آجائے تو مُنافقوں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کفِ افسوس ملتے یا اظہارِ افسوس کرتے اے کاش! ہم موجود ہوتے تو ہمارے اور اُن کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم رہتا تو ہمیں کامیابی عطا ہوتی، ہمیں بھی بہت سا مال غنیمت ہاتھ آتا، گویا وہ اہلِ ایمان کو کامیاب وکامران ہونے میں حسد کرتے، اور لب پر ہوتا، کہ اگر جنگ میں شرکت کرتے تو نام بھی روشن ہوتا، مُجاہد کہلانے کی سعادت ملتی، اور مالِ غنیمت میں بھی حقدار ہوتے۔

آیت ۷۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کے لئے جنگ میں حصّہ لینا بالفاظ دیگر جہاد کرنا دنیا طلب لوگوں کا کام ہے ہی نہیں، جہادِ زندگانی میں حصّہ لینا تو ایسے لوگوں کا نصیب ہے جن کی حیات کا مقصدِ نظر صرف حق تعالیٰ شانہٗ کی خوشنودی ہو، اور جو لوگ اللہ اور آخرت پر کامل اعتماد رکھتے ہوں اور دینوی زندگی میں اپنی خوشحالی، کامرانی کے تمام تر امکانات اور مفادات اِس آس پر قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوجائیں کہ ان کا ربّ راضی ہوگا اِس کائنات میں نہیں تو

بہر نوع اُن کی قربانیاں رائیگاں نہیں ہوں گی، ان کا کہنا ہوگا سورۃ الفجر آیت ۲۸ پارہ عَمَّ کے مطابق

اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ۝

''چل اپنے رَبّ کی طرف، تو اُس سے راضی وہ بھی تجھ سے راضی''

جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر خواہ مغلوب ہو جائے یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے یا غالب آجائے ہر حالت میں اس کو آخرت میں عظیم اُجر عطا ہوگا۔

آیت ۷۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ آخر کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس ناتواں، مردوں عورتوں اور معصوم بچوں کی خاطر نہ جنگ کرو، جن کو کمزور جان کر ظلم و جور کیا جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ مکّہ مکرمہ میں اور عرب کے دیگر قبائل جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، مگر ہجرت کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے اور نہ اپنے آپ کو ظلم سے بچانے کی اِستعداد رکھتے تھے اور دعا کرتے کہ کوئی انہیں ظلم سے نجات دلائے۔ گفتگو کا ماحصل یہ کہ جنگ میں حصّہ لینے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ظلم کو ختم کرنے کے لئے خود ظالموں، جابروں پر حملہ کر کے، ان ظالموں کے پنجۂ استبداد سے مظلوم اہلِ ایمان کو چھڑایا جائے یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے۔

آیت ۷۶ میں وضاحت کے ساتھ جہاد کی ترغیب کا بیان ہے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کی خاطر لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں۔ گویا مومن اور کافر دونوں کو لڑائی کی ضرورت پیش آتی ہے عمل تو ایک ہی ہے لیکن دونوں کے مقاصد میں اختلاف ہے مؤمن تو اللہ کی رضا کے لئے لڑتا ہے، محض طلب دنیا اور ہوس حکومت و اقتدار کی خاطر نہیں۔ جبکہ کافر کی لڑائی کا مُدعا دنیا اور اُس کے مفادات ہیں گویا مسلمانوں کو طاغوت رابلیس کے رفقاء اور کافروں سے جنگ کرنا امر لازمی ہے اس میں تردد اور اُلجھن کی کوئی گنجائش نہیں طاغوتی مقاصد کے حیلے، بہانے اور تدبیر کو ضعیف کہا گیا ہے یوں تو شیطان اور اس کے ہمنوا، بڑی بڑی زبردست، عیّاری اور مکّاری کی چالیں چلتے ہیں لیکن حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اہلِ ایمان کو اِن کی چالوں سے نہیں گھبرانا چاہئے اچھی طرح جان جایئے! آخر کار ان کا انجام شکست اور ناکامی ہے۔

آیت ۷۱ تا ۷۶ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

اہلِ ایمان کو ہر وقت مقابلہ کے لئے تیار رہنا ہے، یہ اہلِ ایمان کو نصیحت ہے یہ عالم بالا کی قیادت سے اُن کے لئے حُکم ہدایت ہے۔ منہاجِ عمل بتایا جا رہا ہے جو کُفّار میں تمہارے قریب تر ہیں اُن سے قتال کرو۔ اسلامی تحریک کا یہ عملی منصوبہ ہے یہ احکام قرآن ہیں قرآن نے مسلمانوں کو صرف عبادات اور مراسم عبودیت ہی نہیں سکھائے یہ زندگی کے عملی واقعات ہیں ہر واقعہ اپنے عمل پر اپنا فیصلہ دیتا ہے اور پوری زندگی کے لئے مکمل راہِ عمل کی مکمل ہدایات دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، لوگوں کو جو ناتواں ہیں ان کے چھٹکارے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو، شیطان کے ہمنواؤں سے جنگ کرو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو بھی نہیں دیکھا! جنہیں کہا گیا تھا ابھی اپنے ہاتھوں کو روکے رتھامے رکھو! اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور جب اُن پر جہاد فرض کیا گیا، تو اُن ہی کی ایک جماعت رفریق ایسا ڈرنے لگا جیسے ڈرا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے، یا اس سے بھی کچھ زیادہ اور کہنے لگے، اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم پر لڑائی رجنگ کیوں فرض کردی کیوں نہ ہمیں کچھ اور مُہلت رمدت دی، اُن سے کہو! دنیا کا سرمایۂ حیات، بَرتنا تو قلیل مُدّت کا عرصہ ہے، اور آخرت زیادہ بہتر ہے اُن کے لئے جو راہِ تقویٰ اپنائے ہوئے ہیں اور وہاں تم پر کھجور کی گٹھلی کے رِیشہ کے مساوی بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۷۷)

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تو بہر نوع تمہیں آ پکڑے گی، اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں محفوظ رہو گے تب بھی موت سے نہیں بچ سکتے، اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ حضور رآپ ﷺ کی طرف سے ہے۔ اے حبیب ﷺ، کہہ دیجئے! یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کوئی بات ٹھیک طور پر ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ (۷۸)

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ؗ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

اے انسان! تجھے جو بھلائی عطا ہوتی ہے اللہ کی لُطف وعنایت سے ملتی ہے اور جو کچھ تکلیف پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نَفس کی طرف سے ہے رتیرے اپنے کسب وعمل کی طرف سے ہے، اے نبی! ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو انسانوں تک پیغام پہنچانے والا رسول بنا کر بھیجا ہے اُس پر اللہ کی شہادت کافی ہے۔ (۷۹)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

جس نے رسول اللہ کا حکم تسلیم کیا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا، اور جو منہ پھیرے، یا جو اُلٹ پھر گیا تو ہم نے آپ ﷺ کو اُن کے لئے پاسبان رنگہبان بنا کر تو بھیجا نہیں ہے۔ (۸۰)

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ

اور کہتے ہیں کہ ہم نے حکم مانا راطاعت تسلیم کی، پھر جب آپ ﷺ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو اُن میں سے ایک گروہ ربعض لوگ،

مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

چھپ کر آپ سے رات بھر مشورے کرتے ہیں آپ ﷺ کے قول کے خلاف ربر عکس جو آپ ﷺ نے فرمایا، یہ لوگ جو بھی پوشیدہ طے کرتے ہیں اللہ نے سب کچھ لکھ رکھا ہے اب تم اِس کی فکر ر پرواہ مت کرو اللہ پر بھروسہ کرو، وہی بھروسہ کے لئے کافی ہے۔ (۸۱)

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

کیا یہ لوگ، غور نہیں کرتے قرآن میں اگر یہ اللہ کے سوا، کسی اور کا کلام ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا۔ (۸۲)

الفاظ ومعانی آیت ۷۷ تا ۸۲

﴿ كُفُّوٓا ﴾ كَفّ، تم روکے رکھو، قواعد کے مطابق صیغۂ فعل اَمر حاضر جمع مذکر كَفّ، يَكُفُّ

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوٓا اَيْدِيَكُمْ ﴾ الخ کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو، اس آیت کے نُزول سے پہلے تو لڑائی کرنے کا ایسا تقاضا تھا کہ اُن کو منع کرنے کے لئے تاکید کی گئی تھی کہ ابھی اپنے ہاتھوں کو لڑنے سے روکے رکھو مکّہ میں ہجرت سے قبل کافر مُسلمانوں کو ایذاء دیا کرتے تھے مُسلمان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر شکایت کرتے اور کہا کرتے ہم کُفّار سے بدلہ لینے کے لئے مقاتلہ کرنے کو آمادہ ہیں، رسول اللہ ﷺ مُسلمانوں کو مُقاتلہ اور لڑائی سے باز رہنے کو کہتے، وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، نماز قائم کرنے کا حکم صادر کرتے واٰتُوا الزَّكٰوةَ، اور ادائیگی زکوٰۃ کی تلقین کرتے، جب مُسلمان مکّہ میں تھے تو کُفّار کی ایذاء سے عاجز آکر جہاد کے حکم کے متمنی ہوتے لیکن مدینہ منورہ میں راحت وسکون ملا تو ایسی صورت میں ان کا جذبہ کم ہوا اور ایک مدت کے بعد جنگ کا حکم اپنے وقت پر آیا تو کچھ لوگ کنارہ کشی اختیار کرنے لگے اور جب انہیں قتال کی اجازت مل گئی تو بعض لوگوں نے اپنی پست ہمتی کا مظاہرہ کیا اور جب مُسلمانوں کو حکمِ جہاد ہوا تو انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس وقت حکم جہاد نہ ہوتا تو بہتر ہوتا۔ قرآن نے کہا کہ ان کی حالت پر غور کرو اور انہیں حق وانصاف کی راہ میں قتال کا حکم ہوا ہے انہیں لڑائی سے جی چُرانے کی ضرورت نہیں! موت تو ایک دن آکر ہی رہے گی تم کسی مقام اور جگہ پر ہو موت کا آنا برحق ہے جب یہ حقیقت ہے تو جہاد سے انکار محض بیکار ہے۔

﴿ يَخْشَوْنَ ﴾ وہ ڈرتے ہیں، ﴿ خَشْيَةً ﴾، خَشِيَ، يَخْشٰى قواعد کے مطابق فعلِ مضارع، خَشْيَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ﴾ تم کہہ دو! دنیا کا مال ومَتاع اور فائدہ بہت تھوڑا سا ہے اور صرف باری تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی آخرت بہت ہی بہتر ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ متاع زیست کے طلب گار ہیں اور جنہیں مَال ومتاع سے رَغبت ہے اُن لوگوں کو جہاد کا حکم گراں گذر رہا ہے حکم رَبّی ہے تم پر، لازم ہے کہ عارضی حیات وکائنات کے نفع کے پہلو کے بجائے اللہ کی اطاعت میں کوتاہی نہ برتو اور جہاد سے خوف کھانے

کی قطعی ضرورت نہیں، یقین جانو تمہاری محنت اور مُشقّت رائیگاں ہونے کی نہیں ادنیٰ ثواب کا اجر ہے۔

﴿ اَیْنَ مَا ﴾ جہاں کہیں بھی، قواعد کے مطابق اِسم ہے۔ ﴿ مَا تَكُوْنُوْا ﴾ تم ہوگے۔ ﴿ يُدْرِكْ ﴾ وہ پالے گی، فعل مضارع، ادرک، ماضی کا صیغہ۔ ﴿ بُرُوْجٍ ﴾ قلعہ، قصر اِس کا واحد بُرج ہے، وہ بلند و بالا عمارت جو دُور سے نمایاں ہو۔ ﴿ مُشَيَّدَةٍ ﴾ مضبوط پائیدار۔

﴿ وَلَوْكُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ مفہوم یہ ہے کہ موت سے ڈر کر خوف میں مبتلا ہوکر اور بُزدلی کا عملی مظاہرہ، عقلمندی تو نہیں! تم لاکھ اپنی حفاظت کے سامان، بہم کرو موت تو آکر ہی رہے گی اگرچہ تم مضبوط محل اور مضبوط قصر میں کیوں نہ رہو موت تو بہر طور آنی ہے رہن سہن اور معاشرتی ضرورت کی تکمیل اور مال اور ساز و سامان کی حفاظت کے لئے مضبوط پائیدار تعمیر کردہ مکانات کی تعمیر نہ تو خلاف توکّل ہے اور نہ خلافِ شرع۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ)

﴿ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾ اِن لوگوں کو نفع پہنچتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے مُنافقین کا "مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" کہنا بھی بطورِ تحسین اور تعریف کے نہیں، بلکہ محاورہ زبان کی عکاسی کرتا ہے جیسے اردو زبان میں کہا جاتا ہے "یہ تو تقدیری اُمور ہیں" (بحوالہ تفسیر ماجدی، عبدالماجد دریا آبادیؒ)

﴿ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ﴾ مُنافقین کا بیان ہو رہا ہے کہ اُن کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آثار فتح ہو، یا حالات ساز گار ہوں تو کہا کرتے ہیں یہ سب آپ کا کرم ہے باری تعالیٰ، یہ سب ربِ جلیل کا فضل و کرم ہے یہاں حَسَنَةٍ سے مراد نعمت لی گئی ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اِس آیتِ مُبارکہ کی طرف لَطیف اشارہ ہے کہ انسان کو جو کُچھ نعمت عطا ہوتی ہے وہ انسان کا کوئی حق تو نہیں، البتہ یہ محض فضل رَبی ہے انسان خواہ کتنا ہی عابد، زاہد ہو عبادت کرے، نعمت اس کا استحقاق نہیں یہ توفیق باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ﴾ اور جو تکلیف پہنچے سو اس کا سبب تیرا نَفس ہے یہاں پر "سَيِّئَةٍ" سے مراد مصیبت ہے، مصیبت جو آپڑتی ہے وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے لیکن اس کا سبب خود انسان جس کے اعمال بد کا نتیجہ یہ اُفتاد ہے اگر انسان منکرِ حق کافر ہے تو اس کے لئے جو اُفتاد پڑتی ہے اس کے لئے یہ عذاب کی ایک معمولی سی مثال ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ ہے اگر وہ بندہ مؤمن ہے تو یہ مصیبت اور غم و آلام، اس کے کئے ہوئے گناہوں کا کفّارہ بن کر نجاتِ آخرت کا موجب ہے۔

﴿ يَفْقَهُوْنَ ﴾ وہ سمجھتے ہیں، قواعد کے مطابق فعل مضارع۔ ﴿ حَدِيْثًا ﴾ بات، اِسم ہے

﴿ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ﴾ اور اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یاد رکھیے آپ ﷺ صرف عربوں کے لئے رسول نہیں تھے گویا آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے، ہر زمانہ، ہر دور کے انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی رسالت تمام کائنات، تمام عالم اسلام کے لوگوں کے لئے عام ہے خواہ اس وقت موجود ہوں یا قیامت تک آئندہ وقوع پذیر ہو۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿ بَرَزُوْا ﴾ وہ نکلے، ظاہر ہوتے ہیں فعل ماضی کا صیغہ۔ ﴿ بَيَّتَ ﴾ رات کو مشورہ کیا، فعل ماضی 'یُبَیِّتُ' مضارع۔

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡفَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ﴾ اور خود آکر کہا کرتے ہیں ہم کو حکم تسلیم کرنا قبول ہے اور آپ کے پاس جا کر اکثر لوگ رات میں چھپ کر آپ کے قول کے خلاف مشورہ کرتے ہیں اِس آیتِ مُبارکہ میں ان لوگوں کی مذمّت کی گئی ہے جو دُوزخی رویہ اختیار کیئے ہوئے ہیں، زبان سے اقرار کچھ اور دل میں کُچھ اور ہے یہ حال ہے مُنافقوں کا آپ ﷺ کے سامنے موجودگی میں اقرار اور پیٹھ پیچھے خفیہ کارروائی سے ضرر دینے کے لئے جماعت کے اندر ایک ٹولی بناتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حضرت محمد ﷺ کے طرزِ عمل کے متعلق ایک خاص ہدایت ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

﴿ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭوَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾ پس رُخ پُرنُور پھیر لیجئے ان سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ قائم کیجئے رَبّ ہی سب کام بنانے کو کافی ہے۔ رَبِّ جلیل کارساز ہے اور دنیا نے کرشمہ دیکھا کہ عُدو کی تمام تر سازشیں ناکام ہوئیں جو فتنہ اور افتراء انہوں نے رسالت مآب ﷺ کو ناکام بنانے کے لئے برپا کیا وہ خود اُن کی رُسوائی اور ذلّت کا مُوجب ہوا۔

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ ﴾ کیا قرآن پر غور نہیں کرتے، اس سے ایک لطیف بات کی طرف اَشارہ ہے کہ اگر بہ نظرِ غائر مضامینِ قرآن پر غور وفکر کیا ہوتا، تو اُن پر واضح ہو جاتا کہ یہ کسی انسان کا نہیں، یہ کلامِ اللہ ہے اگر یہ کسی انسان کا تشکیل دیا ہوتا تو اس کے مضامین اور بیان کردہ عبارت میں تعارض ہوتا۔

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو یہ اس میں بڑا اختلاف پاتے اسی لئے اس میں کوئی تفاوت کی گنجائش نہیں ہے۔

﴿ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک مضمون میں اختلاف ہوتا تو مضامین کثیرہ میں کثیر اختلاف ہوتا، لیکن یہاں کسی ایک مضمون میں بھی اختلاف نہیں۔ (بحوالہ بیان القرآن)

یہ کتاب جو ایک محتاط اندازے کے مطابق تیس برس کے عرصہ میں نازل ہوئی ہے اس میں تضاد اور اختلاف کا شائبہ تک نہیں!

اس کی کوئی آیت نہ معنوی اعتبار سے دوسری آیتوں کے خلاف ہے اور نہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کوئی حصہ دوسرے سے فروتر ہے، قرآن ہر قسم کے تفاوت سے پاک ہے اور بالاتر ہے اور یہی کلامِ رَبّانی ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ (بحوالہ علامہ بیضاویؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۷۷ تا ۸۲

آیت ۷۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب ایمان والے بہت زیادہ ستائے جانے لگے، اور جب مُشرکوں نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ وہ مُسلمانوں کو بہت ایذاء پہنچانے لگے تو رَبّ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو جوابی طور پر ہاتھ روکے رکھنے کو کہا، نماز کا اہتمام کرنے، اس کو قائم کرنے، اور ادائیگی زکوٰۃ کا حکم صادر کیا لڑائی سے روک دیا گیا تاکہ نماز اور زکوٰۃ کا سہارا لے کر تقوٰی کی جانب قدم بڑھایا جائے، نماز تربیت نفس کے لئے ضروری ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال کی محبت سے نجات ملتی ہے

ہجرت کے بعد جب مُسلمانوں کو کافروں سے مقابلہ کا حکم ملا تو بعض اُن کافروں سے لڑائی کرنے سے ایسے خوف کھانے لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اپنی تمناؤں کا اظہار کیا اے کاش! تھوڑے عرصہ تک ابھی اور قتال کا حکم صادر نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا، حالانکہ وقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اُن کو خوشی کا احساس ہونا چاہئے تھا کہ ہماری التجا مبرور ہوئی کیونکہ دنیاوی مال ومتاع کی طلب اور رغبت کے سبب اُن لوگوں کو حکم جہاد گراں گزرا، ایسے کمزور مُسلمانوں کو بتایا جارہا ہے یہ دنیا تو فانی ہے اور اس کا نفع بھی عارضی ہے۔ جس مہلت کی تمہیں آرزو ہے اُس کے مقابلے میں آخرت بہت اچھی اور پائدار ہے رَبّ کی رضا اور اطاعت میں کوتاہی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں جہاد سے خوف کھانے اور بھلا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے یقین جانو! اطمینان رکھو! تمہاری کاوش، محنت اور جان فشانی رائیگاں ہونے کی نہیں، ذوق وشوق کے ساتھ کارگہہ حیات میں جہاد میں مصروف ہو جاؤ تمہارا ادنیٰ سے ادنیٰ اجر بھی ضائع نہ ہوگا اور تم پر دھاگے برابر بھی ستم وجور نہیں کیا جائے گا۔

آیت ۷۸ میں واضح طور پر بتایا جارہا ہے کہ اب رہی بات زندگی اور موت کی تم جہاں بھی ہو، ارے بھئی! موت کو تو بہر نوع آنا ہی آنا ہے اور وہ آکر ہی رہے گی اگر تم کسی مضبوط تر قلعے میں یا پائیدار یا عظیم تر قصر میں چھپ جاؤ یا کسی بھی پوشیدہ مقام میں چلے جاؤ جب موت کا پروانہ آجائے گا تو تمہیں مرنا ہوگا اس کے سواء کوئی دوسری راہ نہیں ایک بار جنگ کا فیصلہ ہونے پر موت سے ڈر کر قدم پیچھے کی طرف ہٹانے کی قطعی ضرورت نہیں نُصرت وفتح کی صورت میں اللہ تعالیٰ ہی کی سمت نسبت رکھنی چاہئے البتہ ناکامی کی صورت میں اپنی کوتاہی اور کمزوری پر نگاہ مرکوز رکھنی چاہئے کسی سردار کو موردِ الزام ٹھہرانے کی ضرورت نہیں۔ کام کا بننا، بگڑنا سب کچھ تو رَبّ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ یہاں سے پھر مُنافقوں کی بات کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ گذشتہ اُمت کے انکار کرنے والوں کی طرح اُنہوں نے بَرملا کہا فلاح وبھلائی، اناج کی زیادتی، اور خوش حالی اور مال واولاد کی کثرت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر مال وثروت میں کسی قحط سالی اور دیگر شکست اور مَصائب سے دوچار ہوتے تو کہتے یہ محمد ﷺ کے دین اختیار کرنے کے نتیجے میں ہے۔ نَعوذ باللہ۔ اس بات کا ذکر سورۂ الاعراف آیت ۱۳۱ پارہ ۹ قَالَ الْمَلَاُ میں آیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے بارے میں آیا ہے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اور جب بدحالی سے دوچار ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ والوں کی نحوست بتلاتے جب کہ باری تعالیٰ کے یہاں سے یہ آگاہی تھی کہ نحوست نے تمہارا پیچھا پکڑ لیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب مُسلمانوں کو کسی نوعیت کا خسارہ پیش آتا تو مُنافق اور یہودی کہتے یہ سب کچھ حضور اکرم ﷺ کے سبب ہوا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے جو کچھ ہوتا ہے من جانبِ اللہ ہوتا ہے اور رَبِّ جلیل نے ہر نوعیت، کیفیت اور ہر نتیجہ کے لئے اپنے قوانین اور دستور العمل کو بیان کر دیا ہے پس مُنافق اور یہود بڑی جہالت اور عِناد کی بات کہہ رہے ہیں۔

آیت ۷۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ انسان کو جو نعمت عطا ہوتی ہے وہ اُس کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملتی ہے عبادت کی جو توفیق ہمیں ملتی ہے وہ رَبِّ جلیل کی جانب سے ہے ذرا غور تو فرمایئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار، بے حساب ہیں بھلا عمرِ

عزیز کی محدود مدت میں بھلا عبادت، ریاضت سب کچھ وہ کیونکر حاصل کیا جا سکتا ہے، انسان کو جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہی تو ہے اور جو کچھ اُفتاد پڑتی ہے ❶ وہ اس کے کسب و عمل کا نتیجہ رصلہ ہے۔ یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے اور ہر دُور اور زمانے کے اِنسانوں کے لئے رسول بنا کر مَبعوث کیا، کسی قُومیت، کسی زبان و نسل، اور رنگ و رنگت کی کوئی قید نہیں، اس گفتگو کا مَاحَصل یہ کہ حضور اکرم ﷺ سب کے رسول ہیں اور رسولوں کا کام یہی ہے کہ وہ پیام اور پیغام کو پہنچا دیں، تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔

بات درحقیقت یہ ہے کہ تمام تر بھلائی اور برائی بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہی آتی ہے جیسا کہ وضاحت کی جا رہی ہے "کُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰہِ" اب یہ بندہ پر لازم ہے کہ نیکی کو ربِّ جَلیل کا فضل اور احسان جانے، اور بُرائی کو اپنی شامتِ اعمال یا عُقوبت، اس لئے بتایا گیا کہ یہ تمہارے نفس سے ہے اور یہ سب کچھ تمہاری خطاؤں، کوتاہیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہے گویا جو تم پر مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے کئے ہوئے اعمال کی بدولت ہے چنانچہ سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰ پارہ نمبر ۲۵ اِلَیْہِ یُرَدُّ۔

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۝

"اور جو تم کو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے امور کے سبب آتی ہے جب کہ بہت سے گناہ تو اللہ معاف ہی فرما دیتا ہے۔"

آیت ۸۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی فرمانبرداری کی گویا اُس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی، رسول اللہ ﷺ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف بُلاتے ہیں اور دعوت عبادت دیتے ہیں۔ اللہ کا رسول اس لئے پیامِ حق دنیا میں پہنچانے کے لئے مَبعوث ہوتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ لوگوں کے اعمال کا پاسبان بنے اور جَبری طور پر اپنے طریق پر چلائے یہ بات اچھی طرح جان جایئے رسول کی فرمانبرداری، ہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔

"بحرالحقائق میں تحریر ہے کہ رسالت مآب فنافی اللہ اور بقا باللہ کے وصف سے موصوف تھے" اور جو شخص قائم باللہ ہو، بلاشبہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے تو حق تعالیٰ کی خلافت حضرت محمد ﷺ کو ثابت تھی۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول از مولوی فخرالدین" طباعت ۱۸۸۷ء)

کس قدر واضح اَنداز میں بتا دیا گیا ہے اللہ کا مطیع وہی ہے جو اُس کے رسول کا مطیع ہے لاکھ دعوٰی کوئی کرے اطاعت اللہ اور اِتباع قرآن الحکیم کا وہ کاذب ہے جو شریعت محمد ﷺ کی سنت کا پابند نہ ہو۔

آیت ۸۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ ذرا اُن مُنافقین کی مکّاری اور رُوباہی تو سنو! رسول اللہ ﷺ کے رُوبرو تو یہ کہا کرتے ہیں ہم نے آپ ﷺ کے حکم کو مان لیا قبول کر لیا اور دَرپَردہ سازشوں کے جال بُنا کرتے ہیں اور باہر جا کر مشاورات کرتے ہیں آپ ﷺ کے خلاف، اور محمد ﷺ کی نافرمانی کا مشورہ دیتے ہیں۔ ربِّ جلیل کے ہاں اُن کے باہمی گُفت و شنید اور مشورے لکھے جاتے ہیں اور شُورش تلاطم اور طوفان فتنہ اُن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو نا کام بنانے کے لئے بَرپا کیا ہوا ہے وہ تو خود ہی

❶ ...... حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "جنت میں جو بھی جائے گا محض صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جائے گا (صرف اپنے عمل کے سبب نہیں) صحابۂ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر بہشت میں نہیں جائیں گے" حضرت محمد ﷺ نے فرمایا "جب تک ربِّ جلیل مجھے اپنے دامانِ رحمت میں نہیں ڈھانک لے گا جنت میں نہیں جاؤں گا" (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل)

اُن کی رُسوائی، ہزیمت اور ہلاکت کا موجب ہے اُن کی باتیں، اُن کی چالیں، اور اُن کا رویہ آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اے نبی ﷺ! اُن سے منہ موڑ لیجئے اور کسی بھی بات کی مطلق پرواہ مت کیجئے اپنے تمام تر معاملات وامور اللہ کے سپرد کر دیجئے اللہ ہی کافی ہے اور کارساز ہے۔

آیت ۸۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے مُنافقین کا طرزِ عمل بھی عجب ہے، نہ تو سچے دل سے حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی قرآن الحکیم، جو کتاب اللہ ہے، اُس پر اُن کا یقین ہے رَبِّ جلیل کا فرمان ہے اگر انہوں نے قرآن پر غور وفکر کیا ہوتا، تفکّر اور تدبّر کیا ہوتا، تو یہ بات اُن پر آشکار ہو جاتی کہ یہ کلام، کلام اللہ ہے سچّا ہے اور کلام حق پر ہے اور یہ اللہ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں اختلاف رائے پاتے یہ اللہ کا کلام ہے اس میں کوئی تفاوت نہیں۔

اے صاحبو! کیوں نہیں سوچتے ہو! کہ تمام تر کارگہہ ہستی کے مسائل اور اُن کا سدِّ باب اور مکمل حل بلکہ دونوں جہاں کی حیات، اُن کی احتیاجات، حاجات اور اُن کی تکمیل کے مراحل یا محرومی کی وجوہات کس حُسنِ ترتیب اور حُسنِ ربط وعمل سے بیان کئے گئے ہیں سوچو تو سہی! اگر یہ کلام رَبِّ جلیل کے علاوہ کسی اور کا ہوتا تو اس کا کوئی حصہ اعجاز و بلاغت میں ممتاز نہ ہوتا، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان کی تحریر کردہ عبارت میں فصاحت و بلاغت کا تسلسل قائم نہیں رہتا۔ قرآن میں سابقہ اُمتوں کے واقعات کا تذکرہ ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ قرآن میں حکایات اور قصص کا بیان ہے جس میں کوئی تضاد اور تفاوت نہیں۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے یہ یقینی طور پر کلام باری تعالیٰ ہے جو اللہ جل جلالہ نے اپنے مقرّب فرشتے کے ذریعے نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

آیت ۷۷ تا ۸۲ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

ذرا اِن لوگوں کی طرف بھی نظر ڈالئے جن کو بتایا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو نماز کا اہتمام وانصرام کرو اور زکوٰۃ دو! اب جو جنگ کا حُکم ملا تو ایک فریق نے کہا کہ ہم پر جنگ کا حُکم کیوں لکھ دیا کچھ اور مُہلت مل جاتی تو اچھا تھا ان ناداں لوگوں کو پتہ ہی نہیں دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت خُدا ترس انسان کے لئے بہتر ہے۔ انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے موت تو آنی ہے آخر اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی بھلائی اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہے اور بُرائی انسان کے اعمال بد کا نتیجہ! باریٔ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو سوائے چند کے سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔ ان آیات میں جن لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے اِن میں نفاق کے خدوخال زیادہ نمایاں پائے جاتے ہیں مُسلمانوں کی صف میں مُنافق تھے اور یہ فعل اور قول مُنافق کا ہی ہوسکتا ہے وہ مُنہ پر کہا کرتے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار ہیں اور جب آپ ﷺ کے پاس سے ہٹتے تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف سرگوشیاں کرتے تھے۔ کیا مضامین قرآن پر غور نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے رسول کو بتادیا ہے کہ اللہ پر توکّل رکھو، قرآن رَبّ کی طرف سے اُترا، یہ کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف بیان پایا جاتا۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

اور جب اُن کے پاس کوخبر آتی ہے، اطمینان بخش یا خوف کی، (امن یا خوف) جو اُسے لے کر پھیلا دیتے ہیں اگر یہ لوگ اس خبر/بات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دیتے اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور اس کی صحیح حقیقت کا پتہ لگا لیتے، اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ضرور معدود چند کے سوا تم شیطان کی اتباع کرنے لگتے/شیطان کے پیچھے چل سکتے تھے۔ (۸۳)

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

پس اے محبوب ﷺ! آپ تو لڑے جایئے، اللہ کی راہ میں، آپ ﷺ کو سوائے اپنی ذات کے کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی البتہ آپ ایمان والوں کو جہاد پر اُکسائیں/آمادہ کریں/ایمان والوں کا حوصلہ بڑھاتے رہیے کوئی بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے، /اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کا زور توڑ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے اور اس کی سزا کا عذاب بھی سخت قوت والا کڑا ہے۔ (۸۴)

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

جو بھلائی/نیکی کی سفارش کرے اُس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بُرائی/بدی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قوت رکھنے والا ہے۔ (۸۵)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

اور جب کوئی تمہیں سلام کرے تو اس سے بہتر الفاظ میں یا کم از کم اُن ہی الفاظ میں سلام کا جواب لوٹا دیا کرو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (۸۶)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور وہ تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا یوم قیامت جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ کی بات سے زیادہ سچ بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔ (۸۷)

الفاظ ومعانی آیت ۸۳ تا ۸۷

﴿ وَاِذَا ﴾ اور جب۔ ﴿ جَآءَهُمْ ﴾ پہنچتی ہے اُن کے پاس۔ ﴿ اَمْرٌ ﴾ بات۔ ﴿ مِّنَ الْاَمْنِ ﴾ امن کی بات، امن کی بات سے مراد لی گئی ہے مُسلمانوں کی کامرانی اور عدو کی ہلاکت اور ناکامی کی خبر۔ ﴿ اَوِ الْخَوْفِ ﴾ خوف کی خبر سے مراد مُسلمانوں کی شکست اور اُن کی ہلاکت اور قتل کی خبر ہے۔ ﴿ اَذَاعُوْا ﴾ انہوں نے خوب پھیلایا قواعد کے مطابق فعل ماضی کا صیغہ۔ ﴿ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ ﴾ اگر وہ لوٹاتے اس کو رسول کی طرف۔ ﴿ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾ "يَسْتَنْۢبِطُوْنَ"

ازاِستنباط، اصل میں کنویں کی تہہ سے پانی نکالنے کو کہتے ہیں، کنواں کھودتے وقت، جو پانی پہلی بار نکلتا ہے اس کو مَاء مستنبط کہا جاتا ہے، قواعد کے مطابق فعلِ مضارع کا صیغہ ہے، مگر یہاں مفہوم یہ ہے کہ کسی بات کی تہہ تک پہنچ کر اس کی اصل رصحیح حقیقت معلوم کرنا، (بحوالہ قرطبیؒ) اِستِنباط کا مادّہ نَبطٌ ہے نَبطٌ ایسے پانی کو کہا جاتا ہے جو کنواں کے کھودتے وقت پہلے پہل نکلتا ہے اس لئے استنباط تحقیق اور بات کی تہہ تک پہنچنے کو کہا جاتا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

﴿ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ الخ۔ سو تم لڑو، اللہ کی راہ میں، اِس آیتِ مُبارکہ کے پہلے جزو رحصہ میں تو رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ جب باطل، حق سے برسرِ پیکار ہو تو آگے بڑھو، آپ ﷺ خواہ تنہا ہی کیوں نہ ہوں کوئی دوسرا آپ ﷺ کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو یا نہ ہو، دوسرے جُزو میں یہ بات بتائی گئی کہ مُسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کریں ترغیب سے بھی وہ آمادۂ جہاد نہ ہوں تو اُن کے فعل کی آپ ﷺ سے پربازپُرس نہ ہوگی آپ تو اپنا فریضہ سرانجام دے چکے۔

﴿ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ اور اہلِ ایمان کو ترغیب دو، قواعد کے لحاظ سے فعل امرِ حاضر۔ ﴿ عَسَی ﴾ امید ہے، قریب شاید، فعل مقارب واحد مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ یَکُفَّ ﴾ از کَفٌّ، وہ روکتا ہے، مضارع، کَفَّ، اس نے باز رکھا کَفَّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ﴿ بَاْسَ ﴾ جنگ اِسم ہے ُباسا ُسخت قوّت والا۔ ﴿ تَنْکِیْلًا ﴾ سزا، عذاب اِسم ہے۔ ﴿ سَیِّئَۃً ﴾ بُرائی ﴿ نَصِیْبٌ ﴾ حصّہ اِسم ہے۔

﴿ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً ﴾ جو کوئی سفارش کرے نیکی کی، اس آیت میں شفاعت کے معنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے امام راغب رقمطراز ہیں ''کسی اچھے یا بُرے اُمور میں کسی کے ساتھ اس طرح باہم مل جانا کہ اس کی اعانت اور تقویت پر اپنی پوری توانائی صرف کردے اور اس امر کے نتائج میں بھی خود کو برابر کا شریک سمجھے''۔

﴿ یَکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ﴾ اُس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ گویا شفاعت رسفارش کو اچھی اور بُری دو اقسام میں مُنقسم کر کے اس کی حقیقت کو عیاں کر دیا گیا اور اچھی سفارش کرنے والے کو اجر کا حصہ ملے گا اور بُری سفارش کرنے والے عذاب کی سزا۔ اچھی سفارش کے ساتھ، نَصِیْبٌ، کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اور بُری سفارش کے ساتھ ''کِفْلٌ'' حصّہ، لغت کے لحاظ سے دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں یعنی کسی شے کا ایک حصہ لیکن عمومی طور پر لفظ نصیب اچھے حصّے کے لئے مُستعمل ہے اور لفظ کفل عام طور پر بُرے حصے کے لئے بولا جاتا ہے۔

لغت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شفاعت ❶ کے لفظی معنیٰ ملانے یا ملنے کے ہیں غالباً اس لئے لفظ شفعہ عربی زبان میں جوڑنے کے معنیٰ میں مُستعمل ہے اس لئے شفاعت کا لفظی مفہوم یہ ہوا کہ کسی کمزور طالب حق کے ساتھ اپنی توانائی ملا کر اس کو قوی تر کر دیا جائے اس تمام گفتگو کا خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ جو فرد کسی کے جائز حق اور جائز اُمور کے لئے جائز طریقہ سے سفارش کرے تو اس کو اجر کا حصّہ ملے گا اس طرح ناجائز اُمور کے لئے ناجائز طریقہ عمل

❶......شفاعت حسنہ ہے جس کا مقصد کسی مُسلمان کے حق کی تکمیل یا اس کو جائز نفع دینا مقصود ہو، (بحوالہ تفسیر کشاف) کسی مُسلمان کی حاجت دُور کرنے کے لئے اللہ سے دعا مانگنا شفاعت حسنہ میں شامل ہے اور دعا کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔ (بحوالہ بحر محیط، بحوالہ تفسیر مظہری)

پر سفارش ہوگی تو اس کو عذاب / سزا کا حصہ ملے گا۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴾ الخ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ لفظ ''مُقیت'' کے معنیٰ لُغت کے لحاظ سے قدرت رکھنے والا اور مقتدر کے بھی آتے ہیں، نگراں کے بھی اور رزق تقسیم کرنے والے کے بھی، اللہ ہر شے پر قادر ہے عمل کرنے کے لئے اور سفارش کرنے والے کی جزا اور سزا کا وہ مُکلف ہے اللہ ہر شے پر نگراں ہے اللہ تعالیٰ کو سب علم ہے کہ کون کس نیت پر سفارش کر رہا ہے۔ تقسیم رزق کا اللہ تعالیٰ ذمّہ دار ہے جتنا رزق لکھ دیا گیا وہ مل کر رہے گا۔

﴿ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ ﴾ الخ، اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر انداز سے اس کا جواب دو۔

﴿ حُيِّيْتُمْ ﴾ از تحیہ تم کو سلام کیا جائے قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول تحیۃ ❶ کے لفظی معنی ہوتے ہیں کسی کو ''حیاک اللّٰہ'' کہنا، اللہ تم کو زندہ / سلامت رکھے۔ اسلام سے پہلے عرب کا دستور تھا جب باہم ملاقات کرتے تو ایک دوسرے کو حیاک اللّٰہ یا ''اَنعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَینًا'' وغیرہ کے الفاظ سے سلام کرتے۔ اسلام آیا تو اپنے ساتھ پیامِ رحمت لایا چنانچہ اس طرزِ تکلم تحیہ کو تبدیل کر کے ''اَلسَّلَامُ عَلَیکُم'' کہنے کا طرزِ طریقہ اپنایا گیا جس کے معنی ہیں ''تم ہر تکلیف اور رنج والم سے سلامت رہو'' لفظ سلام باری تعالیٰ کے اسماء حُسنیٰ میں سے ہے (بحوالہ احکام القرآن،) نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مُقرّب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (بحوالہ مسندِ احمد، ترمذی اور ابوداؤد)

﴿ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ الخ۔ وہ ضرور جمع کرے گا تمہیں قیامت کے دن، جس میں کوئی شک نہیں! گویا قیامت کا برپا ہونا، قیامت کا واقعہ ہونا ثواب و عتاب کے تمام تر وعدوں کا پورا ہونا سب کچھ صداقت پر مبنی ہے اور سچ ہے۔

تَشریح وتوضیحات آیت ۸۳ تا ۸۷

آیت ۸۳ میں وضاحت کے ساتھ اظہار کیا جا رہا ہے کہ کہیں سے کوئی اَحسن نوید یا بُری خبر کا پتہ چلے تو مُسلمان کو چاہئے کہ اپنے امیر نائب تک اُس بات کو پہنچا دے، جب ذی اقتدار اور ذمّہ دار لوگ صحیح حالات کا پتہ چلا کر اعلان نہ کریں تب تک عام لوگوں میں اس بات کو مُنتشر کرنے کی ضرورت نہیں اس طرزِ عمل سے لوگوں کو بد گمانی سے قدرے بچایا جا سکتا ہے بات اَمن کی ہو یا خوف و خطر کی عام لوگوں میں پھیلانے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دو۔

ابن عباس، ضحاک اور ابو معاذ رضی اللہ عنہم کے قول کے مطابق یہ آیت مُنافقین کے لئے نازل ہوئی اور حضرت حسنؓ اور دیگر حضرات کی رائے سے یہ آیت کمزور مُسلمانوں کے بارے میں اُتری ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بات پتہ چلی کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی ازواج مُطہرات کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنے مکان سے مسجد کی سمت آئے جب دروازے پر قدم رَنجہ فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ مسجد کے اَندر لوگوں کی زبان پر یہی ذکر

❶ ...... تحیۃ باب تفعیل کا مصدر ہے قواعد کے مطابق، اس کے اصلی معنی درازی عمر کی دعا دینا ہے واصل التحیۃ الدعاء بالحیاۃ۔ (بحوالہ قرطبیؒ) سلام کرنا حضور اکرم ﷺ کی پسندیدہ سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ اگر کوئی السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا جائے۔

ہورہا ہے آپ ﷺ اس بات کی تحقیق اور صداقت کے لئے کوشاں رہے، رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، دریافت فرمایا کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''نہیں''، تحقیق اور سچ حقائق جاننے کے بعد آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر ابنِ کثیر)

بات یہ ہے کہ جب کوئی خبر سنی جائے کیفیّتِ احوال خواہ ایام جنگ کی ہو، امن کی یا خوف وخطر کی ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ بلا سمجھے بوجھے اس کو پھیلانا شروع کردیں بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ جو لوگ اولوالامر ہیں جن کا حکم چلتا ہو جو اہل علم، صاحب اقتدار، صاحبِ اختیار ہیں اُن کے سامنے بات بتائی جائے جو اُمور سے واقفیت رکھتے ہیں اور بات کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور عنایت بے پایاں سے تمہاری اِصلاح اور تربیت کے احکام صادر نہ کرتا، اور تم کو حسبِ ضرورت تنبیہ اور تاکید نہ فرماتا رہتا۔ تو تم گمراہی کی طرف مائل ہوجاتے اور شیطان کی پیروی کرنے لگتے چند کے سوا جو کامل الایمان ہیں۔

آیت ۸۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ تنِ تنہا جہاد اور قتال کے لئے تیار ہوجایئے آپ اپنی ذات کے لئے جواب دہ ہیں، اور دوسرے اپنی اپنی ذات کے ذمّہ دار ہیں یہ اپنا اپنا نصیب ہے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور حق کو سر بلند کرنے کے لئے دوسروں کو اُکسائے اور اس کا اجر پائے اگر یہ مُنافقین آپ کے ساتھ آمادہ جہاد نہ ہوں تو آپ خود نکلیں، اُن کی پرواہ نہ کریں البتہ یہ ضرور ہے کہ اُن کو تلقین جہاد کی جائے آپ کسی کے عمل کے ذمّہ دار نہیں ہیں یہ عین ممکن ہے کہ عُدو آپ کے مدِ مقابل مقابلے کے لئے نکل ہی نہ سکے، بھلا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کون کرسکتا ہے! میدان کارزار میں آپ اپنی جان کے مُکلف ہیں آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیں اور جو کوئی اللہ کے بندوں کو اعلائے کلمۃ کی سَعی وجہد سے باز رکھنے کی کوشش میں اپنی توانائی صرف کرتا ہے اور ان کی ہمّت اور عزم کو پَست کرنے کا خواہاں ہے تو اللہ کی سزا کا مستحق ہوگا اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

آیت ۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو سفارش نیکی اپنانے کے لئے کی جاتی ہے تو اچھی سفارش پر سفارش کرنے والے کو اجر عطا ہوگا اور اگر ایسی سفارش کی گئی جس سے کسی کی حق تلفی ہوئی یا کسی پر ظلم ہوا تو ایسی بُری سفارش کرنے والا گنہگار ہوگا اگر کسی مفلس محتاج کی سفارش کرکے صاحب ثروت سے کہہ کر مالی اعانت کی جائے تو خیرات کے اَجر میں شریک ہوگا اگر کسی مُفسد کی سفارش کی جائے جو فِتنہ وفساد میں مبتلا ہے یا اِرتکابِ چوری کرتا ہے تو یہ سفارش کرنے والا فتنہ فساد کی چوری میں بھی شریک ہوگا، رَبِّ جلیل ہر شے پر قادر ہے اور ہر شئے کو تقسیم کرنے والا ہے تو نیکی کا اجر دینے اور بدی کے حصے میں سزا دینے میں رَبّ کو کوئی دُشواری نہیں۔

آیت ۸۶ میں اظہارِ بیان حسن اخلاق اور ضابطۂ مُعاشرت کا ہے جب تم کو دعا دی جائے تو تم بہتر اَنداز میں دعا دو۔ سلامتی کے لئے، اسلام نے السلام علیکم کا طریقہ مروّج کیا اللہ تم کو بھی سلامت رکھے اس میں صرف اظہارِ محبت ہی نہیں، بلکہ اظہارِ عقیدت کے ساتھ ساتھ ادائے حق محبت بھی ہے کسی مُسلمان کو سلام کرنا اور ''کلمۂ خیر'' دعائیہ انداز میں کہنا دراصل اللہ تعالیٰ

سے اس کی شفاعت کرنا ہے اگر کسی نے ''السلام علیکم'' کہا ہے تو واجب ہے تم پر کہ اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہو اور اگر زیادہ اجر کے طلب گار ہو تو ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا اضافہ کردو۔ ربِّ جلیل کے ہاں ہر عمل کا حساب ہوگا اور اُس کی جزا عطا ہوگی سلام اور اس کا جواب بھی اس میں شامل ہو گیا ہے ''سلام میں پہل کرنا اکثر علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے'' (بحوالہ بحرِ محیط)

آیت ۸۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ایسی ذات واحد ہے جس کے سوا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کی عبادت اور مکمل اطاعت کی جائے اس بات میں ذرّہ بھر بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ ہم سب کو یوم حشر اکٹھا کیا جائے گا یہ اتنی صداقت پر مبنی بات ہے کہ اللہ کی بات سے بڑھ کر کسی سچائی کا تصور بھی کیا جا سکتا نہیں، قیامت کا آنا حساب وکتاب کا ہونا سب کچھ تو سچ ہے، قیامت کی گھڑی قریب سے قریب تر آرہی ہے۔ سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷ اقترب میں ارشادِ ربی ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝

''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور غفلت میں لوگ اس کی طرف دھیان نہیں دے رہے ہیں''

آیت ۸۳ تا ۸۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

لوگوں کا حال تو دیکھئے! جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر کانوں نے سنی اُسے فوراً لے کر پھیلاتے ہیں حالانکہ اُنہیں چاہئے کہ رسول ﷺ اور اپنی جمعیت کے ذمہ دار لوگوں تک پہنچائیں تاکہ اس سے درست نتیجہ اخذ کیا جا سکے قرآن اس تربیت کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی پختگی آنے کے بعد اسلامی قیادت وسعادت کی وفاداری بھی پیدا ہو جائے مسلمانوں کو شیطان کی فرمانبرداری سے ڈرایا جا رہا ہے شیطان تو گھات میں بیٹھا ہوا ہے تاکہ انہیں بہکا سکے، اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا تو دونوں کے اندر فساد پیدا کر دیتا رسول اللہ ﷺ کو ذاتی طور پر قتال فی سبیل کا مُکلّف بنایا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ آپ اُٹھیں اور لڑیں گرچہ آپ تنہا ہی ہوں۔ جہاد ہر شخص پر ذاتی طور پر فرض ہے اہلِ ایمان کو بھی قتال پر اُبھاریں، یہاں اہلِ ایمان اور آپ ﷺ کو نُصرت وکامیابی کی آس دلائی جا رہی ہے یہ معرکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا معرکہ ہے یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ اُس دور میں لوگ لڑائی چھڑنے میں خطرات بھی محسوس کرتے تھے حق تعالیٰ یقین دلا رہا ہے کہ کافروں کا زُور توڑ دیا جائے گا اور ایمان والے خود قدرت کے تحفّظ کے زیرِ سایہ ہوں گے۔ کافروں کا زور توڑا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اُس وقت کافر زور آور تھے مشکلات میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے ایک عام اصول بتایا گیا ہے کہ ہر شخص نیکی کی نصیحت کرے، نیکی کرنے پر پورا پورا اَجر ملے گا اور بُرائی کی سفارش کرنے پر سزا۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر نظر رکھنے والا ہے اگر کوئی تمہیں ''سلام'' کرے تو اس جیسا اور اس سے بہتر انداز میں جواب دو! ''سلام'' پہنچانے سے ایک انسان مُنفرد اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اُمّتِ مُسلمہ کے لوگوں کے درمیان نہایت پختہ اُلفت اور بھائی چارہ کی فضا پیدا کی ہے اسلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہیں! نفسِ انسانی کے سفر کا آغاز اس عقیدے سے ہے کہ تمام انسانوں کو ایک دن میدانِ حشر میں آنا ہے حساب وکتاب اور جواب دہی کے لئے، یہی تصورِ آخرت ہے۔ ✿✿

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَهْدُوْا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مُنافقوں کے بارے میں دو فریق / گروہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے تو اُنہیں اعمال / کرتوتوں کے سبب انہیں الٹ دیا ہے / اُوندھا کر دیا ہے، کیا تم منصوبے بنا رہے ہو، جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اسے تم ہدایت پر لے آؤ گے، جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا، تم ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ (۸۸)

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ أَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

وہ تو یہ چاہتے ہیں جس طرح وہ کافر ہیں تم بھی اُن کی طرح کُفر کرنے لگو، تاکہ تم اور وہ سب مساوی / برابر ہو جائیں پس اب تم اِن میں سے کسی کو اپنا دوست / ساتھی مت بناؤ، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں، پس اگر وہ ہجرت سے گریز کریں / باز رہیں تو انہیں پکڑو، قتل کرو، مار ڈالو، جہاں تک بھی یہ ہاتھ لگ جائیں اور ان میں سے کسی کو بھی اپنا رفیق / دوست اور مددگار مت بناؤ۔ (۸۹)

إِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ إِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ أَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ أَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

البتہ (اُن کو قتل مت کرو) جو ایسی قوم کے ساتھ رہتے ہیں جن سے تمہارا معاہدہ / صلح نامہ طے ہو گیا ہے یا جو تمہارے پاس آتے ہیں اور جنگ سے دل برداشتہ / عاجز ہیں اس حال میں اُن کے سینے تنگ ہو گئے ہیں کہ لڑائی کریں تم سے یا اپنی قوم سے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن کو تم پر مُسلّط کر دیتا، تو وہ یقینی طور پر تم سے لڑائی کرتے، پس ایسے لوگ تم سے کنارہ کش ہیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری جانب صلح و آشتی / پیامِ صُلح کا ہاتھ بڑھائیں تو باری تعالیٰ نے تمہارے لئے اُن کے خلاف لڑنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا / گویا ان کے ساتھ تمہارے لئے دست درازی کی کوئی راہ نہیں۔ (۹۰)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّأْمَنُوْكُمْ وَيَأْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَأُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

اب کُچھ اور تم ایسے لوگ پاؤ گے / دیکھو گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان / پُر امن رہیں، مگر جب فتنہ انگیزی اور فساد کی طرف اُنہیں مائل کیا جاتا ہے تو فتنہ کی طرف منہ کے بَل / گر پڑتے ہیں، پس اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی نہ کریں / یا تمہارے مقابلے سے ہٹ جائیں اور صلح و آشتی سے پیش نہ آئیں نہ روک لیں اپنا ہاتھ، تو جہاں بھی پاؤ انہیں پکڑو اور قتل کرو، یہی لوگ ہیں کہ ہم نے تمہیں ان پر، تم کو صریحاً اختیار دیا ہے یعنی ہاتھ اٹھانے کے لئے ظاہری حُجت دی ہے۔ (۹۱)

الفاظ و معانی آیت ۸۸ تا ۹۱

﴿ فَمَا لَكُمْ ﴾ ف، پس۔ مَا، کیا حال ہے۔ ﴿ لَكُمْ ﴾ تمہارا۔ ﴿ اَرْكَسَ ﴾ اِرْكَاسٌ، اُس نے لوٹا دیا/اُوندھا کردیا قواعد کے مطابق فعلِ ماضی کا صیغہ۔ ﴿ فِئَتَيْنِ ﴾ دوفریق، دوگروہ، اس کا واحد فِئَۃٌ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ كَسَبُوْا ﴾ اعمال۔ ﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ﴾ سو کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ مُنافقوں کے بارے میں تم دوفریق ہو گئے۔ اور اللہ نے انہیں اُلٹا کردیا سب اُن کے اعمال۔ یہاں اعمال کا مفہوم محمد ﷺ کی مخالفت اور جہاد سے گریز ہے گویا جس کُفر اور تاریکی سے نکلے تھے اسی میں مُبتلا کردیا اور ہلاکت بھی اِس کا سبب ہے۔

''مُنٰفِقِيْنَ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو غزوہ اُحد میں مدینہ/یثرب سے کچھ دُور جا کر پلٹ آئے کہ ہماری بات کو نہیں مانا گیا، (بحوالہ صحیح بخاری، مسلم شریف، کتاب المُنافقین) اِن مُنافقین کے بارے میں وضاحت ہے کہ اُس وقت مُسلمان دوگروہ میں منقسم ہو گئے ایک فریق کا کہنا تھا ہمیں ان مُنافقین سے بھی جنگ کرنا چاہئے۔ دوسرے گُروہ کے نزدیک یہ بات خلافِ مَصلحت تھی۔ بات یوں سمجھئے کہ بعض مُشرکین مکّہ سے مدینہ آئے اور بتایا کہ ہم مُسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں اور پھر مُرتد ہو گئے عبداللہ بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ سے اُسبابِ تجارت لانے کا حیلہ بہانہ کر کے پھر مکّہ چل دیئے پھر لوٹ کر نہ آئے ان کے بارے میں مُسلمانوں کی مختلف آراء ہوئیں بعض نے کہا یہ ہیں بعض نے کہا یہ مؤمن ہیں ربِّ جلیل نے اُن کا کافر ہونا اس آیت میں بیان کردیا اور ان کو مارنے کا حکم دیا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد دوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا ﴾ ❶ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے۔ ﴿ فَخُذُوْهُمْ ﴾ پس پکڑلو ان کو۔ ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ ﴾ اور ان کو قتل کرڈالو۔ وُدَّ' اس نے چاہا، محبت، دوستی باب سمع سے، مصدر و اسم، کسی چیز سے محبت کرنے کے بھی آتے ہیں 'وَدّا' ان دونوں نے چاہا 'وَدَّ' سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَدُّوْا ﴾ دوست رکھتے ہو۔ ﴿ يَصِلُوْنَ ﴾ وُصُول، جو ملتے ہیں، تعلق رکھتے ہیں فعل مضارع، وَصَل، يَصِلُ۔

﴿ حَصِرَتْ ﴾ از حَصَرَ وہ تنگ کرتے ہیں، فعل ماضی حَصِرَ، يَحْصُرُ۔ ﴿ سَلَّطَ ﴾ تَسْلِيط، اس نے مُسلّط کیا فعل ماضی يُسَلِّطُ، مضارع۔ ﴿ اعْتَزَلُوْ ﴾ از عَزَلَ، وہ کنارہ کش ہوئے، ہٹے، دور ہوئے۔ ﴿ اَلْقَوْا ﴾ وہ ہاتھ بڑھائیں، بھیجیں، فعل ماضی، اَلْقٰى، يُلْقِىْ۔ ﴿ اٰخَرِيْنَ ﴾ دوسرے لوگ، کچھ لوگ، اِسم ہے۔ ﴿ يُلْقُوْنَ ﴾ اِلْقَاء، وہ ڈالتے ہیں فعلِ مضارع۔ ﴿ ثَقِفْتُمُوْ ﴾ ثَقَفَ، پایا تم نے، قواعد کے مطابق جمع مذکر فعل ماضی۔ ﴿ سُلْطٰنًا ﴾ دلیل، حاکم، اِسم ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۸۸ تا ۹۱

آیت ۸۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مُنافقوں کے بارے میں فیصلہ کرنے میں دوطرف توجہ دے رہے ہو یہ اِن لوگوں کا اُحوال ہے جو اہلِ کُفر کے علاقے میں قیام پذیر تھے اور جنگی معاملات میں

❶ ...... ''فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً'' تم دل کے مُسلمان ہونے کے بارے میں بحث ومباحثہ میں لگے ہو اُن کے کُفر، فسق و فجور کا یہ عالم ہے کہ وہ تمہیں دولت ایمان سے بے نیاز کرنے کے لئے اور اپنے ساتھ ملانے کی تدبیر کا منصوبہ تشکیل دے رہے ہیں۔ ''حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' جب تک وہ راہ خدا میں ہجرت نہ کریں ان سے دوستی کے مراسم مت رکھو۔

مُسلمانوں کے لئے ایک مسئلہ بن گئے، ان لوگوں نے ابتدائے اسلام میں مکّہ میں تو دل سے اِسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ دل سے قطعاً مخالف اسلام تھے بہ ظاہر حضرت محمد ﷺ اور اُن کی جماعت سے اور مُسلمانوں سے دوستی کے مراسم بھی قائم کئے ہوئے تھے، جب مدینہ آنے کے بعد لڑائی کا آغاز ہوا تو مُسلمانوں میں اختلاف رائے ہوا، کچھ کا کہنا تھا وہ ہمارے دشمن ہیں کچھ نے خیال کیا وہ ہم میں سے ہیں قرآن الحکیم کی اِس آیۂ مبارکہ سے واضح ہوا کہ وہ خالص مُنافق ہیں ان کے بارے میں بحث ومباحثہ کی قطعی گنجائش نہیں ایک گروہ کا کہنا یہ تھا کہ اُن سے تعلقات اور مراسم کو روا رکھا جائے تا کہ وہ کھل کر نورِ ایمان کی روشنی پالیں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا جس کو میں راہ ہدایت نہ دوں اُسے بھلا تم کیا راہ بتا سکو گے۔

آیت ۸۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ لوگ جو مُنافق ہیں کُفر پر قائم ہیں بھلا خود کو کہاں سعادت پائیں گے کہ اِسلام کو قبول کرلیں وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ بھی مثل کافر ہو کر دین کے انکاری ہو کر اُن کے مساوی ہو جاؤ سو اب اے اہلِ ایمان تم کو چاہئے کہ جب تک وہ دلی طور پر ایمان قبول کر کے اپنے وطن سے ترک وطن نہ کرلیں اور ہجرت کر کے تمہارے پاس نہ چلے آئیں اُس وقت تک اُن کو اپنا رفیق مت بناؤ اور اپنے کسی اُمور میں ان کو دخل اَندازنہ ہونے دو اور نہ ہی اُن کی اعانت اور حمایت کی جائے اگر انہیں ہجرت قبول نہیں اور صاحبِ ایمان ہونا منظور نہیں تو ان کو مُقید کرو اور ان مُنافقوں سے قتال کرو اور اُن سے لڑو انہیں پکڑو اور ہلاک کرو، اُن سے ملنے میں اجتناب کرو اور ان سے رسم، مراسم کی کوئی ضرورت نہیں۔

آیت ۹۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ اُلبتہ اُن کو قتل کرنے سے گریز کرو جن سے تمہارا معاہدہ ہوا ہے گویا بتایا جارہا ہے دو طرح کے آدمی اس حکم سے مستثنٰی ہیں ایسے افراد جو دوسروں کا ساتھ چھوڑ کر اُن سے لاتعلق ہو کر ایسے فریق سے جاملیں جن کے ساتھ صلح کے لئے عہد و پیمان ہوا ہے یا ایسے لوگ جو تمہارے پاس یوں آئے کہ اُن کے دلوں میں سکت ہی نہ رہی کہ تم سے جنگ کرتے یا خود اپنی قوم سے دھوکہ کرتے نہ تو تمہاری حمایت میں لڑنا پسند کرتے ہیں اور نہ تمہاری مخالفت میں۔ یہ تو باری تعالیٰ کا احسان اور کرم ہے کہ ان کو جنگ سے الگ کر دیا گیا اگر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اُن کے قلب میں اپنی قوم کے لئے لڑنے کا رجحان غالب کر دیتا تو پھر یقینی طور پر تم سے لڑتے۔ دراصل اگر یہ لڑائی سے کنارہ کش ہو جائیں تو تم بھی ان کے خلاف کوئی اقدام نہ اٹھاؤ اور ایسے لوگوں کے لئے اسلحہ اٹھانے کی چنداں ضرورت نہیں اگر تم سے کوئی دستِ مصالحت دراز کرنے تو تم بھی صلح اور آشتی کا دامن تھام لو اور اُن کی مصالحت کو منظور کرلو اور رب کے شکر گزار ہو جاؤ تا کہ یہ تم سے لڑائی سے دُور رہیں رَب چاہتا تو اُن کے اندر بھی مخاصمت اور مخالفت کا جذبہ ابھار سکتا تھا جو مُسلمانوں کے لئے خسارے کا باعث ہوتا۔

آیت ۹۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اب تم کچھ لوگ ایسے بھی پاؤ گے کہ تم سے پیمان وفا باندھتے ہیں کہ تم سے جنگ نہ کریں گے اور نہ اپنی قوم سے لڑائی کریں گے تا کہ تمہارے ساتھ اور باہمی طور پر پُر امن رہیں لیکن اس پیمان عہد پر قائم نہیں رہتے اور قوم پر تسلط کا غلبہ دیکھتے ہیں تو ان کے حمایتی اور مددگار ہو جاتے ہیں اگر وہ اپنی امن پسندی اور صلح وآشتی کا کوئی عملی ثبوت باہم نہیں پہنچاتے اور لڑائی سے باز بھی نہیں آتے اور تمہیں پیام امن بھی نہ دیں اور جب موقع غنیمت پائیں تم سے آمادۂ قتل وقتال ہو جائیں تو تمہیں بھی اختیار ہے اُن کا بالکل لحاظ نہ کرو جہاں قابو میں آجائیں بلا تامل وتاخیر انہیں آغوشِ موت سے ہمکنار کردو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ
قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ
مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ
قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ
وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ
مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ
يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝٩٢

اور کسی مُسلمان کو زیب نہیں دیتا/جائز نہیں کہ مُسلمان کا خون کرے اور یہ کہ اس سے غلطی/خطا ہو جائے جو شخص کسی مومن کو بلا قصد قتل کر ڈالے اُس پر ایک مملوک مُسلمان کو آزاد کرنا ہے اور مقتول کے وارثوں/لوگوں کو ودیت/خون بہا ادا کرے، یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے تئیں خون بہا معاف کر دیں، پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جس سے تمہاری دشمنی ہے اور مُسلمان ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ قاتل، ایک مُسلمان غلام آزاد کرے اور اگر یہ مقتول کسی ایسی قوم کا فرد ہو جن کے ساتھ تمہارا صلح نامہ/عہد و پیماں ہو چکا ہے تو خوں بہا کی پوری مقدار اِس مقتول کے اعزاء/وارثوں کو پہنچائی جائے گی اور ایک مُسلمان غلام کو بھی آزاد کرنا ضروری ہے، پھر جس کو غلام آزاد کرنے کی سکت/طاقت نہ ہو اسے دو مہینے لگاتار/تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے ہوں گے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اللہ سے گناہ معاف کروانے کی، اور اللہ ﷻ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۹۲)

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا
فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ
عَذَابًا عَظِيْمًا ۝٩٣

اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے/اس کی سزا یہ ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اللہ نے اُس پر غضب کیا اور لعنت کی اور اللہ نے اس کے لئے غضبناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۹۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ
مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ
عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝٩٤

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم جہاد کے لئے سفر پر نکلو تو تحقیق کر لو، اور جو تمہیں سلام بھیجے اُس کو مت کہو کہ تم مُسلمان نہیں ہو کیا تم بھی دنیاوی زندگی کے اسباب کے متلاشی ہو تو اچھی طرح جان لو! حق تعالیٰ کے پاس بہت مالِ غنیمت ہے، پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ ﷻ نے تم پر احسان کیا پھر خوب تحقیق کر لیا کرو! یقینی طور پر جو کچھ تم کرتے ہو اللہ ﷻ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھتا ہے۔ (۹۴)

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي
الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

باہم برابر نہیں ہو سکتے گھروں میں بیٹھنے والے مُسلمان سوائے مَعذوروں کے، اور وہ لوگ جو اللہ ﷻ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے درجات بیٹھنے والوں سے بڑھا دیئے اور رب نے

الۡحُسۡنٰیؕ وَفَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰہِدِیۡنَ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۹۵﴾

سب سے وعدہ کیا ہے نیک اَجر کا رمگر مجاہدین کا ثواب گھر بیٹھنے والوں کی فضیلت میں بہت ہی زیادہ ہے۔ (۹۵)

دَرَجٰتٍ مِّنۡہُ وَمَغۡفِرَۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۹۶﴾

یہ تمام درجات اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں جو بخشش ر مغفرت اور رحمت کا موجب ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تمام گناہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۹۶)

الفاظ و معانی آیت ۹۲ تا ۹۶

﴿ وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ یَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ﴾ سو ایمان والے کا کام نہیں کہ اُن جانے میں بُھول نسیان کے سوا کسی کو قتل کرے، گویا ایک مُسلمان کا دوسرے مُسلمان کو قتل کرنا منع اور حرام ہے۔ سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ آیت ۵۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰہِ

''تم خیال رکھو! اللہ کے رسول ﷺ کو تمہارے کسی قول و عمل کے سبب ذرا بھی تکلیف نہ ہونے پائے''

مفسرینِ کرام نے ''وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ'' کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ مومن کے لئے یہ زیب نہیں دیتا اور نہ اس کے شایانِ شان یہ فعل ہے کہ وہ اس فعل قبیح اور شنیع کا مُرتکب ہو یہ اور بات ہے کہ غیر ارادی طور پر یا نا دانستہ اس سے یہ غلطی سرزد ہو جائے۔ ﴿ وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا ﴾ اور جو مُسلمان کو قتل کرے بھول کر رنسیان میں۔ ﴿ فَتَحۡرِیۡرُ ﴾ پس آزاد کرے غلام مُسلمان۔ ﴿ رَقَبَۃٍ ﴾ گردن، غلام رکنیز۔ اس کی جمع رقاب ہے رقبۃ کے اصل معنی گردن ہیں اس کو بول کر انسان مراد لیا جانے لگا۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

یہاں پر قتل خطأ کا بیان ہو رہا ہے اس میں دو اُمور اہم ہیں ایک کی نوعیت اور صورتِ حال کفّارہ اور اَستغفار ہے گویا مُسلمان غلام کی گردن کی رہائی ہے اور دیگر بات حقوق العباد کے زمرے میں آتی ہے اور وہ ہے و دیۃ خون بہا قواعد کے لحاظ سے اِسم ہے مقتول کے خون کے بدلے میں جو چیز ورثا کو دی جاتی ہے وہ دیت ❶ ہے۔ جس کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اصل دیت ۱۰۰ اُونٹ ہے اس کی قیمت دو لاکھ کے ساتھ تعین کی جائے۔ (بحوالہ ادارہ اکلیل جلد ہشتم) اور اس کی مقدار اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سو (۱۰۰) اُونٹ مقرر فرمائی ہے۔

﴿ اَہۡلِہٖۤ ﴾ گھر والے، وارث۔ ﴿ مُسَلَّمَۃٌ ﴾ ادا کیجائے رسپرد کی جائے قواعد کے مطابق اسم مفعول ہے۔ ﴿ یَّصَّدَّقُوۡا ﴾ از تَصَدُّق، صَدَقَ، سچ بولنا وہ معاف کرتے ہیں۔ ﴿ فَصِیَامُ ﴾ پس روزہ رکھے۔ ﴿ مُتَتَابِعَیۡنِ ﴾ تسلسل کے ساتھ، لگاتار۔ ﴿ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ شَہۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ ﴾ پس جس کو غلام کنیز آزاد کرنے کی اِستطاعت نہ ہو تو وہ لگاتار تسلسل کے

❶ ......قتل خطا میں صرف دیت ہے قصاص نہیں اس دیت کی مقدار ۱۰۰ اُونٹ ہیں اس دیت کی قیمت سنن ابی داؤد کی حدیث میں ۸۰۰ دینار، یا ۸ ہزار درہم ہیں اور ترمذی شریف کی روایت میں ۱۲۰۰ ہزار درہم بتائی گئی ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قیمت دیت کی بیشی کی مختلف نوعیت مقرر کی ہے۔

ساتھ دو ماہ متواتر روزے رکھے اگر کسی سبب سے ناغہ ہو جائے تو پھر سے روزے رکھنے لازمی ہوں گے، شرعی عذر کی وجہ سے ناغہ ہونے کی صورت میں نئے سرے سے روزے رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں جیسے حیض، نفاس وغیرہ کی صورت میں۔

﴿ وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا ﴾ اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر عمداً ہلاک کرے اور اس کی ہلاکت کو مباح نہ جانے تب بھی اس کی سزا مدتِ دراز کے لئے دوزخ ہے۔ ﴿ مُّتَعَمِّدًا ﴾ قصداً، عمداً جانتے بوجھتے ہوئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قتل عمداً یوں بیان فرمائی ہے ''متعمدا مستحلا مقتله'' جو دانستہ طور پر مُسلمان کے قتل کو حلال سمجھتے ہوئے قتل کرتا ہے اس کی یہ سزا ہے۔ ﴿ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا ﴾ تو اس کا بدلہ دُوزخ ہے مدتوں اس میں رہے خَلد کا لفظ مدّت دَراز، عرصہ طویل کے معنی میں آتا ہے تو قرآنِ حکیم میں اس کے بعد ساتھ لفظ اَبَدْ مذکور نہیں ہوتا اور کفار کے حق میں خلد بمعنی دوام آیا ہے تو اس کے ساتھ ابد بھی ذکر فرمایا گیا۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿ ضَرَبۡتُمۡ ﴾ تم نے بیان کیا مسلط کی گئی ضَرَبَ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ضربتم، تم نے سفر کیا ضَرَبَ سے ماضی جمع متکلم۔ ﴿ فَتَبَيَّنُوۡا ﴾ پس، تحقیق کرلو۔

﴿ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰٓى اِلَيۡكُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا ﴾ اور نہ کہہ دو فوری طور پر کہ تم مؤمن نہیں جو تمہاری طرف سلام سے تقدیم کرے۔ اکثر جنگ کے موقعوں پر یہ دشواری پیش آتی تھی کہ مُسلمان جب فریق عدو پر حملہ آور ہوتے اور وہاں پر کوئی مُسلمان اس زد میں آجاتا تو وہ حملہ آور کو جتانے کیلئے وہ بھی ان کا دینی بھائی ''السلام علیکم'' کہتے یا لاالٰہ الا اللہ کی ندا لگاتے تو مُسلمانوں کو یہ بھی گمان گذرتا کہ کہیں یہ کافر تو نہیں جو صرف جان بخشی کے لئے یہ حیلہ بنا رہا ہے اس لئے اکثر اس کو ہلاک کردیتے اور مال غنیمت اپنے قبضے میں لے لیتے سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے ہر موقع پر نہایت سختی سے منع کیا ہے۔ الحمدللہ قرآنِ حمید نے اس دُشواری ر پیچیدگی کا تو حل کردیا کہ اصل بات تو تحقیق سے پتہ چل سکتی ہے۔ ﴿ مَغَانِمُ ﴾ مالِ غنیمت اسم ہے۔ ﴿ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَتَبَيَّنُوۡا ﴾ اس سے قبل یہ ایسے ہی تھے رَبّ نے احسان فرمایا پس تم پر تحقیق کرنا لازم ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴾ بے شک تحقیق سے کام کرنا اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ ﴿ لَا يَسۡتَوِى ﴾ نہیں برابر ہو سکتے۔ ﴿ الۡقٰعِدُوۡنَ ﴾ بیٹھے رہنے والے، اس کا واحد قاعد، اسم ہے۔ ﴿ الضَّرَرِ ﴾ عذر والے، مَعذور۔

﴿ لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ جو لوگ کسی شرعی عذر اور مَعذوری کے سبب جہاد میں شرکت نہیں کرتے وہ ان لوگوں کے ہم پلہ ر برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جان سے جہاد کرتے ہیں۔

عُلماء تفسیر نے بیان کیا ہے کہ اس آیۃ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں جہاد فرض کفایہ ہے بعض لوگ اس میں شرکت کرلیں تو باقی مُسلمان سبکدوش ہو جاتے ہیں شرط یہ ہے کہ جو لوگ عملی طور پر جہاد میں مصروف ہین وہ اس جہاد کے لئے کافی ہوں ورنہ قریب والوں پر عین مُسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا کہ مجاہدین کی مدد کی جائے اور اگر کوئی بھی جہاد میں شریک نہ ہو تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ اور سب سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا الحمدللہ ان لوگوں کی بھی طمانیت قلب کے لئے بتادیا گیا ہے کہ جو جہاد کے علاوہ دیگر دینی اُمور کی تکمیل میں مشغول ہیں۔

﴿ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ ﴾ الخ۔ اور اللہ نے فضلیت عطا کی ہے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر، بتایا جارہا ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جان و مال قربان کرنے والے کیا ایک ہوتے ہیں؟ کبھی نہیں! بلکہ ہمیشہ فضیلت مجاہدین کے مقدّر کا حصّہ ہے۔

﴿ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ﴾ درجات رَبّ کی طرف سے ہیں "عطائے بخشش" بھی ہے اور "نویدِ رحمت" بھی ہے۔

﴿ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ حق تعالیٰ گناہ بخش دینے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۹۲ تا ۹۶

آیہ مبارکہ ۹۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ کسی مُسلمان کے شایانِ شان یہ بات نہیں کہ وہ کسی مُسلمان کو قتل کرے البتہ غلطی کے سبب اگر ایسا ہوجائے تو شرعی طور پر ایک مُسلمان غلام رکنیز کی رہائی رآزاد کرنا واجب ہے اور ساتھ ہی ساتھ خوں بہا بھی واجب ہے قاتل کے ذمّہ ورثاء کو ہرجانے کی رقم ادا کرنی ہے اور فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق اس کی مقدار سو (۱۰۰) اُونٹ ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ خود ہی خوں بہا معاف کردیں خطا کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مقتول مُسلمان تو ہو، لیکن اس کی معاشرتی زندگی کی بود و باش کُفّار کے ساتھ رہی ہو تو یہ وہ صورتِ حال ہے جس میں صرف ایک غلام رکنیز کو آزاد کرنا ہے اس پر دیت لاگو نہیں ہوگی وہ اس لئے کہ اس کے تمام ورثاء کافر ہیں اور کافر تو مُسلمان سے برسرِ پیکار ہی رہا کرتے ہیں ان کو دیت کی ادائیگی تو کُفّار کو مزید تقویت دینا ہے جو کسی بھی طرح مستحسن کام نہیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

مَاحَصلِ کلام یہ ہے کہ اس آیت کے احکام کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:

- اوّل:...... اگر مقتول اسلامی ملک کا باشندہ ہے تو اس کے قاتل کو خوں بہا بھی ادا کرنا ہوگا اور رَبِّ جلیل کے حضور اپنے اِرتکابِ گُناہ کی معافی مانگنے کے بعد ایک غلام بھی آزاد کرنا ہے۔
- دوئم:...... یہ کہ اگر وہ دُشمن ملک ردارالحرب کا مقیم ہو تو قاتل کو صرف غلام رکنیز کو رہا کرنا ہے۔
- سوئم:...... اگر وہ کسی ایسے ملک کا رہنے والا ہے جس میں اسلامی حکومت کا معاہدہ رصلح نامہ ہوا تو قاتل کو ایک غلام آزاد کرنا لازم ہوگا اور خون بہا کی مقدار رقیمت ادا کرنی ہوگی جو اُس کے کُنبہ والوں کو پہنچائی جائے گی۔

رسول اکرم ﷺ نے مؤمن ذمی ایسے لوگ جو مُسلمانوں کے زیرِ سایہ بستے ہوں ررہتے ہوں اُن کا خون بہا برابر دلوایا ہے۔ اب اگر کسی میں استطاعت نہ ہو اور ایسا نہ کرسکے تو پھر وہ کیا کرے! اس کا جواب قرآنِ حکیم نے بتایا ہے وہ دو ماہ متواتر اور مُسلسل روزے رکھے شرط یہ ہے تسلسل نہ ٹوٹے سوائے شرعی عذر کے علاوہ، جیسے عورت اگر حالتِ حیض رایامِ ماہواری یا

حالتِ نفاس میں ہے اور اس کے سبب روزے قضا ہو گئے تو تسلسل نہیں ٹوٹے گا اور اگر بیماری لاحق ہو گئی یا سفر کی بنا پر ناغہ ہو گیا تو از سرِ نو دو ماہ ساٹھ دن کے روزے پورے کرنے ہوں گے۔

آیت ۹۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ اگر کسی مُسلمان کو عمداً قتل کر دیا، اقتدار کی ہوس کی خاطر، انا کی تسکین کی خاطر یا طمع میں گرفتار ہو کر تو اس کی سزا دُوزخ ہے اور اُس کا ٹھکانہ وہ مقام ہے جہاں سے وہ نکل نہیں پائے گا اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے لعنت ہے اور ایسے لوگوں کے لئے عذاب عظیم تیار کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کا قول ہے جو جان بوجھ کر کسی مُسلمان کو قتل کر ڈالے وہ جہنمی ہے اس کی توبہ بھی مبرور نہیں۔

آیت ۹۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب تم اللہ کی راہ میں عازمِ سفر ہو یا جہاد میں شرکت کے لئے جاتے ہو تو تحقیق کر لیا کرو! اسلام نے جن اُمور پر توجہ مرکوز فرمائی ہے ہر کام کو سرانجام دینے کی خاطر، تنظیمِ عمل کے لئے سفر ہو، جہاد ہو ایک امیر مقرّر کر لو باقی سب اس کی اطاعت بجالائیں گے اور ہر کام کے لئے صرف قیاس اور اندازے سے کام نہ لو بلکہ اس کی اصلیت کا متلاشی ہونا چاہئے لشکر کے سامنے کوئی سلام کرتا ہے تو کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ تم مُسلمان نہیں ہو، ایسا بھی نہیں کرنا چاہئے مالِ غنیمت یا دنیاوی مفاد کے لئے اس کا مُسلمان ہونا تمہیں منظور نہ ہو محض رَبّ کی خوشنودی کی جنگ لڑنی ہے جو دعوت اسلام کا اظہار کرے اس ہے قبول کیا جائے غور تو کرو تم تو خود بھی ایسے تھے یہ کتنا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا، اس نے رحمتِ عالم ﷺ کو مَبعوث فرما کر تقدیرِ عالم کو یکسر بدل دیا، جو تم کرتے ہو سب کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہے۔

آیت ۹۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور جو جہاد میں شریک نہیں ہوتے دونوں کی حیثیت یکساں نہیں یہاں بیان اُن بیٹھنے والوں کا ہے جو جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورت میں میدانِ کارزار میں جانے اور جہاد میں عملی حصہ لینے کی بجائے دوسرے کاموں میں منہمک ہوتے ہیں، جو لوگ دعوت جہاد پر لبیک کہنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں وہ فضیلت والے ہیں بہ نسبت اُن کے جو دیگر اُمور میں مصروفِ عمل ہیں جہاد میں شرکت کرنے والوں کا مرتبہ ہزار درجہ بلند ہے وہ خاص طور پر اللہ کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہیں۔

اے صاحبِ حسن و سرور اُمسلمانوں میں ضرور بہ ضرور ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو اللہ کے دین کی خاطر جہاد کرے۔

آیت ۹۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ ''دَرَجٰتٍ مِّنْهُ'' بلند درجات ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخرت میں جو جہاد میں مشغول اور مصروف ہیں درجوں کا تفاضل اور مرتبوں کا تفاوت عمل کی زیادتی سے ہو گا مُفسّرین نے لکھا ہے کہ ستر (۷۰) درجات ہیں ہر دو درجات میں تیز رو گھوڑے کی دوڑ سے ستر برس کی راہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول ۱۸۷ء)

پھر باری تعالیٰ کی رحمتِ خاص، بخشش دوام، اور عطائے جود و سخا ہے اُن لوگوں کے لئے جو راہِ حق کی طلب کی خاطر جہاد کرتے ہیں، اللہ ہی بہت بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۹۷﴾

بے شک وہ لوگ جونفسِ جان پر ظلم ڈھا رہے ہیں جب فرشتوں نے اُن کی روح کو قبض کیا، تو اُن سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے تو انہوں نے جواب میں فرشتوں سے کہا ہم تو بے بس ناتواں ہیں، فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین کشادہ/وسیع تر نہ تھی تم ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاتے اس میں یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ بہت بُری جگہ ہے پلٹ کر آنے کی/بُرا ٹھکانہ ہے۔(۹۷)

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾

ہاں مگر واقعی جو کمزور/بے بس مرد عورتیں اور بچّے ہیں جو کوئی تدبیر نہیں کر سکتے نکلنے کی، اور کسی راستے کا انہیں علم نہیں ہے، سفر کے راستے سے بھی ناواقف ہیں۔(۹۸)

فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

بس اُمید ہے ایسوں کو باری تعالیٰ درگزر فرمائے اور اللہ جل جلالہ معافی دینے والا اور بخشنے والا ہے۔(۹۹)

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا/گھربار چھوڑ کر ترکِ وطن کرے گا، زمین میں پناہ کے لئے، وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا، جو نکلا اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کرتا ہوا اور موت نے راستے میں ہی گھیر لیا، تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ تو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۰۰)

الفاظ ومعانی آیت ۹۷ تا ۱۰۰

﴿ تَوَفّٰىهُمُ ﴾ قبض کرتے ہیں اُن کی روح، تَوَفَّتْ، از فوت، اُس نے قبض کیا فعل ماضی کا صیغہ، یَتَوَفّٰی، مضارع۔

﴿ كُنْتُمْ ﴾ تم تھے۔ ﴿ مُسْتَضْعَفِیْنَ ﴾ ناتواں/عاجز/کمزور۔ اس کا واحد مُسْتَضْعَفٌ، ضَعِیْفٌ۔

﴿ اَرْضُ اللّٰهِ ﴾ اللہ کی زمین یہاں ارض سے مراد جگہ ہے شانِ نزول کے مطابق دیکھا جائے مکّہ المکرّمہ اور اس کے قُرب وجوار کا مقام ہے گویا ارض اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ جگہ، مقامِ بود وباش جہاں پر اللہ کے دین پر عمل کرنے کی خاطر ہجرت کی سعادت حاصل کی جائے۔

﴿ فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ﴾ پس تم ہجرت کرتے اس کے لُغت میں معنی بتائے گئے ہیں ہجران اور ہجر کے، کسی شے سے عاجز آ کر اس کو چھوڑ دینا، محاورہ کی زبان میں ہجرت کا لفظ ترکِ وطن کے لئے مستعمل ہے شرعی اصلاح کے مطابق دار الکفر کو خیر باد کہہ کے حدود دار السلام میں داخل ہونے کو ہجرت کہتے ہیں۔ (بحوالہ روح المعانی) شرح مشکوۃ میں ملّا علی قاریؒ نے تحریر کیا ہے کہ کسی ملک/وطن کو دینی اسباب کی بنا پر چھوڑ دینا بھی ہجرت میں شامل ہے۔ (بحوالہ مرقاۃ جلد اوّل)

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے

"اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَرَسُوْلُهٗ"

"گویا مہاجر وہ ہے جو ان تمام چیزوں کو ترک کردے جن سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے" (بحوالہ صحیح بخاری شریف اور مسلم شریف)

سورۂ حشر آیت ۸ پارہ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ۲۸ میں ارشادِ ربی ہے۔

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

"جنہوں نے وطن کو چھوڑ کر ہجرت کی، جو اپنے گھروں اور مال واسباب سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔"

یہ آیت جو مہاجرین صحابۂ کرام ؓ کے سلسلے میں اُتری ہے اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ اگر کسی ملک کے کافر مسلمانوں کو، اُن کے مُسلمان ہونے کے سبب زبردستی انخلاء کا حکم دیں تو یہ بھی ہجرت ہے گویا تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی پاک سرزمین میں داخل ہونے والے مُسلمان جنہوں نے دارالکفر میں عالم بیزاری کی بناء پر اُس طرف رُخ کیا ہے یا جن کو غیر مسلموں نے محض ان کو صاحبِ ایمان کے سبب نکال دیا ہے یہ سب شرعی اعتبار سے مہاجر ہیں ہجرت کے برکات اور فضائل کے سلسلے میں سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۸ پارہ سَیَقُوْلُ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ

"بے شک جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی، اور اللہ کے راستے میں لڑے انہیں اللہ کی رحمت کی اُمید رکھنی چاہئے۔"

﴿ سَآءَتْ ﴾ سَ، عنقریب، جلد، حروف استقبال ہے مضارع پر داخل ہوتا ہے، جیسے سَيَصْلٰى نَارًا' جلد آگ میں داخل ہوگا۔ سَاءَ' بُرا ہے پہلے معنیٰ میں سُوٓءَ سے ماضی واحد مذکر غائب اور دوسرے معنیٰ میں فعل، قواعد کے مطابق سَاءَ تْ بُری ہے فعل ذم واحد مؤنث غائب سَائِحَات ہجرت کرنے والیاں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ مَصِيْرًا ﴾ از صَيْــــرٌ، پہنچنے کی جگہ۔ ﴿ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ اور بُری پلٹ کر جانے والی جگہ ہے۔ وہاں دُوزخ اور عذاب ان سب لوگوں کے لئے مقرّ رہے جنہوں نے ترکِ ہجرت کی۔ (بحوالہ تفسیر قادری از مولوی فخر الدینؒ)

﴿ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ مردوں میں سے۔ ﴿ وَالنِّسَآءِ ﴾ اور عورتوں میں سے۔ ﴿ وَالْوِلْدَانِ ﴾ اور لڑکوں میں سے۔

﴿ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً ﴾ نہیں استطاعت رکھتے حیلہ سازی کی۔ ﴿ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ﴾ یہ کہ بخش دے انہیں معاف کردے، عَفْوٌ، کا لفظ اس بات کی طرف لطیف اشارہ کرتا ہے کہ "ترکِ ہجرت بُرا کام تھا"

﴿ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ ﴾ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت اختیار کرے گا وہ

پائے گا زمین میں جگہ بہت وسیع اور کشائش۔ ﴿ مُرٰغَمًا ﴾ کے معنی جگہ یا مقام قیام ہے، گویا جائے پناہ اور ﴿ سَعَةً ﴾ سے مراد، روزی رزق یا جگھوں یا دیگر ممالک کی کشادگی اور فراغت ہے۔ گویا وضاحت ہوئی، مراغم کا معنی ہجرت گاہ یا ہجرت کا راستہ ہے کافر جو بزور طاقت، ہجرت کرنے سے رُکے رہتے تھے اُن کی اس کوشش ناتمام کو خاک میں ملا کر اُس نے ہجرت کی۔ (بحوالہ کشاف)

﴿ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ پس اگر اُسے موت اپنی آغوش میں لے تو ثابت ہو چکا، اِس کا ثواب اور اُجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہو چکا۔ ﴿ يُدْرِكْ ﴾ اِدْرَک، دَرَک، وہ پاتا ہے فعلِ مضارع قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ فَقَدْ وَقَعَ ﴾ وَقَعَ، پس ثابت ہو گیا فعلِ ماضی۔

تشریح وتوضیحات آیت ۹۷ تا ۱۰۰

آیت ۹۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ظلم کرنے والے تھے اپنی جانوں پر، ہجرت نہ کرنے کے سبب، اور فرشتے جب ان کی جان نکال لیتے ہیں جو ملک الموت کے مددگار ہیں تو ملائکہ عالمِ جان کنی میں اُن سے دریافت کرتے ہیں کیا حال ہے تمہارا؟ کیا نیک عمل تمہارے ہمراہ نہیں؟ کس کام میں تھے تم؟ دین کے کاموں میں تمہارا رابطہ کس گروہ سے تھا؟ تم مُشرکوں میں سے ہو یا مُواحدوں میں؟، وہ کہیں گے کہ ان ظالموں سے مقابلہ کرنے کی ہم میں سکت نہ تھی۔ ملائکہ کہیں گے کہ اللہ ﷻ کی زمین اس قدر کشادہ اور وسیع تر تھی تم نے کیوں ہجرت نہ کی، اُس وقت ہجرت فرض تھی تا کہ بآسانی دین پر عمل کر سکتے جو اس جواب دینے سے قاصر تھے ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت ۹۸ میں بتایا جارہا ہے کہ ایسے لوگ جو ہجرت کرنے سے معذور تھے جو بے بس ضعیف اور عاجز تھے، مرد، عورتیں اور لڑکے جو کسی واقعی عالم مجبوری کے سبب دار الکفر سے ہجرت نہ کر سکے یا بُرے لوگوں سے جُدا نہ ہو سکے جو راہ تک سے ناواقف تھے ایسی صورتِ حال میں ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو ہجرت سے مستثنیٰ کرنے کا حکم صادر ہو رہا ہے جو اس کے وسائل کو بروئے کار لانے سے قاصر ہیں۔

آیت ۱۰۰ ار میں اظہارِ بیان ہے کہ جو شخص کُفر کی تکالیف سے عاجز آ کر ایمان کی بقا، ایمان کی حفاظت کی خاطر اللہ کی راہ میں ترکِ وطن کرے، مال و اسباب اور متاعِ زندگی کو اور گھر بار چھوڑ کر نکل پڑے تو اُسے اللہ کی طرف سے بہت ہی کشائش، کشادگی ملے گی اور راستے میں موت واقع ہو اور ہجرت کے دوران اپنے فرائضِ منصبی کے کام سرانجام نہ دے سکے تب بھی باری تعالیٰ کے حضور اُس کا اجر ثابت ہے۔ اس میں نیّت کو بڑا دخل ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ''اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے'' (بحوالہ مسلم و بخاری شریف)

> ''سابقہ اُمتوں میں ایک قاتل کا واقعہ رُذکر ملتا ہے کہ اُس نے ایک سو افراد کو آغوشِ موت سے ہمکنار کر دیا اپنی خطا کا احساس ہوا تو ''توبہ'' کرنے کے لئے نیک لوگوں کی بستی سے گذر ہی رہا تھا کہ راہی عدم ہو گیا موت نے آ گھیرا، ربِّ جلیل نے نیک وکاروں کی بستی کو بہ نسبت دوسری بستی کے نزدیک تر

کردیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے ملائکہ رحمت اپنے ہمراہ لے گئے'' (بحوالہ صحیح البخاری کتاب الانبیا باب ماذکرعن بنی اسرائیل، مسلم شریف، کتاب التوبہ، باب قبول التوبہ القاتل وان کثر قتلہ)

اِن احادیثِ مُبارکہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگی کہ جو شخص ہجرت کی نیّت کی خاطر گھر سے عازِم سفر ہو اور راہیِ عدم ہو جائے اور موت آ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کرنے کا اُجر پائے گا گو کہ ابھی ہجرت کا عمل تکمیل پذیر نہیں ہوا، یہ حُکم عام ہے ''صلائے عام ہے یاراں نُکتہ داں کے لئے'' اِس میں دین کا ہر کام شامل ہے گویا ہر کام کو انجام دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا خیال رہے تو وہ مقبول اور مَبّرور ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہجرت کی، پس اُس کی ہجرت اُن کے لئے ہی ہے اور جس نے حصولِ دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی پس اس کی ہجرت اس کے لئے ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری باب بدء الوحی، مسلم شریف کتاب الامارۃ)

آیت ۹۷ تا ۱۰۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جو لوگ محض دولت اور مصلحت کے پیشِ نظر ہجرت نہیں کر رہے تھے یا وہ ہجرت کی مُشکلات اور تکالیف کے سبب مکّہ میں مقیم تھے ان حالات میں اگر موت آ جائے تو ایسے لوگوں کو باری تعالیٰ ظالم قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ حُکم ہے کہ ایسے لوگ جہنمی ہیں موت کی گھڑی ہر انسان کے لئے خوفناک ہے جو لوگ ہجرت کرنے سے گھبرا رہے ہیں وہ خود اپنے آپ پر ظُلم کر رہے ہیں فرشتے اُن کی رُوح کو بآسانی قبض نہیں کرتے بلکہ اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ اپنی قیمتی متاعِ حیات کے ایام کن کاموں میں ضائع کئے تم کن حالات میں تھے، جن پر حالت نَزع طاری ہے عالمِ نَزع میں جواب دیتے ہیں کہ ناپسندیدہ صورتِ حال میں اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے موقع سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھایا۔ جو لوگ بوڑھے، ضعیف، ناتواں عورتوں اور بچوں پر مشتمل ہیں کہا جاتا ہے کہ شاید اُن کی معافی ہو جائے کیونکہ اِن کا عُذر معقول ہے جو اپنے گھر سے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے پھر راستے میں موت اپنی آغوش میں اُس کو سما لے تو اس کا اُجر حق تعالیٰ کے ذمّے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے سے اسے دنیا میں کشادگی اور رزق کی فراہمی میّسر آئے گی ایمان اور اُخروی نجات تو بہر نوع مقدر رہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﱕ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

اور جب تم زمین میں سفر کے لئے نکلو یا اگر تم کو ڈر رخوف ہو کہ کافر تم کو ایذاء دیں گے تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں کمی کر کے رقصر کر کے نماز پڑھو، کافر تو بے شک تمہارے کھلے دشمن ہیں۔(۱۰۱)

وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾

اور اے نبی (ﷺ)! جب آپ اُن میں موجود ہوں اور اُن کو نماز پڑھانے رقائم کرنے کے لئے کھڑے ہوں تو اُنہیں چاہئے کہ ایک جماعت ان میں کی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہو جائے اور اپنا اسلحہ ر ہتھیار ساتھ پکڑ رکھیں پھر جب جماعت سجدہ کر چکے تو ہٹ جائیں اور آ جائے دوسری جماعت جو ابھی تک ادائیگی نماز نہیں کر سکی تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنے ہمراہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لئے رہیں کافر تو چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح اپنے سامانِ حرب اور ہتھیار سے غافل ہو جاؤ تا کہ وہ تم پر یک بارگی حملہ آور ہو کر ٹوٹ پڑیں، اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر بارش کے سبب یا بیمار ہو جانے پر کبھی اپنے ہتھیار راسلحہ اتار رکھو، تب بھی اپنے بچاؤ کا سامان تو ساتھ ہی رکھا کرو، اس میں کوئی شبہ نہیں! کافروں کے لئے باری تعالیٰ نے عذاب رُسوا کرنے والا تیار رکھا ہے۔(۱۰۲)

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

پس جب نماز سے فراغت پا چکو، تو اللہ کا ذکر جاری وساری رکھو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اور لیٹے لیٹے، پھر جب اطمینان وسکون کی حالت میّسر ہو جائے، خوف جاتا رہے، دشمن کی طرف سے، تو حسبِ دستور ردرستگی سے نماز پڑھو، بے شک نماز تو ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے راپنے اپنے مقرّرہ وقت پر۔(۱۰۳)

وَلَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۰۴﴾

اور تم اِن لوگوں کا پیچھا کرتے وقت تساہل رسُستی مت کرنا رشکستہ دل ہو کر بیٹھ نہ جانا، اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی تمہاری طرح دُکھ پہنچا ہے ربے آرامی ہوئی ہے، اور تم اس دُکھ سہنے پر اللہ سے اجر کی آس رکھ کر کام میں لگے رہو جب کہ ان کو ایسی کوئی اُمید نہیں، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور دانا وحکمت والا ہے۔(۱۰۴)

الفاظ ومعانی آیت ۱۰۱ رتا ر ۱۰۴

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ اور جب سفر پر جاؤ زمین پر۔ ﴿اَنْ تَقْصُرُوْا﴾ کہ تخفیف کرو کمی کرو، فعلِ مضارع کا صیغہ،

قصر کے معنی میں: جن نمازوں میں چار رکعت ان میں چار کے بجائے دو رکعت پڑھنا، جس سفر میں قصر نماز پڑھنے کا حکم ہے اس کی مقدار اتنی ہے کہ پیدل سفر تین رات دن میں کیا جا سکتا ہو جو سفر تین منزل سے کم ہو اس سفر میں پوری نماز پڑھی جاتی ہے اکثر فقہاء کرام نے زمینی رمیدانی سفر کے لئے چون (۵۴) میل مقرّر کی ہے سفر کے دوران چودہ روز تک قیام کرنا ہے تو قصر کرتا رہے اس سے زیادہ کو قیام ہو تو پوری نماز ادا ہو گی۔

﴿ اِنۡ خِفۡتُمۡ ﴾ اگر تمہیں خوف رڈر ہو قصر کے لئے کافروں کا ڈر بطورِ شرط ذکر کیا گیا حقیقتِ اَحوال تو یہ ہے کہ اس وقت عرب کی سرزمین دارالحرب بنی ہوئی تھی اور مُسلمان کافروں کے خوف سے گھیرے ہوئے تھے، بعض صحابہ کو یہ گُمان ہوا کہ اب تو امن ہے، ہمیں سفر میں نماز قصر نہ کرنی چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تلک تصدق اللّٰہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ

"ربِّ جلیل کی طرف سے تمہارے لئے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو" (بحوالہ صحیح مسلم کتاب المسافرین، مسندِ احمد جلد اوّل)

﴿ یَفۡتِنَکُمُ ﴾ ایذاء دیں تم کو، یَفۡتِنِ، فَتَنَ، وہ ستائے فعل مضارع قواعد کے مطابق۔

﴿ وَاِذَا کُنۡتَ فِیۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوۃَ ﴾ اور جب اے حبیب (ﷺ)! جنگ کے وقت آپ مُسلمانوں میں موجود ہوں اُن کو نماز پڑھانے کے لئے۔ ﴿ وَلۡتَاۡتِ ﴾ اور چاہیے کہ آئے۔ ﴿ فَیَمِیۡلُوۡنَ ﴾ پس وہ حملہ کرتے ہیں، مَالَ، یَمِیۡلُ سے۔ ﴿ حِذۡرَهُمۡ ﴾ وہ ہتھیار جس کے سبب دشمن سے بچ سکتے ہیں۔ ﴿ اَذًی ﴾ تکلیف ر دُکھ۔ ﴿ مَطَرٍ ﴾ بارش۔ ﴿ تَضَعُوۡۤا ﴾ تم اتاردو، رکھ دو۔ ﴿ تَضَعُوۡنَ ﴾ وَضَعَ، تم رکھتے ہو، فعل مضارع وَضَعَ، یَضَعَ، اتارے۔ ﴿ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ ﴾ اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔

﴿ فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذۡکُرُوا اللّٰهَ ﴾ جب نماز پڑھ چکو، تو اللہ کا ذکر کرو نماز خوف کا طریقہ تعلیم بتایا جا رہا ہے، مانا کہ ڈر کی کیفیت میں تم نماز طمانیت قلب اور سکون کے ساتھ ادا نہ کر پائے اپنی زبان اور قلبِ حَزیں کو جس حالت میں بھی ذکر اللہ میں مصروف رکھو اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائے۔ ﴿ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ ﴾ پس جب اطمینان نصیب ہو جائے۔ ﴿ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ﴾ پس قیام نماز کا اہتمام کرو، پھر خوف کے آثار اور جنگ کی فضا ختم ہو جائے تو پھر نماز کو اس طریق عمل کے ساتھ پڑھنا ہے جیسی عام حالات میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ ﴿ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴾ فرض اوقات کے ساتھ۔ ﴿ کِتٰبًا ﴾ فرض قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ مَّوۡقُوۡتًا ﴾ وقت مقرّر، وقت معیّن۔ ﴿ لَا تَهِنُوۡا ﴾ وَهَنَ، تم سست مت بنو، وَهَنَ ماضی فعل کا صیغہ۔ ﴿ فِی ابۡتِغَآءِ ﴾ تعاقب کرنا۔ ﴿ تَاۡلَمُوۡنَ ﴾ تکلیف اُٹھائے فعل مضارع لَم، یالم۔ ﴿ یَرۡجُوۡنَ ﴾ وہ آس ر اُمید رکھتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۰۱ تا ۱۰۴

آیت ۱۰۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ربِّ جلیل نے دین میں جہاں استقامت، ثابت قدمی جرأت اور ہمّت سے کام لینے کا حکم صادر کیا ہے وہاں رعایتیں اور رخصتیں بھی از رائے کرم عنایت کی ہیں رخصت سے فائدہ اٹھانے پر بھی اسی طرح اَجر

ثواب ہے وضاحت کے بیان مذکور ہے کہ حالتِ سفر میں نماز کی رکعات میں تخفیف کرلیا کرو، یعنی چار رکعت کی جگہ فرض نماز دو رکعت پڑھی جائے، نماز فجر تو پہلے ہی سے دو رکعت ہے اور مغرب کی نماز میں تین رکعت ہی ادا کی جائیں گی اس لئے نمازِ قصر بھی شریعت کا حکم ہے۔ جس کی تعمیل پر اَجر ملتا ہے اگر کسی مقام پر پندرہ یوم یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ ہے تو وہ مقیم وہاں رہنے والا شمار کیا جائے گا اور پوری نماز ادا کی جائے گی۔

آیت ۱۰۲ میں اظہار بیان یہ ہے کہ اگر کُفّار کی فوج مدِّ مقابل ہو تو مُسلمانوں کی فوج کے دَستے دو حصوں میں مُنقسم ہو جائیں یہاں ''صلوٰۃ الخوف'' کا بیان ہے ایک جماعت عُدو کے مقابلے میں ہے اور ایک گروہ، آدھی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور سجدہ کے بعد جنگ کے مقام کو سنبھال کر دوسری جماعت کو بقیہ نماز پڑھنے کے لئے فارغ کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اسی طرح صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی صحابہ نماز خوف ادا کرتے رہے، حالت خوف میں نماز کا قیام اور اہتمام کرنے سے تو یہ بات بڑی اہمیت کی دکھائی دیتی ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا کس قدر لازمی ہے۔ (بحوالہ خزائن العرفان)

کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ مُسلمانوں پر یک بارگی حملہ کریں اگر مُسلمان اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے بھی غافل ہو جائیں، تو ایسی صورت حال میں لازم ہے احتیاط، اگر بارش کے سبب مُوسمی خرابی کی بناء پر یا مرض اور بیماری کی حالت میں ہتھیار اور اسلحہ اپنے ہمراہ رکھنے میں دشواری ہے تو اجازت ہے کہ پورے ہتھیار نہ لگاؤ، ہتھیار کھول کر رکھو اور اس قدر اسلحہ اپنے ہمراہ ضرور رکھو جس سے دفاع کرنے میں آسانی ہو، یہ بات تو طے ہے کہ رسوائی کافر کا مقدّر ہے کائنات رنگ وبُو میں بھی اور آخرت میں بھی، مگر یہ بات یاد رہے کہ دنیا عالمِ اَسباب ہے راہ سبب اختیار کرتے ہوئے اللہ پر توکّل کرنا، ایمان کی معراج ہے۔

آیت ۱۰۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہمہ وقت کُفر سے مقابلہ جان کا ڈر تو لگا رہتا ہے یہ کوئی سہل کام تو نہیں ہے اِس لئے ''ذکر اللہ'' کا حکم دیا جا رہا ہے عالمِ خوف میں بے اطمینانی کے سبب اگر کسی طرح کی کوتاہی دَامن گیر ہوتی ہے تو نماز خوف سے فراغت پا جانے کے بعد ہر وقت، ہر لمحہ، ہر ساعت، ہر گھڑی، کھڑے ہو کر بیٹھے بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو، اس کثرت سے اس شدّت سے کوئی حال اللہ کے ذکر سے اس کے نام سے خالی نہ ہو اللہ کے ذکر کو، اس کے نام کو، باری تعالیٰ کی تجلّیات کو قلبِ حزین میں بَسالو، سجالو، اور اپنے اَندر جَذب کرلو، پھر دیکھو کس قدر اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے پھر جب طمانیتِ قلب مل جائے تو عام نماز باقاعدگی سے پڑھو، یہ ایک حقیقت ہے کہ ''ذکر اللہ'' سے نماز کی کیفیات میں یکسر فرق آئے گا نماز تو اُس کے مقرّر کردہ اوقات میں ادا کرنا ہے فرض کی تکمیل ہے، بلاشبہ نماز فرض ہے پابندی اوقات کے ساتھ سفر ہو کہ حضر ہو، رزم حق و باطل ہو کہ تنہائی میّسر ہو، اپنی شرائط اور وقت کے تعیّن کے ساتھ نماز کی ادائیگی تو اسلام کے بُنیادی ارکان میں شامل ہے نماز کے بارے میں یہاں دو خصوصیات کا ذکر کیا گیا کِتٰبًا اور موقوتا، کتاب کا مفہوم تو یہ ہے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے آپ کی مرضی پر اس کا دارومدار نہیں ہے جب چاہا پڑھ لی، جب چاہا غفلت برت لی نہیں ایسا نہیں ہے۔ موقوتا کا لفظ یہ معنی بتا رہا ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے وقت کا بُرملا تعیّن ہے۔ ''وقتہ فھو موقوف ووقتۃ فھو موقتٌ'' ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ (بحوالہ قرطبی)

آیت ۱۰۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ ہمّت مت ہارو، حوصلہ پَست کرنے کی ضرورت نہیں اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں، مانا کہ تم زخم خوردہ ہو دکھ میں مبتلا ہو تو کیا ہوا کُفار بھی تو دَرد و اَلم میں گرفتار ہیں وہ تم سے زیادہ توانا اور طاقت ور نہیں۔ پھر کاہے کا ڈر ہے! آخر مشکلات تو اُن کو بھی ہیں تمہیں تو باری تعالیٰ کی رحمت اور نوازشِ کرم کی اُمید ہے تم تو دیدارِ حق تعالیٰ کی تمنّا کئے بیٹھے ہو، تمہیں تو یہ تکلیف اُٹھانے پر اللہ سے اَجر ملنے کا حوصلہ ہے اِس کے برعکس ''جہاں میں اہلِ ایمان تو صورتِ خُورشید جیتے ہیں'' کے مصداق، اہلِ ایمان رَبّ تعالیٰ کی رضا و تقرب اور اس کے اَبدی انعامات کے طلب گار ہیں اور اللہ سب کو جانتا ہے اور دانا اور حکمت والا ہے۔

آیت ۱۰۱ تا ۱۰۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جو شخص مسافر ہوا ُسے حق تعالیٰ کے ساتھ دائمی تعلق کی ضرورت ہوا کرتی ہے تاکہ سفر کی مشکلات میں قدرے آسانیاں میسر آجائیں، ادائیگی نماز، تعلق باللہ کا ایک مؤثر وسیلہ ہے رَبّ کی ہدایت ہے کہ مصائب اور مشکلات میں نماز سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرو، سورۂ بقرہ آیت ۴۵ پارہ الٓمّ میں ارشادِ رَبّانی ہے ''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو نماز کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ سفر اور جہاد فی سبیل اللہ کے حُکم کے ساتھ نماز کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کہ حالتِ جہاد میں نماز کے طویل رکوع و سجود کے سبب دشمن اسے پہچان لیں چنانچہ حُکم صادر ہوا کہ جو لوگ جہاد کے لئے نکلیں اُن کے لئے سہولت ہے کہ وہ خوف کے وقت میں نماز میں اُختصار کرلیں خواہ حالت خوف ہو یا نہ ہو، سفر میں فرض نماز اختصار رقَصر لازمی ہے۔

حُکم باری تعالیٰ تو یہ ہے کہ ہر حال میں اپنے قلبِ حزیں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑے رکھو، نماز میں بھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی اطمینان اور سکون کے ساتھ، یہ تاکید ہے کہ نماز پوری کی پوری جُملہ ارکان کے ساتھ تسلّی اور خُضوع وخُشوع سے ادا کرو، نماز ایک ایسا فریضہ ہے جسے مقرّرہ وقت پر ادا کرنا لازم ہے نماز قضا ہو جائے تو اس کی ادائیگی نہیں ہوسکتی البتہ قضا نماز کی ادائیگی جلد از جلد بہتر ہے بلاوجہ تاخیر مناسب نہیں!

ہدایت تو یہ ہے کہ عمل جہاد جاری رکھو اگرچہ تمہیں غم و تکلیف کا سامنا کرنا پڑے اِس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ اگر تم مُصیبت جھیل رہے ہو تو وہ بھی تکلیف اُٹھا رہے ہیں دشمنوں کو بھی رَنج و اَلم کا سامنا ہے لیکن دونوں میں امتیاز یہ ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد و قتال کرتے ہیں اور اُمیدوار ہیں صلہ واَجر کا، دشمن کا یہ حال ہے کہ بے مقصد بے فائدہ مَعرکہ جنگ میں لگے ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو کُچھ لے کے جانے والے نہیں نہ اُنہیں اِس کارگہہ حیات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی اُمید ہے اور نہ آخرت میں اَجر کی توقع ہے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾

بے شک ہم نے آپ ﷺ کی طرف یہ کتاب اُتاری ہے، حق کے ساتھ، اب آپ اس کے مطابق جو انصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا، آپ کو بتا دیا، سمجھا دیا اور بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑے والا مت بنئے!۔(۱۰۵)

وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾

اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے! بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔(۱۰۶)

وَلَا تُجَٰدِلْ عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾

اور اِن لوگوں کی طرف سے طرفداری مت کیجئے جو خود ہی اپنے تئیں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا ہے جو بڑا بدکار اور دغاباز ہو۔(۱۰۷)

يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ ٱلْقَوْلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾

وہ لوگوں سے تو اپنے ارادے، اپنی حرکات پوشیدہ رکھ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چُھپا سکتے جب رات کو خفیہ مشوروں کی بات اللہ تعالیٰ کی مرضی، رضا کے خلاف کرتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ ان کے ساتھ موجود ہوتا ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے گھیرے ہوئے ہے۔(۱۰۸)

الفاظ معانی آیت ۱۰۵ تا ۱۰۸

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ﴾ کوئی شبہ نہیں! ہم نے اُتاری ہے آپ ﷺ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ، یہ چند آیات (۱۰۴ تا ۱۱۳ تک) ایک واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو واقعہ یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص نے جس کا نام بشیر بن ابیرق بتلایا گیا ہے۔ ترمذی شریف، اور حاکم میں اور ابن جریرؒ کی روایت میں بتلایا گیا ہے۔ اس نے حضرت قتادہ بن نعمان ؓ کے چچا رفاعہ ؓ کے گھر میں نقب لگا کر آٹے کی بوری چرا لی اور زید بن سمین جو یہودی تھا، کے ہاں جا کر رکھ دی یا پھینک دی جب حضرت قتادہ ؓ کو چوری کا علم ہوا تو اپنے پڑوسی طعمہ سے پوچھا اس نے صاف انکار کر دیا کہ مجھ کو کچھ پتہ نہیں چونکہ آٹے کی بوری میں سوراخ تھا اس لئے گرتے ہوئے آٹے کے نشانات سے اندازہ ہوا کہ وہ یہودی کے مکانات تک پہنچ گئے ہیں یہودی نے کہا کہ میں نے چوری نہیں کی بلکہ طعمہ میرے گھر چیزیں رکھ گیا ہے یہودی اپنے آپ کو بے قصور کہتا تھا طعمہ کے گھر والے اس کی حمایت میں تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہودی کافر ہے اس کی بات کو ماننا نہیں چاہئے قرآن مجید کی آیاتِ مُبارکہ سے رسول اللہ ﷺ پر واقعہ کی حقیقت آشکار ہوگئی اور ایسے معاملات کے بارے میں عام ہدایات دی گئیں حضور ﷺ نے یہودی کو بَری کر دیا۔ (بحوالہ ترمذی شریف اور حاکم)

﴿لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ﴾ تاکہ فیصلہ صادر کریں آپ لوگوں کے مابین جو اس کے مطابق آپ کو دکھایا

اللہ تعالیٰ نے، گویا لوگوں کے درمیان عدل اور انصاف اس رائے اور مفہوم کے مطابق ہو جو باری تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بتلا دیئے تھے۔

﴿ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ﴾ یہ صرف نبی کا منصب ہے اس کے بعد آنے والے کو نبی ﷺ کے ارشادات سے مستفیض ہونا چاہئے۔﴿ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴾ الخ اور تم دغا دینے والوں سے جھگڑا نہ کرو۔﴿ لِلْخَآئِنِيْنَ ﴾ خیانت کرنے والوں کی طرفداری مت کرو۔﴿ خَصِيْمًا ﴾ جھگڑالو، قواعد کے مطابق اسم ہے۔﴿ خَصِيْمٌ ﴾ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اس کی جمع خصوم خصام جھگڑا کرنے والے پہلے معنی میں باب مفاعلہ میں مصدر، اور دوسرے میں خصیم کی جمع ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ﴾ بلکہ اللہ کریم سے توبہ کریں اور معافی چاہیں، کس کو توبہ کرنے کا حکم صادر ہو رہا ہے امام رازیؒ نے یہاں تین اسباب کی وضاحت کی ہے۔

① ...... طعمہ کے مسلمان ہونے کے سبب، اُس کی کامیابی کا ہلکا سا جو خیال رسول اللہ ﷺ پر گذرا تھا، اس سے مغفرت کی درخواست طلب کرنے کا حکم مل رہا ہے۔

② ...... یہودی کو مجرم قرار دینے کا جو وہمہ ہوا تھا اس کے بارے میں توبہ کرنے کی تاکید ہے انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اور مقام اعلیٰ اور ارفع ہے۔

③ ...... آپ ﷺ ان لوگوں کے لئے بخشش طلب کیجئے جن سے طعمہ کی اعانت وقوع پذیر ہوئی ہے آخر وہ بھی مسلمان ہیں اور آپ کے غلام ہیں بغیر تحقیق اور ظاہری عوامل کے پیشِ نظر چور کو چوری سے بری کرنا اور یہودیوں کو چور تصور کر لینا آپ ﷺ کی عظمت شان پُر وقار اور عصمت کے لئے مُناسب طریق نہیں ہے اس لئے اَستغفار کرنا چاہئے۔

﴿ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ﴾ اور جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں یوں سمجھئے کہ جو شخص دوسروں کے ساتھ خیانت کرتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے ہی نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے کیونکہ عقل وخُرد کی جو صلاحیتیں اور قوتیں اِس کے پاس بطورِ امانت ہیں وہ اِس ضمن میں بے جا تصرّف کر کے خیانت کا مُرتکب ہوتا ہے اور اپنے ضمیر کو جیسے باری تعالیٰ نے اس کے اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کا محافظ بنایا ہے اس سے خیانت اور معصیت کے عمل بروئے کار لاتا ہے جو اَحسن عمل نہیں!

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴾ کوئی شُبہ نہیں! اللہ تعالیٰ اس کو دوست نہیں رکھتا جو بددیانت اور بدکار ہے۔ ﴿ خَوَّانًا ﴾ خیانت کار۔﴿ اَثِيْمًا ﴾ جو جرم کا مُرتکب ہو، گنہگار، اثِم گنہگار، اِثْم سے اسم ہے فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق، اس کی جمع اثِمِيْنَ ہے بحالت نصبی وجری (بحوالہ قاموس القرآن)۔﴿ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ ﴾ وہ چھپتے ہیں لوگوں سے۔﴿ يَسْتَخْفُوْنَ ﴾ وہ چھپتے ہیں، قواعد کے لحاظ سے فعل مضارع۔﴿ يُبَيِّتُوْنَ ﴾ وہ رات کو مشورہ کرتے ہیں فعل مضارع۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۰۵ تا ۱۰۸

آیت نمبر ۱۰۵ میں اظہار بیان ہے کہ اے حبیب! ﷺ ہم نے آپ ﷺ پر سچّی کتاب، فرقانِ حمید نازل کی ہے آپ ﷺ لوگوں کے مابیَن انصاف کریں، اور اس کے مطابق فیصلہ صادر کریں، جو ربِّ جلیل نے آپ ﷺ کو بتا دیا ہے، دکھا

دیا ہے اور بد دیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے مت بنو، اور دغا بازوں کی وکالت اور اِعانت سے گریز کرو جو دھوکہ باز اور فریب میں مُبتلا کرنے والے ہیں اُن کی حمایت اور طرفداری ہرگز مت کرو اور اُن کی قسم اور ان کی گواہی پر بے قصور کو مجرم مت جان لینا، خطاب کیا جارہا ہے حضرت محمد ﷺ سے اور بتانا یہ مقصود ہے کہ اے محبوب ﷺ! آپ کی ذات بابرکت سے عدل ومساوات، اُخوت اور انصاف کی تمام تر عظمت ووقار وابستہ اور پیوستہ ہیں تقاضائے انصاف برتتے وقت یہ خیال کرنا کہ کوئی مسلمان ہے کوئی یہودی ہے یہ بات آپ ﷺ کی شان سے بہت فروتر ہے کسی کے ساتھ طرفداری آپ ﷺ کا شیوہ نہیں! جیسے پہلے آپ ﷺ نے طرف داری نہیں کی ویسے آئندہ بھی طرف داری کی چنداں ضرورت نہیں۔ (بحوالہ بیان القرآن)

آیت ۱۰۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اے محبوب ﷺ! سو آپ کو حکم ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے! آپ ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں اور بد دیانت لوگوں کے ساتھ نرمی یا طرف داری کا سلوک کرنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ خائن اور بد دیانت لوگوں کو دوست نہیں رکھتا، حق تعالیٰ سے توبہ اس لئے کی جائے کہ، یہودی کو سزا دینے کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا، یعنی بغیر تصدیق اور تحقیق کے آپ نے جو خیانت کا اِرتکاب کرنے والوں کی حمایت کی ہے اُس پر ربِّ کریم سے بخشش کی درخواست کی جائے اس آیت مبارکہ میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات پر پُورا یقین اور اس کی صداقت وحقیقت کا علم نہ ہو جائے اس کی وکالت وحمایت کرنا مناسب اور جائز نہیں گویا کوئی فریق دھوکہ اور فریب کا سہارا لے کر حاکمِ مجاز سے اپنے لئے کوئی فیصلہ صادر کرے، تو ایسے فیصلے کی عند اللہ کوئی حیثیت نہیں۔

حدیثِ مُبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں ایک انسان ہوں اور جس طرح میں سماعت کرتا ہوں اُسی کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی دلیل اور حُجت پیش کرنے میں ہوشیاری دکھائے اور میں اُس کی گفتگو سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، اگرچہ وہ حق پر نہ ہو میں اس کو دوسرے کا حق اس کو دے دوں اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے یہ اس کی مرضی ہے کہ اسے لے لے یا چھوڑ دے''۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب الشھادۃ والحیل والاحکام، صحیح مسلم شریف کتاب الاقضیۃ)

آیت ۱۰۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں تم اُن کی حمایت نہ کرو جو شخص دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ وہ خود اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے مَعصیت اور گُناہ کا اِرتکاب کر کے، بے شک جو لوگ دغا اور فریب سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے محبت نہیں کرتا، حق تعالیٰ سُبحانہٗ تعالیٰ کو سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد سے محبت ہے ربِّ جلیل نے انسانوں کو خاص طور سے عدم سے وجود دیا اور اپنے خلیفہ کی نَسل میں وجودِ جامع سے سُرفراز کیا لیکن جو لوگ فریب، دغابازی، دھوکہ دہی اور گُناہ سے باز نہیں آتے تو وہ ربِّ جلیل کی محبت اور اعانت ورحم وکرم سے محروم ہو جاتے ہیں۔

آیت ۱۰۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ خیانت کا جرم کرنے والے کا حال تو یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے آدمیوں سے شرماتے اور چوری چُھپاتے ہیں یہ ان کی حماقت کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے جو ہمہ وقت اُن کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کے ساتھ ہونے کا قطعی یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہاں موجود ہوتی ہے یاد رکھئے کسی مکان میں موجودگی یا پایا جانا جسم کی صفت ہے باریٔ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور مُنزّہ ہے ان خیانت کرنے والوں کی بیوقوفی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنی ہی طرح کے لوگوں سے شرماتے اور چوری کو چُھپاتے ہیں اور رَبِّ جلیل سے نہیں شرماتے جو اُن کے ہر اَمر کو دیکھ رہا ہے۔ خصوصاً اس واقعہ کی طرف لطیف اشارہ ہے جب انہوں نے راتوں رات باہمی گُفت وشنید کر کے یہ مشورہ سے رائے قائم کی کہ یہودی کو مورد الزام نہ ٹھہراؤ اور آپ ﷺ نے کہا کہ یہودی کے مقابلے میں ہماری حمایت کی جائے یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات پوشیدہ رکھتے ہیں لیکن باری تعالیٰ سے کچھ نہیں چھپا سکتے، وہ تو اُس وقت بھی اُن کے ساتھ ہوتا ہے جب راتوں کو چھپ چھپ کر اس کی منشاء کے خلاف مشوروں میں مصروف رہتے ہیں یہ تو اِن کی کمزوری اور سازش کا کُھلا ثبوت ہے، راتوں کو اکٹھا ہونا اور اپنے جُرم کو پوشیدہ رکھنے کی سازش میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہنا اور خیانت کا جُرم سرزد کرنا، لوگوں سے تو اپنا جُرم صیغہ راز میں رکھا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چُھپایا جا سکتا۔ لوگوں سے کسی بات کا پوشیدہ رکھنا اس سے کیا حاصل، کیونکہ لوگوں کو تو نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار ہی نہیں جو ذات نفع وخسارے کی مالک کُل ہے یعنی حق تعالیٰ، اُس سے وہ چھپا نہیں سکتے اُن کے ظاہر اور باطن سے رَبِّ جلیل واقف ہے۔ اِن کا مؤقف کس قدر کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے سارے اعمال پر محیط ہے اگر رَبِّ کائنات ان کے تمام تر اُمور اور اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ جو راتوں کو خُفیہ سازشیں کرتے ہیں اِن کا کیا حاصل؟ اللہ تعالیٰ تو اِس مجلس میں اُن کے ساتھ ہوتا ہے ہر شئے ان کی نظر میں ہے اور اس کے دائرہ قبضے میں ہے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۟ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾	سنتے ہو! تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں جھگڑتے ہو، اُن کی طرف سے یوم قیامت، پس کون اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑے گا اُن کی جانب سے، اور کون ہوگا اُس روز جو اُن کا وکیل ہوگا رجو اُن کی وکالت کر سکے گا۔ (۱۰۹)
وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾	اور جو کوئی بُرائی کرے یا اپنے نفس رجان پر ظلم کرے، پھر اس کے بعد، اللہ سے مغفرت طلب کرے، تو وہ اللہ کو مغفرت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔ (۱۱۰)
وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾	اور جو گناہ کمائے، تو خود اپنے آپ کا ہی خسارہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو سب باتوں کی خبر ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (۱۱۱)
وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۲﴾	اور جو کوئی خطاً رگناہ کرے تو خود کرے اور کسی بے گناہ پر تُہمت لگائے یا مُوردِ الزام ٹھہرائے تو اس نے بڑا بُہتان باندھا، صریحاً رکھلا گُناہ کا بوجھ سمیٹ لیا۔ (۱۱۲)

الفاظ ومعانی آیت ۱۰۹ تا ۱۱۲

﴿ هٰٓاَنْتُمْ ﴾ سنتے ہو تم، حرف ندا۔

﴿ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ ﴾ جھگڑتے ہو، بحث وتکرار کرتے ہو اُن سے۔ مُجَادَلَہ کے معنی ہیں مباحثہ، مناظرہ پر گُفتگو کرنا جس کا مقصود فریق ثانی پر غالب آنا ہے جَدَلْتُ الْحَبْلُ میں نے رَسّی کو بَٹ کر مضبوط کیا، کیونکہ مُجادلہ کرنے والا اپنی بات کو دلائل سے قوی کر کے پیش کرتا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ یُجَادِلُ ﴾ وہ جھگڑا کرتا ہے، وہ جھگڑا کرے گا، قواعد کے مطابق مُجادلہ سے مضارع، واحد مذکر غائب۔ ﴿ وَكِیْلًا ﴾ وَکِیل کارساز، ذمّہ دار، محافظ وَکالۃ سے صفتِ مُشبّہ واحد مذکر اِسم ہے۔

﴿ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ﴾ الخ اور جو شخص کر گزرے، بُرا کام، یا ظلم کرے اپنے آپ پر، مفہوم یہ ہوا کہ گُناہ کا سَر زَد ہونا خواہ اس کی نوعیت متعدی ہو یا لازمی، اس کا تعلق حقوق العباد سے، حقوق اللہ سے ہر قسم کا گُناہ توبہ استغفار سے قابل معافی ہے لیکن توبہ استغفار کی حقیقت کا علم ضروری ہے۔ صرف زبان سے ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ﴾ کہنے کا نام توبہ نہیں! علماء کا تو کہنا ہے کہ جو شخص مُصیبت میں مُبتلا ہے اور اس پر اسے قطعی ندامت بھی نہیں اور اس کو ترک بھی نہیں کیا نہ آئندہ چھوڑنے کا ارادہ ہے تو ایسی صورت میں صرف زبان سے ﴿اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ﴾ کہہ دینا یہ توبہ تو نہیں! توبہ استغفار کے لئے تین اُمور لازم ہیں۔

(۱)......ایک سابقہ کئے ہوئے گناہ پر احساسِ ندامت۔

(۲)......جس گناہ، معصیت میں گرفتار ہوا ہے اُس کو اُسی وقت ترک کر دینا۔

(۳)......آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کے لئے عزمِ مصمم کرنا۔

یہ بات ذہین نشین رہے کہ جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے اُن کو انہی سے معاف کرانا یا یوں سمجھئے کہ حقوق ادا کرنا بھی توبہ کی شرط ہے۔

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا﴾ اور جو کوئی کمائے گناہ۔ بدکار مجرم دراصل، اپنا ہی خسارہ کر رہا ہوتا ہے۔ دوسرے کو اذیت یا نقصان تو بعد میں پہنچے گا اس کے اسباب تباہی و بربادی کا سامان پہلے ہو جائے گا۔ جو شخص اپنی سلامتی کا طلب گار ہے اور اس کو اپنا مفاد عزیز تر ہے تو اس کو گناہ کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے۔

﴿ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ﴾ اور جو گناہ کا اِرتکاب کرے تو وہ اُسے کماتا ہے اپنے لئے۔ اُس کا مفہوم یوں ہے کہ جو شخص گناہ کو خود کرے اور اس کا الزام دوسرے کے سر تھوپے تو اس نے اپنے گناہ کو دوگنا کر لیا اور شدید عذاب کا مستحق ہوا۔ ایک تو عذاب گناہ کا اور دوسرا بہتان کا۔

تشریح وتوضیحات، آیت ۱۰۹ تا ۱۱۲

آیت نمبر ۱۰۹ میں اظہار بیان یہ ہے کہ یہ سنو تو سہی اے لوگو! تم نے کائنات کی بے ثبات زندگی میں، اُن لوگوں کی حمایت بے جا کر بھی لی جو چور کے طرفدار ہوئے تو کیا ہوا، مانا کہ دنیا کی زندگی میں کوئی اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کے ساتھ رسم وفا نبھانے کی خاطر بے جا طرفداری میں بولنے لگتا ہے لیکن یومِ قیامت کوئی کسی کے معاملے میں نہ پڑے گا۔ کیونکہ جب اس گناہ کے سبب اُس کا مواخذہ ہوگا تو بھلا بتائے تو سہی کون اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اسے بچا سکے گا، مانا کہ گیتی کائنات میں تم جھوٹی گواہی دے کر اور جھوٹی قسم کھا کر ان کو بے گناہ تو ثابت تو کر لو گے لیکن محشر کے روز کس طرح اپنی صفائی پیش کرو گے۔ بھلا بتاؤ تو سہی اپنے گناہ گار رشتہ دار اور خطا کار دوست کو باری تعالیٰ کی گرفت سے کیونکر محفوظ کر سکو گے۔ کس میں اتنی جرأت و ہمت ہے اور ہوگی کہ اس کا وکیل بن کر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو کر اس کو رہا کرا سکے۔

آیت نمبر ۱۱۰ میں اظہار کیا جا رہا ہے کہ کسی نے کتنا ہی گناہ کیا ہوا ہو یا مَعصیت میں مُبتلا ہو یا اپنے آپ پر ظلم ڈھایا ہوا گر صدقِ دل سے اللہ سے توبہ کرے تو یقینی طور پر اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور بخشش عطا کرنے والا پائے گا۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ گناہ کی نوعیت کیسی ہے۔ اس کا علاج صرف اور صرف اُستغفار اور حضورِ قلب کے ساتھ توبہ ہے۔ ذرا اس لطیف اشارے کی طرف اپنی توجہ مرکوز کیجئے کہ کوئی اپنی بات پر ہی قائم رہا اور اس کو توبہ کی توفیق نہ ہو سکی، تو پھر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی بخشش و دامانِ رحمت سے محروم رہے گا۔

آیت نمبر ۱۱۱ میں اظہار بیان یہ ہے کہ اور جو گناہ کا مُرتکب ہوتا ہے اُس کا بوجھ بار اس بات پر ہے دراصل یہ ہے کہ جو

اپنے قصد سے مَعصیت میں مُبتلا ہے اُس کا وبال اس کے ذِمّہ کتنا ہے اور سزا بھی اس کو ملے گی۔ اس کی سزا کسی دوسرے کو ملنی کی نہیں! کوئی کسی دوسرے کا ذِمّہ دار نہ ہوگا۔ ہر ذِی روح، ذی نفس کو وہی کچھ ملے گا، جو وہ کما کر ساتھ لے گیا ہو!

اس بات کی وضاحت آیت نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵ سبحٰن الّذی سے ہو رہی ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

''اور کوئی بھی کسی کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا''

اصل بات میں تو یہ ہے کہ اُن کے اپنے ہی گناہوں کا بوجھ ہوگا جو دوسروں کو گُمراہ کر کے اُنہوں نے کمایا ہوگا۔ اگر کوئی بُرائی کا راستہ نہیں ترک کرتا تو نہ چھوڑے اس لئے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ اپنے ہی نَفسِ جان پر غضب ڈھا رہا ہے۔ سو ربِّ جلیل سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ بھی حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ کب کونسی بات عیاں ہوگی اور کس کا نتیجہ کب نکلے گا۔

آیت نمبر ۱۱۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جو کوئی خطأ سرزد کرے یا گُناہ کمائے اور پھر اس کی ذمہ داری کسی بے گُناہ پر تھوپ دے تو اس کا مفہوم تو یہ ہوا کہ اس نے ضرور بُہتان اور صَریحاً مَعصیت کا جُرم اپنے ذمہ لے لیا۔ بہر نوع جو کوئی بھی بُرائی کر کے دوسرے بیگُناہ کو اس میں ملوث کرے تو یہ بہت بڑا بُہتان اور تُہمت ہے، جس طرح کہ بنو ابیرق نے کیا کہ چوری تو خود کی اور الزام کسی اور پر دھر دیا اور نیک صفت بزرگ لبید ﷺ کے ذِمّہ چوری کی تُہمت رکھ دی۔ اس آیت مبارکہ میں بُہتان تراشی کی مذمّت کی گئی ہے۔

آیت ۱۰۹ تا ۱۱۲ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

دنیا کی زندگی میں تو تم لوگوں نے اِن مجرموں کی خاطر تو جھگڑا کر لیا، مگر روزِ قیامت اُن کی طرف سے باری تعالیٰ سے کون جھگڑا کرے گا؟ وہاں اُن کی وکالت کون کرے گا؟ اُس بھاری دن کے عذاب سے تو اُن کی رہائی ممکن نہیں! اُن کا حساب کتاب آخرت میں کیا ہوگا؟ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر ظُلم کر جائے اور اللہ تعالیٰ سے درگذر کی التجا کرے تو اللہ تعالیٰ کو درگذر کرنے والا اور رحیم پائے گا مگر جو بُرائی کمائے اُس کی یہ کمائی وبالِ جان ہوگی گویا حق تعالیٰ کی طرف سے معافی کا دَروازہ کُھلا ہے ''صبحدم دروازہ خاور کُھلا'' کے مصداق ہر گُناہ گار تائب کو معافی کی اُمید دلائی گئی ہے اس کی رحمت اور مغفرت موجود ہے سزا میں اسلامی نظامِ حیات کا یہ اُصول ہے کہ ہر کوئی اپنے کئے کا ذِمّہ دار ہے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے جُرم کو خود تسلیم کا اُصولِ اپنائے، خود جُرم کرنے کے بعد دوسروں پر تھوپ دیا جائے گویا اِس نے بڑے بُہتان اور مَعصیت کا بار اُٹھا لیا۔

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّضِلُّوۡكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ﴿۱۱۳﴾

اور اے حبیب ﷺ! اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت آپ ﷺ پر نہ ہوتی (تو کچھ لوگوں) نے قصد / تہیہ کر لیا تھا آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیں، اصل حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خود اپنے ہی آپ کو گمراہ کرتے ہیں، اور یہ آپ ﷺ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اللہ نے آپ ﷺ پر کتاب و حکمت نازل کی ہے اور آپ ﷺ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر بڑا فضل ہے۔ (۱۱۳)

لَا خَيۡرَ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰٮهُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۢ بَيۡنَ النَّاسِ ؕ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ فَسَوۡفَ نُـؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۱۴﴾

اُن کی اکثر خُفیہ سرگوشیوں میں بھلائی کچھ بھی تو نہیں، حالانکہ بھلائی اس میں ہے کہ جو حکم دیں خیرات / صدقہ یا نیک کام کا یا لوگوں میں صُلح کرانے کا پھر ایسے اُمور اللہ تعالیٰ کی رضامندی / خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کرے تو ایسے شخص کو ہم اَجرِ عظیم عنقریب عطا کریں گے۔ (۱۱۴)

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَ يَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ﴿۱۱۵﴾

اور جو شخص عداوت / مخالفت کرے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی، جب کہ اس پر عیاں ہو چکی اس کے لئے راہِ ہدایت اور پھر چلے، ایمان والوں کی راہ سے الگ راہ پر اب اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں اور اسے داخل کر دیں گے، آتشِ دوزخ میں، اور یہ بہت ہی بُرا پلٹنے کی جگہ / مقام ہے۔ (۱۱۵)

الفاظ ومعانی آیت ۱۱۳ تا ۱۱۵

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اور اگر باری تعالیٰ کی عنایت بے پایاں اور رحمت آپ ﷺ پر نہ ہوتی تو اس میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو بہکانے کا قصد ہی کر لیا تھا۔ ﴿فَضۡلُ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم۔ ﴿رَحۡمَتُهٗ﴾ رحمت / کرم نوازی۔ ﴿لَهَمَّتۡ﴾ اس نے ارادہ / قصد کیا فعل ماضی مؤنث یہاں پر حق تعالیٰ کی اس خاص حفاظت اور نگہبانی کا تذکرہ مذکور ہے جس کا انتظام اور اہتمام انبیاء علیہم السلام کے لئے کیا گیا ہے جو انبیاء کرام پر اللہ کی عنایت بے پایاں کرمِ خاص اور اس کی رحمتِ خاصہ کا آئینہ دار ہے۔

﴿طَآئِفَةٌ﴾ سے مراد وہ جماعت / گروہ کے لوگ ہیں جو نبو اُبیرق کی حمایت کی خاطر، رسول اکرم کی خدمتِ اقدس میں صفائی پیش کر رہے تھے جنہیں یہ گمان ہو چلا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اس شخص کو چوری کے الزام سے رہائی دے دیں گے جو درحقیقت خود چور تھا۔ ﴿وَمَا يُضِلُّوۡنَ﴾ اور نہیں بہکا سکتے۔

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ

اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر اُتاری ہے کتاب اور حکمت اور وہ سب کچھ سکھا دیا جس کا آپ ﷺ کو علم نہ تھا اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو کتاب وحکمت سے سرفراز کیا گیا اور آپ ﷺ کو ان تمام اُمور کا علم دے دیا، جن کا آپ ﷺ کو پہلے سے علم نہ تھا، ذرا غور تو فرمایئے! کتاب کے ساتھ حکمت ردانائی کو شامل کر کے اس لطیف اشارہ کی وضاحت کردی گئی کہ حکمت جو نام ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور تعلیماتِ محمدی ﷺ یہ بھی ربّ کریم ہی کی نازل کی ہوئی ہے۔ اس لئے قرآن کے احکامات اور سُنتِ رسول اللہ ﷺ دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔

﴿عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ﴾ الخ اور سکھایا آپ ﷺ کو وہ کچھ جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے ﴿لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ﴾ تو نہیں جانتا تھا قواعد کے مطابق فعل ماضی استمراری منفی ہے، ابن جریرؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (گذرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہو چکا) ﴿مَا كَانَ﴾ جو کچھ ہونے والا ہے۔ ﴿ماھو کائن﴾ اُس کا علم پھر عطا کیا۔"

اللہ ﷻ نے حضرت محمد ﷺ کو جن علُوم سے سرفراز فرمایا اور اَسرار ورمُوز کے جن خزانوں سے آپ ﷺ کے سینۂ اطہر کو منور کیا اس کا ذکر قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے چنانچہ اگر آپ مطالعہ کریں۔ پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح تو آپ کو علم ہوگا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝

"کیا ہم نے آپ ﷺ کا سینہ نہیں کھول دیا"

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر خاص فضل واحسان فرمایا اور کتاب وحکمت دی اس کے علاوہ بہت سی باتوں کا آپ ﷺ کو علم دیا گیا جس سے آپ ﷺ بے خبر تھے۔

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ﴾ لوگوں کے باہمی مشورے اور تدبیریں جو چندروزہ حیات کے لئے وقتی مفاد اور نفع کے لئے ہوا کرتے ہیں اس میں بھلائی کا کوئی پہلو نہیں ایسے مشورہ کا کیا حاصل! جو آخرت کی فکر اور انجام سے بے نیاز کر دے۔ ﴿نَجْوٰىهُمْ﴾ مشورہ، قواعد کے مطابق اسم ہے نَجوٰی سے مراد وہ گفتگو جو مُنافقین باہم مسلمانوں کے خلاف یا ایک دوسرے کے خلاف کرتے تھے۔ علامہ قرطبی نجوٰی کا مفہوم بتاتے ہوئے بیان کرتے ہیں، یہ لفظ نجوت شئی، نجوہ سے اَخذ کیا گیا ہے، جس کے معنی کسی چیز کو منفرد کر لینا یا خالص کر لینا ہے اس لحاظ سے دو آدمی جو دوسروں سے جُدا ہو کر باتیں کرتے ہیں، نجوٰی اس کو کہا جاتا ہے، یہ مصدر ہے۔

اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ

﴿اِلَّا مَنْ اَمَرَ﴾ مگر جو شخص حکم صادر کرے۔ ﴿بِصَدَقَةٍ﴾ صدقہ رخیرات۔ ﴿اَوْ مَعْرُوْفٍ﴾ نیک کام، ہر وہ کام جو شریعت میں اچھا سمجھا جاتا ہے اور جس سے اہلِ شرع واقفیت رکھتا ہو، اس کا متضاد منکر ہے یعنی ہر وہ کام جو شریعت میں ناپسند ہو، ﴿اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ﴾ اور لوگوں کے درمیان صُلح کرا دی جائے مشورے باہمی طور پر

خیر پر مبنی ہونے چاہئے، اسی طرح عزیز و اقارب، دوستوں اور آپس میں ناراضگی رکھنے والوں کے درمیان صُلح کر دینا بڑا احسن عمل ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے کہ "وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صُلح کرنے کے لئے بھلی بات پھیلاتا یا اچھی طرح بات کرتا ہے۔" (بحوالہ بخاری، کتاب الصُلح، مسلم والترمذی شریف، کتاب البر، ابوداؤد، کتاب الادب)

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ﴾ الخ اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی، جب کہ کُھل چکی اس پر سیدھی راہ۔ ﴿ يُّشَاقِقِ ﴾ مُشَاقَقَةٌ شقق سے ہے وہ مخالفت کرتا ہے۔ قواعد کے مطابق مضارع۔ شَافَقَ فعل ماضی، ﴿ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ﴾ واضح ہوا اس پر۔ المشاقة، المعاداة مشاقت کے معنی عداوت اور مخالفت ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ ﴾ ہم پھیر دیں گے اس کو۔ ﴿ مَا ﴾ جدھر۔ ﴿ تَوَلّٰى ﴾ وہ چلتا ہے۔ ﴿ وَنُصْلِهٖ ﴾ ہم داخل کر دیں گے اس کو۔ "نُوَلِّيْ، تَوَلَّيْتَ" از ولی، ہم پھیر دیتے ہیں مضارع۔ ولی، یولی، تولی، اس نے منہ موڑا قواعد کے لحاظ سے فعل ماضی یتولی مضارع' نُصْلِيْ 'از اصلاء، ہم داخل کریں گے مضارع اصلی، یصلی ﴿ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ ﴾ کے مفہوم کی وضاحت علامہ بیضاویؒ یوں کرتے ہیں کہ جس کفر و ظلمت اور گُمراہی کی طرف وہ دانستہ طور پر کیا گیا ہے ہم اس میں حائل نہ ہوں گے اسے ادھر ہی پھیر دیں گے۔ ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ واضح طور پر ہدایت مل جانے کے بعد حضرت محمد ﷺ کی مخالفت اور مؤمنین کی راہ حق چھوڑ کر کسی اور راہ کی اتباع دینِ اسلام سے خارج ہونے کے مترادف ہے اس لئے کہا گیا ﴿ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ﴾ ہم ڈالیں گے اس کو آتشِ دوزخ میں، اُس مقام پر دو باتوں کا جُرمِ عظیم اور داخلِ جہنم کا سبب بیان ہوا ہے۔

پہلی بات مخالفت رسول اللہ ﷺ، بات تو سچی یہ ہے کہ مخالفتِ رسول ﷺ کُفر ہے اور ایک بڑا وبال ہے۔ دوسری بات یہ کہ جس کام پر تمام مؤمنین کا اتفاق باہم ہوا اُس کو ترک کر کے اُن کے خلاف کوئی اور راہ اختیار کرنا اس سے اس بات کا بخوبی علم ہوا کہ اجماعِ اُمت حجت ہے جس طرح قرآن اور سُنت کے بیان کردہ احکامات پر عمل کرنا واجب ہے بعینہٖ اُمت کا اتفاق جن اُمور پر ہو جائے اُس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گُناہ عظیم تصور کیا جائے گا۔

﴿ وَسَآءَتْ ﴾ اور بڑا ہے۔ ﴿ مَصِيْرًا ﴾ ٹھکانہ، مقام۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۱۳ تا ۱۱۵

آیت ۱۱۳ میں اظہارِ خطاب ہے حضرت محمد ﷺ سے اور اظہارِ بیان ہے اُن خائنوں کے مکروہ فریب کا، اُن مُنافقین میں ایک جماعت رگروہ یہ بھی سوچ رکھتا ہے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ کو بہکا دے اور اللہ کے دین سے ہٹا کر فروعی اختلافات، رسومات اور بدعات میں مُبتلا کر دے رسول اللہ ﷺ پر تو اللہ کی عنایتِ خاص اور رحمت بے پایاں ہے آپ ﷺ کی عظمت شان جاہ جلال اور آپ ﷺ کا کمال علمی تمام کمالات سے افضل اور اعلیٰ تر ہے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تمام کائنات کے علوم عطا کئے اور کتاب و حکمت و دانائی کے اَسرار اور حقائق سے آپ ﷺ مطلع تھے آپ ﷺ کو ایسے علوم بخش دیئے جن سے آپ ﷺ آگاہ نہ تھے کلام اللہ ایک عظیم راہ حق ہے۔ حدیث بھی اس کے نشیب و فراز کی نشاندہی کرتی ہے اور سلوک کا علم، اس کا نور ہے اور یہ مشعل راہ، نورِ ہدایت اور عرفان علم نے قوتِ مشاہدہ کی وہ تمام تر حقیقتوں کو نظر کے سامنے کھول کر رکھ دیا، نورِ علم کی شمع روشن ہوئی

تو یہ مُنافقین آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسے عُلوم منکشف ہوئے اور عطا ہوئے جو بغیر رضائے باری تعالیٰ کے کسی بھی دنیاوی طریقے سے حاصل نہیں کئے جاسکتے آپ ﷺ کے علوم کے مُشاہدات واقعۂ معراج میں ملتے ہیں یہ صرف آپ ﷺ کی شانِ کمال کی عظمت ہے کہ ایسے علوم ملے جو بجز عطائے ربِّ جلیل ممکن نہ تھے اور یہی نعمت برکاتِ نبوت کی امین بھی ہے اور ترجمان بھی اور آپ ﷺ کو وہی باتیں سکھائیں آیت ۸۶ سورۃ القصص پارہ ۲۰ اَمَّنْ خَلَقَ میں ارشادِ ربی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ الخ

''آپ ﷺ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ ﷺ کی طرف کتاب اتاری جائے گی مگر یہ آپ ﷺ کے ربّ کی رحمت ہی رحمت ہے۔''

آیت ۱۱۴ میں اظہار بیان ہے کہ مُنافقین کے حیلہ اور سرگوشیاں مسلمانوں کو بدگمان کر کے اور مسلمانوں کے لئے بُرا سوچنے کے لئے ہوتی ہیں اور آپ ﷺ کو ایذا رسانی کے لئے ہوتی ہیں اُن کی اکثر و بیشتر مشاورت تک بھلائی سے خالی ہے مشاورت کا تقاضا تو ہے کہ ایثار کا درس دیا جائے، بھلائی کو اپنایا جائے، دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین کی جائے جو لوگ باہمی چُھپ چُھپ کے مشورے کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ کوئی نیک کام کی باتیں کرتے ہیں بلکہ اِس میں کسی بھی قسم کی بھلائی نہیں اس میں اُن کا بھی سراسر نقصان ہوگا اور وہ باہم بدگُمانی کے شکار ہورہے ہیں، البتہ ایسے مشورے صائب اور مفید ہیں جو کسی کی ضرورت اور حاجت روائی کے لئے کئے جائیں، کسی کو نیکی کی طرف مائل کرنے کی دعوت دی جائے صدقات خیرات دینے کے لئے مائل کیا جائے اور آپس میں دو گروہ میں صُلح کرادی جائے اور اگر یہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہے تو ایسے عمل کا اجر ''اجرِ عظیم'' ہے۔

آیت ۱۱۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے سابقہ چور طعمہ بن اُبیرق کے خلاف فیصلہ سنا دیا تو یہ مُنافق مدینہ کو خیر باد کہہ کر، رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے پاس مکہ چلا گیا اور صرف رسولِ اکرم ﷺ کی عداوت اور مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا ایسے لوگوں کو اذنِ عام ہے کہ دنیا میں جس نے جو راہ پسند اختیار کی تو اس کو اسی طرزِ عمل کی راہ میں چلنے کی توفیق ہوگی اور جب وہ گیتی کائنات سے رخصت ہو کر راہی ملکِ عدم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے گا تو اس کو دردناک عذابِ جہنم کی سزا، اس کا مقدّر ہوگی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جہنم بہت تکلیف دہ جگہ ہے اس آیت کے مطالعہ سے اس بات کا علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اجماعِ اُمّت سے اختلاف رائے سے انسان توفیق باری تعالیٰ سے محروم ہو جاتا ہے اور شیطان کا وسوسہ اور شر غالب آجاتا ہے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور ایمان کی روشنی کے سوا، دوسرا رستہ اختیار کرلیا اُس کو جہنّم میں جھونک دیا جائے گا جس شخص نے حضور ﷺ کی مخالفت میں شرک، کُفر، اور اِرتداد اختیار کیا آپ ﷺ پر ایمان نہیں لایا آپ ﷺ کی فرمانبرداری نہیں کی اور اسلامی نظامِ زندگی اور نظامِ مصطفےٰ ﷺ پر رضامند نہ ہوا تو اب حُجت تمام ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے حق میں گمراہی لکھ دیتے ہیں اور کُفر کرنے والا ہامشرکین کا ہمنوا بن جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ﴿۱۱۶﴾	بے شک اللہ تعالیٰ اُسے نہیں بخشے گا قطعاً جو کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے ، اوراس کے سوا جسے بھی چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو وہ گمراہ ہوا ، وہ بہت دور کی گمراہی میں جاپڑا۔ (۱۱۶)
اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ﴿۱۱۷﴾	یہ مُشرک جو اللہ کے سوا پوجتے ر پرستش کرتے ہیں تو کچھ عورتوں ہی کی ، اور درحقیقت یہ صرف سرکش شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ (۱۱۷)
لَّعَنَہُ اللّٰہُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِکَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾	اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اُس (شیطان) پراور اُس نے کہا تھا میں البتہ ، تیرے بندے سے ضرور اپنا مقرر حصّہ لوں گا۔ (۱۱۸)
وَّلَاُضِلَّنَّھُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ ؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۹﴾	اورانہیں راہ سے بہکاؤں گا ، میں انہیں باطل رکفراور جھوٹ کی اُمیدوں میں مُبتلا رکھوں گا کہ میرا حکم بھی ماننے لگیں اور وہ ضرور چیر دیں گے جانور ر چوپائے کے کان اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کردہ ر بنائی ہوئی صورتیں بدل کر بگاڑ دیں ر بدل دیں اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر ، شیطان کو اپنا رفیق بنایا وہ صریحاً گھاٹے خسارے میں رہا۔ (۱۱۹)
یَعِدُھُمْ وَیُمَنِّیْھِمْ ؕ وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾	شیطان اُن سے جُھوٹا وعدہ کرتا ہے اور پُر فریب اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان کے سب وعدے دغا ، اور فریب کاری کے سوا ، کچھ بھی تو نہیں۔ (۱۲۰)

الفاظ ومعانی آیت ۱۱۶ تا ۱۲۰

﴿ لَا یَغْفِرُ اَنْ ﴾ نہیں بخشے گا یہ کہ۔ ﴿ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ ﴾ جو سوا ، اس کے ہے۔ ﴿ ضَلَّ ﴾ گمراہ ہوا۔

(وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا) الخ اس آیت مبارکہ کے مخاطب دراصل مُشرکینِ مکّہ تھے ، جن کے پاس اس سے قبل نہ کوئی کتاب تھی اور نہ پیغمبر ، البتہ توحید کے عقلی دلائل بڑے واضح تھے اپنے ہاتھوں سے پتھر کے صنم تراشنا اوران پتھروں کو اپنا معبود سمجھ لینا معمولی سے معمولی عقل رکھنے والے کے لئے لغو ، جھوٹ اور گمراہ کن تھا اس لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں کرے گا جو کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے اوراس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ دُور کی گمراہی میں جاپڑا جس آدمی کی موتِ حالتِ شرک میں ہوئی ، اس کی بخشش نہیں البتہ جو شرک سے توبہ کرے تو اس کی توبہ وایمان مُعتبر ور ہے۔ شرک کو ظلمِ عظیم کہا گیا ہے۔ ظلم کی ایک نوعیت تو یہ ہے کہ جس کو باری تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشیں گے یہ پہلی نوعیت شرک کی ہے

ظلم کی دوسری نوعیت وہ ہے جس کی مغفرت ہوسکے گی اس نوعیت کا ظلم، حقوق اللہ میں غفلت اور کوتاہی ہے۔ ظلم کی تیسری نوعیت یہ ہے کہ باری تعالیٰ جس کا بدلہ لئے بغیر نہ چھوڑیں گے اس نوعیت کا ظلم ''حقوق العباد'' کی صریحاً خلاف ورزی کے دائرے میں آتا ہے۔ (بحوالہ مسند بزار، ابن کثیر)

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی مخلوق کو لائق عبادت محبت و تعظیم و تکریم میں اللہ کے برابر سمجھنا، گویا باری تعالیٰ کی مخصوص صفات خالق، قادر مطلق، عالم الغیب والشہادہ میں کسی مخلوق کو اللہ کے مساوی جاننا شرک ہے۔ شرک ایسا جرم ہے جس سے کبھی کوئی معافی نہیں ہے اور اس کی سزا آتشِ جہنم ہے۔ ﴿ اِنْ یَّدْعُوْنَ ﴾ نہیں پکارتے۔

﴿ اِنٰثًا ﴾ 'انـــاث' اس کا واحد انثی، عورتیں، دیوی قواعد کے مطابق اِسم ہے اناث، عورتوں سے مراد وہ بُت ردیوی ہے جن کے نام مؤنث تھے مثلاً لات، مناۃ، عزّیٰ، نائلہ، شمائلہ۔ مُشرکین کی بے وقوفی اور شقا کی کا تذکرہ ہے کہ وہ اگر اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں تو کس کو؟ اُن کے پتھر سے بنائے ہوئے صنم کو، اُن کے اِن معبودوں کو اناث عورتیں کہا گیا ہے کیونکہ وہ بے جان مورتیاں تھیں اس لئے انہیں اناث کا نام دیا گیا ہے۔ (بحوالہ بیضاویؒ)

عرب کے ہر قبیلے کا بُت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اُس کو اِس قبیلہ کی انثیٰ مانتے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ مُشرکین عرب اپنے باطل مَعبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مُشرکین بتوں کو عورتوں کی طرح زیور پہنا کر سجاتے تھے۔ (بحوالہ کنز الایمان احمد رضا خاں بریلویؒ)

﴿ شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ﴾ شیطان سَرکش، مردود رسَرکش باغی قواعد کے مطابق اسم ہے۔ نافرمان اور سَرکش کو مرید کہتے ہیں۔
﴿ لَاَتَّخِذَنَّ ﴾ البتہ بنالیا کروں گا۔ ﴿ نَصِیْبًا ﴾ حصہ۔ ﴿ مَّفْرُوْضًا ﴾ مقرّر

﴿ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴾ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مُقرّرہ حصّہ لے لوں گا، جب سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے جُرم میں شیطان راندہ رحمت باری تعالیٰ ہو گیا، تو اُس نے اُس وقت دل میں ٹھان لی کہ ابن آدم کو گُمراہ کروں گا اور واضح طور پر اس کا اظہار بھی کر دیا کہ اس آیت مُبارکہ میں یہ بیان شیطان کا ہے کہ اس نے کہا کہ میری کوشش ہو گی کہ ابنِ آدم پر جن پر میرا داؤ چل گیا اور وہ میرے بہکاوے میں آ گئے تو ان کے اوقات میں اُن کی کاوشوں میں ان کے مال ومتاع اور اولاد میں اپنا حصہ لگاؤں گا اور ان کو طلب دنیا کی آرزو اور خواہشات میں الجھائے رکھوں گا۔

﴿ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ ﴾ اور ضرور گُمراہ کروں گا اور امیدیں دلایا کروں گا امـــنۃ باطل رجھوٹی اُمیدوں کو کہا جاتا ہے شیطان کا کام تو یہ ہے کہ متاع ایمان کو چھیننے کے لئے حضرت انساں کو طرح طرح کی اُمیدیں دلاتا ہے جس کے سبب خواہشات تمناؤں کا عکس جمیل نگاہوں کو خیرہ کرنے لگتا ہے یہی اُمید موہوم جو شیطان کے وسوسے اور دخل اَندازی کے سبب پروان چڑھتی ہے انسانوں کی گُمراہی کا مُوجب بنتی ہے۔

﴿ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ ﴾ اور ضرور سکھاتا رہوں گا انہیں۔ ﴿ فَلَیُبَتِّكُنَّ ﴾ ف: پس کہ ضرور ﴿ یُبَتِّكُنَّ ﴾ قواعد کے مطابق یہ

فعل مضارع جمع مذکر غائب، چیریں گے خوب کاٹا کریں گے۔

﴿ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ﴾ اٰذان واحد اُذنٌ: کان قواعد کے مطابق اسم ہے۔ اَنعَــام: چوپائے: جانور۔ جانور یہ بحیرہ اور سائبہ جانوروں کی صورتیں ہیں۔ کفارِ عرب کا دستور تھا کہ اس اُونٹنی کو جو پانچ بچے جنتی اور اگر پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس کے کان چھید کر بت کے نام پر وقف کرتے اور اس سے کسی قسم کا کوئی کام نہ لیتے۔ شیطان نے اُن کے دل میں ڈال دیا تھا کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔

﴿ یُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ ﴾ اللہ کی تخلیق کو بدلنا، کسی چوپائے کے کان کاٹ دینا، کسی مرد کو خصّی کر دینا، عورتوں کا بال کاٹ کر اپنی شکل رنسوائیت کو بگاڑ کر مردوں کی شکل اختیار کرنا۔ مثال کے طور پر اللہ نے سورج، چاند، پتھر اور آگ وغیرہ مختلف مقاصد کے لئے تخلیق کیا ہے لیکن مُشرکین نے اس مقصد کو بدل کر ان کو اپنا معبود بنالیا۔ تغیّر کا معنیٰ تغیّر فطرت ہے۔ یا حرمت وحلت کو بدل دینا ہے۔ اِسی تغیر کی ایک مثال دورِ جدید میں نس بندی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے حمل آلات جراحی کے استعمال سے انہیں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتے ہیں۔ آرائش گیسو کی سجاوٹ کے نام پر چشم ابرو کے بال کٹا کر، اپنی صورتوں کو مسخ کر لیتے ہیں جسم کو گود کر سیند ور وغیرہ جسم میں پیوست کر کے نقش ونگار بنانا، زلفوں میں جٹیں بنانا بھی اسی میں شامل ہے۔ یہ سب شیطانی کام ہیں جس سے بچنا ضروری ہے۔ اس کے معانی اور مفہوم کو یوں سمجھئے کہ تغیّر خلق سے دینِ اسلام جو دینِ فطرت ہے اس میں ردّوبدل کر کے اس کا حُلیہ بگاڑ دینا کا عمل تغیّر خلق ہے۔ ﴿ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ﴾ وہ صریحاً نقصان در نقصان میں پڑ گیا۔

تشریح وتوضیحات، آیات ۱۱۶ تا ۱۲۰

آیت نمبر ۱۱۶ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ایک بہت بڑا گروہ اور جماعت اُن جُہلا اور نادانوں کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو شرک جیسی مصیبت میں مُبتلا کر رکھا ہے اور وہ خوبی وصف جو صرف حق تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو سزاوار ہے دوسروں کو ان میں حصّہ دار بنالیا ہے۔ پھر وہ فرمانبرداری جو صرف خدائے لم یزل کا حصّہ ہے اُس میں دوسروں کو شریک کر لیتے ہیں۔ شرک ناقابل معافی گُناہ ہے شرک کے علاوہ جس کے گُناہ کو چاہئے گا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا مگر شرک کو قطعی نہیں بخشے گا۔ شرک کرنے والے کے لئے عذاب مقرر ہو چکا۔ شرک صرف یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی اطاعت، پرستش کرے بلکہ اللہ کے حکم کے علاوہ کسی اور کے حکم کو تسلیم کرنا یہ بھی شرک ہے۔ البتہ شرک کے علاوہ گُناہ جس کے چاہے اللہ معاف کر دیتا ہے۔ اس آیتِ مُبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے۔ ایک بوڑھے اعرابی نے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف پایا تو عرض کرنے کی جسارت کی "میں ضعیف ہوں، گُناہوں میں ملوث ہوں مگر جب سے میں نے اللہ کو پہچانا کسی کو اُس کا شریک نہیں کیا، گُناہ تو مجھ سے سَرزد ہوئے ہیں اب احساس ندامت سے پشیمان ہو کر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ میرا حال کیسا دیکھتے ہیں۔" ربِّ جلیل نے یہ آیت نازل کر کے وعدہ کر لیا کہ شرک کے سوا سب گُناہ بخش دیئے جانے کی اُمید ہے۔ پس جو شرک کرے اللہ کے ساتھ وہ گُمراہ ہو گیا اور دُور کی گُمراہی یعنی نہایت گُمراہی میں پڑ گیا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول، مطبع ۱۸۸۷ء)

جس شخص نے دوسرا معبود بنا کر شیطان کا کہا مانا، بھلا وہ اللہ کی عنایت، رحمت اور مَغفرت کا کیونکر حقدار ہو سکتا ہے مسلمان خواہ کیسی ہی مُصیبت میں مُبتلا ہو یہ صرف اس کے اعمال کی خرابی کا نُقص ہے اس کا عقیدہ رَاسخ ہے اور وہ دعوتِ توحید کا قائل

ہے تو اس کی مغفرت ضرور ہوگی، خواہ جلدی ہو یا تاخیر سے رَبّ جب چاہئے گا بخش دے گا۔

آیت نمبر ۱۱۷ میں اظہار بیان ہے کہ ذرا اُن مُشرکین کی جہالت تو دیکھو! اُن کی عقل سلیم کو کیا ہو گیا ہے، کیا اُن کی عقل پر پتھر پڑے ہیں کہ عورتوں کے نام پر بُت بھی تراش رکھے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صَنم آج بُت خانوں میں بھگوان بنے بیٹھے ہیں۔ ان بُتوں کو پوجتے بھی ہیں اور پکارتے بھی ہیں۔ تصوّرات وخیالات کی مَن گھڑت کہانیاں بنا کر پتھروں اور تصویروں میں اُتار کر انہیں اپنی حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔ تفسیر منیر میں لکھا ہے کہ "بُتوں کو عورتوں کی صورت پر بناتے تھے۔ بُتوں اور دیگر لوگوں کی پرستش ہی دَرحقیقت شیطان کی عبادت ہے۔ کیونکہ شیطان کا یہی شیوہ ہے کہ وہ انسان کو راہِ حق سے ہٹا کر دوسروں کے در پر جھکانے کی ترغیب دیتا ہے"۔

آیت نمبر ۱۱۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ شیطان جو اللہ کا نافرمان ہو کر مرؔدود ہوا، جس پر لعنت کی گئی اللہ کی، اِبلیس نے بَرملا کہا تھا کہ اے اللہ! جس بندے کے آگے سر بہ سجود ہونے کی مجھے سزا ملی ہے میں اس بندے سے اپنی عظمت کو تسلیم کرالوں گا۔ گویا جب ابلیس سجدہ نہ کرنے پر مَلعون قرار پایا اُس نے کہا میں تیرے بندوں اور ابنِ آدم میں اپنے لئے جزوِ کثیر یعنی بڑا حصّہ لے لوں گا اور ان کو ضَلالت وگُمراہی میں ڈال کر اپنے ہمراہ جہنّم میں لے جاؤں گا۔

آیت نمبر ۱۱۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ابلیس کا کہنا ہے کہ میں ابنِ آدم کو گیتی کائنات کی حسین دلکش، آرزوؤں اور تمناؤں میں اُلجھائے رکھوں گا اور اللہ کی تخلیق کی ہوئی فطرت پر جو مخلوق ہے اُن کی صورت اور ہیئت میں تغیّر وتبدّل کر کے، اللہ کے بنائے ہوئے فطری قانون اور قاعدوں اور کُلّیہ کے خلاف کردوں گا اور اُن کو توہمات سے ہمکنار کر کے انہیں غیر یقینی، فرسُودہ باطل اور جھوٹی امید اور آس سے وابستہ رکھوں گا تا کہ وہ راہِ نجات نہ پا سکیں اور سعی وعمل سے قطعی طور پر محروم رہ سکیں۔ یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ انسان جو امور اپنی فطرت کے مطابق نہیں کرتا وہ تو درحقیقت شیطانی تحریکات اور عملِ فسق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ فعلِ بد، لواطت (عملِ قومِ لُوط)، ضبطِ تولید، عورتوں کو بانجھ کرنا، مردوں کی نس بندی کرنا، بُتوں کی پرستش کرنا، بُتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیر کر اُن کو چھوڑ دینا، اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو مسخ کرنا، عورتوں کا بال کٹانا اور چشم ابرو کر کے بھنویں کٹا دینا، مرد حضرات کا داڑھی منڈوانا یا بالوں کا نمونہ عورتوں جیسا بنا لینا، زنانہ لباس زیب تن کرنا یہ سب علامتیں فسق کی ہیں۔ مسلمانوں کو اُن کاموں سے بچنا ضرور چاہئے۔ بات اتنی سمجھنے کی ہے کہ جو اللہ کو چھوڑ کر اِبلیس کو اپنا رفیق اور مونس بنائے وہ صریحاً خسارے میں پڑا۔

آیت نمبر ۱۲۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ شیطان انسان کو اپنی ان باتوں کی طرف بلاتا ہے جس سے باری تعالیٰ نے روکا ہے، وعدہ کرتا ہے اور وہ بھی باطل، اس کے سارے وعدے سوائے فریب کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ شیطان کا کام تو صرف وعدہ کرنا ہے اور اُمیدوں کی راہ دکھانا ہے ایسی امیدیں جو کبھی بر آنے کی نہیں۔ اس آیتِ مُبارکہ سے ہمیں دَرس مل رہا ہے کہ نیکی کی جو صلاحیتیں ہم میں مخفی ہیں انہیں جھنجھوڑا جائے بیدار کیا جائے اور غفلت کا پردہ چاک کر کے احساس کیا جائے کہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے۔ وہ ہمیں نُور سے نکال کر تاریکی کی طرف لے جا رہا ہے۔ اس سے خیر اور عملِ خیر کو اپنا کر راہِ نجات حاصل کی جائے۔

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے جہاں سے بچ نکلنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔ (۱۲۱)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿١٢٢﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں داخل کریں گے ایسی بہشت میں جن کے نیچے نہریں رندیاں بہتی ررواں ہوں گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوگی!۔ (۱۲۲)

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۗ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٢٣﴾

نجات نہ تو منحصر ہے رموقوف ہے تمہاری خیالی تمناؤں اور آرزوؤں پر اور نہ اہلِ کتاب کی جھوٹی اُمید پر، پس جو کوئی بُرا عمل کرے گا اس کی سزا پائے گا، اور اللہ کے سوا، نہ کوئی اپنا حمایتی رمددگار پائے گا ر اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست رولی نہ پائے گا۔ (۱۲۳)

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿١٢٤﴾

اور جس نے اچھے رنیک عمل کئے ہوں گے، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ مؤمن ہو، ایمان والا ہو تو وہ جنّت میں داخل کئے جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر رتل بھر ظلم نہ کئے جائیں گے ران کی ذرّہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔ (۱۲۴)

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿١٢٥﴾

اور کوئی افضل ہے اور اس سے بہتر کس کا دین ہے جو اللہ کے حکم پر سر بہ سجود ہو گیا رجس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جُھکا دیا ہو اور نیکی میں لگ گیا ہو راحسان کرنے والا ہو اور یکسوئی کے ساتھ، ملّتِ ابراہیم کی پیروی کر رہا ہو جو ہر باطل سے جُدا تھا، ایک اللہ کی طرف ہو گیا تھا اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔ (۱۲۵)

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا ﴿١٢٦﴾

اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب اللہ کے لئے ہے اور سب کچھ رتمام چیزوں کو اللہ نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (۱۲۶)

الفاظ ومعانی آیت ۱۲۱ تا ۱۲۶

﴿ مَأْوَاهُمْ ﴾ مَــأْوٰی، ٹھکانہ، هُــمْ، اُن کا۔ ﴿ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴾ الخ اور وہ نہ پائیں گے خلاصی کی کوئی اور جگہ، مَحِیص، حیص، بھاگنے کی جگہ، چھٹکارا پانے کا مقام، مصدر ہے، قواعد کے مطابق اسم ظرف ہے۔ ﴿ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ﴾ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ شیطان کے سارے وعدے تو جھوٹ ہوتے ہیں اور فریب پر مبنی ہیں لیکن حق تعالیٰ سبحانہٗ نے جو وعدہ کیا ہے وہ یقینی اُسے پورا فرمائے گا۔

﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ لَيْسَ نہیں ہے! بِـاَمَانِيِّ آرزوئیں کُم تمہاری۔ اور جو کچھ وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ثواب دینے کا وہ پایا نہ جائے گا تمہاری آرزوں سے اور نہ تمناؤں سے اہلِ کتاب کی۔ یہاں پر مسلمانوں اور کتاب کے مابین ایک مکالمہ اور بات چیت کا تذکرہ ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ایک دفعہ کچھ مسلمانوں اور اہل کتاب کے مابین گفت وشنید ہونے لگی اہلِ کتاب کا کہنا تھا کہ ہم مسلمانوں سے افضل ہیں اس لئے کہ ہمارے نبی علیہ السلام تمہارے نبی ﷺ سے پہلے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے قبل کی ہے مسلمانوں نے عندیہ دیا کہ ہم سب سے اشرف اور افضل ہیں ہمارے نبی خاتم الانبیاء ﷺ اور ہماری کتاب قرآنِ حمید آخری کتاب ہے اس کے آنے کے بعد تمام کُتبِ سماوی کو منسوخ کردیا گیا، اس پر اس آیتِ مُبارکہ کا نُزول ہوا۔ یہ تفاخر، فخر و انبساط اور تعلق ربط کسی لئے زیبا نہیں، اور محض خیالات اور تخیلات اور آرزوؤں کے دعویٰ کرنے سے کوئی کسی پر افضلیت نہیں رکھتا بلکہ عمل کا انحصار، اعمال پر ہے۔

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ گویا جو بُرائی کا مُرتکب ہوگا اس کی سزا دی جائے گی۔ جب اس آیت مبارکہ کا نُزول ہوا تو صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم کو رَنج وملال ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! یہ آیت نازل ہونے کے بعد چھٹکارا کیونکر ہوگا۔ اس واسطے کہ بُرے کام سے کوئی خالی نہیں۔ پس اس کی جگہ کا متحمل ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم بیمار ہوتے ہو، غمناک ہوتے ہو، اور تم لوگوں پر بلا آتی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ (ﷺ) یہ سب کچھ تو ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے ابوبکرؓ! تمام مسلمانوں کو باری تعالیٰ گُناہ کی سزا دنیا میں دے دیں گے۔ جب اللہ کے پاس آئے گا تو گُناہ سے پاک ہوگا۔ دوسروں کے واسطے اُن کی جزا جمع کرتے ہیں اور قیامت کو انہیں جزا دیں گے۔" (تفسیر قادری مطبوعہ ۱۸۸۷ء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ اور آپ کے مؤمن بھائی فکر نہ کریں۔ کیونکہ دنیا کے مصائب اور تکالیف کے ذریعہ آپ لوگوں کے گُناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔ بحوالہ جامع ترمذی شریف اور تفسیر ابنِ جریر۔

﴿وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ اُن کی ذرّہ بھر حق تلفی نہ کی جائے گی۔ انہیں رَتّی بھر بھی نقصان نہ دیا جائے گا۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ﴾ "اور اس شخص سے بہتر، اچھا کسی اور کا طریق نہیں ہوسکتا۔" یہاں دو اُمور کا بیان ہے

اوّل:...... ﴿اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ﴾ گویا جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا، فریب کاری، ریاکاری اور دنیاوی منفعت کے لئے نہیں بلکہ عزم اخلاص کے ساتھ ربِّ جلیل کے ساتھ رضامندی حاصل کرنے کی خاطر عمل سرانجام دے۔

دوئم:...... یہ کہ ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ گویا عمل پیرا بھی صحیح سمت، طریق پر کرے۔ درست طریق پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے اس کا عمل محض خودساختہ طرز پر نہ کیا جائے بلکہ عمل کی اساس شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ (بحوالہ تفسیر ابنِ کثیر)

یہ بات یاد رہے کہ حُسنِ عمل صرف حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اور اتباعِ سنت پر موقوف ہے۔ اِس میں کمی کا پہلو بھی جُرم

ہے اور اس حد سے بڑھنا بھی جُرم ہے۔

﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ اور بنایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست 'خلیل' گہرا دوست۔ خُلَّۃٌ سے صفت مُشبہ قواعد کے مطابق واحد مذکر۔ یہ وہ محبت ہے جو قلب کے اندر گھس جاتی ہے یا خلل سے۔ کیونکہ ہر خلیل اپنے خلیل کی پریشانی اور خلل کو دور کرتا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

لفظ خلیل کی تحقیق کرتے ہوئے تفسیر المنار میں لکھا ہے کہ خلیل کا لفظ اس حبیب اور مُحبّ کے لئے مُستعمل ہے جس کے دل میں اپنے محبوب کی اُلفت کا چلن ایسا بس جائے کہ کسی غیر کی محبت کی گنجائش باقی نہ رہے۔ 'خُـلَّـۃٌ' اس محبت اور ''معیارِ محبت'' کو کہا جاتا ہے جو نفس میں سما جائے۔ یا یوں کہئے اے محبوب! جہاں جہاں میری رُوح ہے تیرا عشق وہاں رَچ گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یقینی طور پر اللہ کے محبّ بھی تھے اور محبوب بھی۔ (بحوالہ فتح القدیر)

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا'' (بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب المساجد)

''محبت کا جو مقام محبوبِ حقِ تعالیٰ ﷺ کو عطا فرمایا گیا وہ اتنا بُلند عظیم ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کا طاہر آرزو بھی وہاں پر پَر نہیں مار سکتا''۔ (ماخوذ از المعانی، بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۲۱ تا ۱۲۶

آیت ۱۲۱ میں اظہار بیان یہ ہے کہ ابلیس کی خباثت، شرارت، شرّ اور اس کی عُداوت کی کیفیت عیاں ہوگئی تو بھلا اس میں اب شک وشُبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی کہ اپنے سچے محبوب برحق سے انحراف کرتے ہوئے جو شیطان کی موافقت کرلے گا سخت خسارے میں پڑے گا۔ اس سے جو ایسی دل ہلا دینے والی تنبیہ کے بعد بھی شیطان کے مکروفریب سے نجات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے جبکہ پتہ چل گیا کہ ابلیس کے وعدے اور اُمیدیں محض دھوکہ کے سوا کچھ نہیں! تو اس کا نتیجہ آخرکار اور انجامِ کار ہوگا کہ ان کا ٹھکانہ آتشِ جہنم ہے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں اور جہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔

آیت ۱۲۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جن کو ایمان کی دولت نصیب ہوگئی اور اُن کے لئے بھی اس کی شہادت دیں گے اور جو لوگ شیطان کے وسوسے سے اور اس کی دعوتِ شر سے محفوظ رہے اور احکاماتِ باری تعالیٰ کے مطابق ایمان لائے عملِ صالح بجالائے، وہ ہمیشہ ہمیشہ بَہشت کی لیل ونہار میں رہیں گے۔ سندِ ایمان کی دلیل یہ ہوگی کہ ان کا ہر نیک عمل نبی اکرم ﷺ کی شریعت اور طریقت کے مطابق ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت ایمان بالیقین کی دلیل بھی ہے، بَہشت میں داخل ہونے والا کوئی فرد ایسا نہیں ہوگا جسے یہ خوف لاحق ہو کہ وہاں سے نکال دیا جائے گا یہ ربِّ جلیل کا سچا وعدہ ہے شیطان کے سارے وعدے باطل تھے اور ہیں، بھلا حق تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے! ایسے سچے وعدے کو رَد کرکے اِبلیس کی باتوں میں آجانا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے! لیکن حضرت انسان کی صفت بھی عجیب ہے یہ سچوں کی بات کم تسلیم کرنے کا عادی ہے خرافات میں مُبتلا ہوجاتا ہے یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ شیطانی اُمور کا چلن عام ہے اور حق کی باتوں کا ادراک ہر دور

میں کم ہی رہا ہے اور کم ہی ہے چنانچہ اس بات کی تصدیق آیت ۱۳ سورۂ سبا پارہ و من یقنت (۲۲) سے ہو رہی ہے۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ

''تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے شکرادا کرنے والے''

آیت ۱۲۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی جانب سے جس ثوابِ عظیم کا اور خُلد برین کا وعدہ کیا گیا اس کا مُستحق آدمی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ سچا مؤمن نہ ہو، اور اس کے اعمال کا میزان بھی عملِ صالحہ سے پُر ہوں، مسلمانوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا تذکرہ اس بات کی وضاحت ہے کہ صرف توقعات اور اُمیدوں کی آس رکھنے سے اور کسی مذہب سے اپنا تعلقِ خاطر کر لینا ہی نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اہلِ کتاب تو یہ تصور کئے ہوئے ہیں کہ چونکہ وہ اہل کتاب ہیں اس لئے وہ بخشے جائیں گے نہیں ایسا تو نہیں! جو بھی اپنے دامن میں بُرائی سمیٹے گا اس کی سزا پائے گا، اس سزا سے بچانے والا اور حمایت و مدد کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور نہیں! خلاصۂ کلام یہ کہ یہ آیت کریمہ نے مسلمانوں کو بطور ہدایت تنبیہ کر رہی ہے کہ محض دعویٰ کافی نہیں ہے اور صرف تمناؤں کی دنیا میں آپ گُم کی طرح گم نہ ہو جائیں بلکہ عمل کی فکر کریں کیونکہ کامیابی اور کامرانی کا انحصار صرف یہی نہیں کہ تم پر کتاب اتری ہے اور تمہارا تعلق ربط اور نسبت کسی نبی سے ہے بلکہ اصل فلاح تو اس میں مُضمر ہے کہ اس پر صحیح ایمان رکامل ایمان ہو اور اس کے مطابق اعمالِ صالحہ پر کاربند رہے۔

آیت ۱۲۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ نیکی کی اساس اور عملِ صالحہ کے مقبول ہونے کے لئے ایمان کا ہونا شرطِ اوّل ہے اگر قلبِ حزیں ایمان کی روشنی سے محروم ہے تو دنیا جہاں کی ساری اچھائیاں ربھلائیاں اور نیکیاں بے ثمر ہیں یوں سمجھئے کہ ایمان کے بغیر ہر عمل اپنے دامن میں کوئی پست جذبہ سمیٹے ہوئے ہے یہ بات اچھی طرح جان جایئے کہ صرف ایمان ہی وہ محرک قوت ہے جو ہر عمل کا رُخ صرف اللہ جل شانہٗ کی طرف کر دیتا ہے اسی نسبت کا فیض اور برکت ہے کہ انسان کا ہر عمل ''عملِ صالحہ'' کہلاتا ہے۔ بات ہو رہی ہے نیکی کی تو پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے پر مرد اور عورت دونوں برابر کے شریک ہیں جو عورت اور مرد صاحبِ ایمان ہوں اور نیک عمل کریں تو ضرور جنت میں جائیں گے، اور کسی پر رَتی رذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

آیت ۱۲۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ بھلا اُس شخص سے اَفضل اور اَحسن طریقِ عمل کس کا ہو سکتا ہے۔ جس نے باری تعالیٰ کی رضا پانے کے لئے وحدہٗ لاشریک کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اپنا طرزِ عمل نیکی کر کے اپنائے رکھا اور یکسوی اور طمانیتِ قلب کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے طریق کی اتباع کی، اس آیتِ مُبارکہ میں کامیابی اور کامرانی کا ایک اور معیار بتایا جا رہا ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سُپرد کر دے اور مُحسن کی فہرست میں شامل ہو جائے جو سب کچھ چھوڑ کر اللہ جل شانہٗ کا ہو گیا اس کو حق تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا، اس آیت مبارکہ میں لطیف اشارہ ہے کہ اخلاص اور حُسنِ عمل، اخلاص کی ضرورت یوں ہے کہ اخلاص نہ ہو تو عمل بے سود، اور حُسنِ عمل نام ہے شریعت کی اتباع کا! شریعتِ مطہرہ پر اکثر لوگ توجہ اور دھیان نہیں دیتے اِس کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ نیک عمل کو جس طرح چاہو کر لو نہیں نہیں یہ بات درست نہیں ہے، قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں اور سنّت کی پیروی نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ''حُسنِ عمل''

صرف محمد ﷺ کی تعلیمات اور سنّت کی پیروی کا نام ہے اس میں کمی کرنا اپنی جانب سے بھی حرام ہے اور اس سے بڑھ کر تجاوز کر جانا بھی جُرم ہے یہی وجہ ہے کہ بدعات کو نبی اکرم ﷺ نے گمراہی قرار دیا ہے اور حتی المقدور اس سے اجتناب کرنے کی تلقین کی، اسی حسنِ عمل اور اتباعِ سنّت محمد ﷺ کو ایک دوسری آیتِ مُبارکہ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا

گویا کاوش اور سَعی عمل ان لوگوں کی قبول اور مبرور ہے جنھوں نے نیّتِ خالص آخرت کی رکھی ہو اور جو عمل میں جدوجہد کر رہے ہیں، سعیٔ پیہم مناسب وہی ہے جو رسول اکرم ﷺ نے اپنے فرمان اور عمل سے اُمّتِ مُسلمہ کو بتائی ہیں یاد رکھئے ! ہمارا جو عمل سُنّت کے مطابق نہ ہو گا وہ مقبول و مبرور نہیں ہو گا۔ نماز کی ادائیگی، روزے کا اہتمام، زکوٰۃ کی تقسیم، صدقات اور خیرات کا ارادہ کرنا، ذکرِ باری تعالیٰ کرنا اور "درود و سلام" پیش کرنا، اِن تمام اعمال کو سرانجام دیتے وقت، اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمل کو کس طرح ادا کیا اور کس طرح ادا کرنے کا حکم دیا، اخلاص اور حُسنِ عمل ایک اعلیٰ اور اَرفع نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، اللہ تعالیٰ نے جنہیں اپنا دوست رخلیل بنالیا ہے۔

آیت ۱۲۶ میں اظہار بیان یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور خودسری اور خودمختاری سے اپنے دامن کو بچانے کا عمل ہی حقیقت اور اظہارِ حقیقت کے عین مطابق ہے، رَبِّ جَلیل تمام تر کائنات کو اپنے سوا ہر شے کو محیط کئے ہوئے ہے، یہ ارض وسما تو کائنات میں ایک حقیر سی شئے ہیں۔

آیت ۱۲۱ تا ۱۲۶ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ کی بات مطلقاً سچ ہے جس کے مقابلے میں شیطان کا وعدہ قطعاً فریب اور جھوٹ پر مُبنی ہے قرآنِ حمید عمل اور جزائے عمل کی بابت اللہ تعالیٰ کے ناقابلِ تسخیر اصول کو بیان کرتا ہے ثواب اور عتاب کا انحصار محض خواہشِ نفس اور تمناؤں پر نہیں ہوتا عذاب و ثواب ایک دائمی اُصول پر مُبنی ہے اس قانون کا اطلاق ہر اُمّت میں رہا جو بُرا کرے گا وہ جزائے بد سے ہمکنار ہو گا جو اچھائی کرے گا جزائے خیر کا مُستحق ہو گا جو عملِ صالح اختیار کرے خواہ عورت ہو یا مرد ایسے لوگ بہشت میں جائیں گے اُن کی ذرّہ حق تلفی نہ ہو گی اس شخص سے بہتر کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے آگے سر جُھکا دیا اور اپنا رویہ نیک رہا اعمال سب کی اساس ہیں اور اعمال پر ہی بیڑا پار ہو گا بتایا گیا کہ یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اُصولوں کو اپناؤ، بہترین دین ملّتِ ابراہیمی ہے اور بہترین عمل احسان ہے۔ احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس طرزِ عمل سے کرو جیسے باری تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اُسے دیکھ رہے ہو۔

جب نفسِ انسانی کے اندر یہ شعور مَوجزن ہو جاتا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ ہر شئے کو اپنے دائرہ احاطہ میں لئے ہوئے ہے تو یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک اور نگہبان ہے اسلام کا نظریہ توحید صرف یہی نہیں کہ ذات و صفات اللہ وحدہٗ لاشریک ہے بلکہ وہ عبثِ توحید ہے۔ کائنات کی کُل حکومت اور نگہبانی و نگرانی اللہ تعالیٰ کی ہے، لہٰذا اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جو زمین و آسمان میں ہر شئے کا مالک ہے، ہر شئے پر مُحیط ہے اس تصور کے زیرِ سایہ ضمیر کی اصلاحِ نفس، طرزِ عمل کی اصلاح اور تمام تر زندگی کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾

اور آپ ﷺ سے فتوٰی دریافت کرتے ہیں عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ کہہ دیجئے اللہ آپ کو اجازت دیتا ہے اور جو کچھ اس سے قبل اس کتاب/قرآن میں وہ آیات جو پڑھی جاتی ہیں یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں اُن کا مقرّرہ حق تم نہیں دیتے تھے (اُن کے مال اور حسن کے سبب) اُن سے نکاح کی بھی خواہش رکھتے ہو اب تم کو اس کی اجازت کے بعد، (تم کو ادائیگی حق میں کوتاہی/غفلت نہیں کرنی چاہئے) اور یتیم کمزور/بے بس بچوں کے بارے میں بھی یاد رکھو، تم کو یتیموں کے معاملے میں انصاف پر قائم رہنا ہے اور تم جو بھی نیکی/بھلائی کرو تو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ (۱۲۷)

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾

اور اگر کسی عورت کو ڈر/خوف لاحق ہو، اپنے خاوند سے بے رَغبتی یا بَدسلوکی کا، تو کوئی مَضا ئقہ/حرج/گناہ نہیں کہ آپس میں کوئی صُلح سمجھوتہ کرلیں، صُلح خوب ہے/دونوں کے لئے بہتر ہے، گرچہ نَفس کا جُھکاؤ، طمع، تنگ دلی کی طرف جلد ہی مائل ہوجاتا ہے اگر تم احسان کرتے رہو اور تقوٰی/پرہیز گاری اختیار کرو تو یقین جانو! اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (۱۲۸)

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾

اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ بیویوں کے مَابین مساوی طور پر عدل قائم رکھ سکو، اور چاہے کتنی ہی حرص کرو، ایسا تو نہ ہو کہ ایک ہی کی طرف جُھک جاؤ اور مُعلق اُدھر لٹکتی چھوڑ رکھو اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ، اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے/بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔ (۱۲۹)

وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾

(اور اگر نباہ نہ ہو) اگر وہ دونوں الگ ہوجائیں، تو اللہ تعالیٰ اپنی گشائش سے ہر ایک کو غنی کردے گا/رَب بھی ہر ایک کو ایک دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز رکھے گا، اور اللہ بڑی ہی وسعت/کشائش والا اور حکمت والا ہے۔ (۱۳۰)

الفاظ و معانی آیت ۱۲۷ تا ۱۳۰

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ اور آپ سے عورت کی میراث اور مہر کے احکام دریافت کرتے ہیں۔ ﴿وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾

اور جو کچھ/چیز تلاوت کی جاتی ہے۔﴿ یُتْلٰی ﴾ پڑھا جاتا ہے، پڑھا جائے گا۔﴿ تِلَاوَۃ ﴾ سے قواعد کے مطابق مضارع مجہول واحد مذکر غائب تِلَاوَۃ کے لغوی معنی ہیں کسی کی پیروی کرنا، اصطلاح میں تلاوۃ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی پیروی کرنا قرأۃ پڑھنے کے ذریعہ ہو یا مضامین کو اپنے صفحۂ دل پر نقش کرنے کے ذریعہ بہر نوع قرأۃ عام ہے اور تلاوۃ خاص، تلاوۃ اسی قرأۃ کو کہا جاسکتا ہے جو کُتب مقدسہ کی ہو اور بغرض اتباع!﴿ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ﴾ وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے جب تلاوۃ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہو تو نازل کرنا مراد ہوتی ہے۔(بحوالہ قاموس القرآن) تو یوں سمجھئے اِرشادِ رَبی ہے۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ

''یہ ہم تم پر آیات اور حکمت بھرا ذکر اُتار رہے ہیں''

﴿ تُؤْتُوْنَ ﴾ تم دیتے ہو فعل مضارع قواعد کے لحاظ سے اتی آنے والا، ایتان واحد مذکر سے اسم فاعل اتیان کے اصل معنی آنا ہیں، مگر'ب' کی وجہ سے متعدی ہو کر اس کے معنی ''لانا'' ہو جاتے ہیں۔

﴿ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ ﴾ اور ضعیف/کمزور، بے بس،﴿ تَقُوْمُوْا ﴾ قائم رہو تم۔﴿ بِالْقِسْطِ ﴾ عدل پر انصاف پر۔﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا ﴾ اور جو کچھ تم کرو گے۔

﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴾ سو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے اِس آیتِ مُبارکہ سے بتایا جارہا ہے کہ یتیم بچیوں کی طرح یتیم بچوں کے ساتھ بھی بے انصافی اور بدسلوکی کا رویّہ مت برتو۔ اُن کو بے بس اور کمزور جان کر اُن کے اَموال غصب مت کرو ان کے حقوق کی حق تلفی نہ کی جائے کیونکہ وہ بے چارے تو تمہارے ظلم واستبداد پر ''صدائے احتجاج'' بلند کرنے کی بھی توانائی نہیں رکھتے، لیکن اُن کا تو قادرِ مطلق نگراں کار ہے بھلا غور تو کرو، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے تمہیں کون بچائے گا۔

﴿ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ﴾ اس کا مطلب یہ بھی لیا جاتا ہے کہ تم اُن سے نکاح کرنے کی رَغبت/خواہش رکھتے ہو، رَغْبْ کا صلہ عن آئے گا تو اس کا مفہوم بے رَغبتی/رکے ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اُن سے نکاح کرنا پسند کرتے ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس آیت کی تشریح میں فرماتی ہیں ''اگر کوئی لڑکی دورِ جہالت میں یتیم رہ جاتی اور اگر وہ صاحبِ حُسن جمال اور صاحبِ مال ہوتی تو اُس کا ولی اس کے ساتھ نکاح کر لیتا اور ستم ظریفی تو دیکھئے اس کے حقوق کی ادائیگی کا مطلق خیال تک نہ کیا جاتا اور وہ حسن و جمال میں کم ہوتی یعنی بدصورت ہوتی تو پھر اس کی شادی ہی نہیں ہوتی''۔

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا ﴾ اور اگر کسی عورت کو خدشہ یا خوف لاحق ہو کہ خاوند بے مُہری کرے گا اور کسی وجہ سے اپنی زُوجہ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے یا اس سے دور رہنا نشوز کو اپنا معمول بنالے یا ایک سے زائد ازواج ہونے

کے سبب کسی کم تر شکل وصورت والی سے بے رُخی، بے توجہی کرے تو عورت اپنا کچھ حق چھوڑ کر خواہ مہر کی معافی کا معاملہ ہو، نان ونُفقہ سے دستبرداری کا معاملہ ہو یا اپنی باری کسی اور کو دینے کی رضا مندی ظاہر کرے تو ایسی مصالحت کی صورت میں شوہر پر گُناہ نہیں۔ ﴿ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ صُلح بہت بہتر اور افضل ہے، حضرت اُم المؤمنین حضرت سودہؓ نے بھی ضعیفی کی عمر کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے اپنی باری ہبہ کردی تھی، جسے نبی کریم ﷺ نے قبول فرمالیا تھا۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف ومسلم شریف، کتاب النکاح)

﴿ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ﴾ الخ اور موجود رکھا گیا نعمتوں میں حرص رُبخل، احساسِ طمع اور اُفتادِ بخیلی ہر نَفس میں فطرتی اور قدرتی طور پر پائی جاتی ہے۔ ہر مرد وعورت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے فائدے سے دستبردار ہونے میں بہت ہی کم آمادہ ہوتا ہے۔ ﴿ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا ﴾ اور احسان کرتے جاؤ اور پرہیز گاری کو اپناؤ۔ گویا مردوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ احسان اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھی ناپسندیدہ زوجہ کے ساتھ بھی حسن سلوک کا رویّہ رکھو اوراس کے حقوق کی حتی المقدور ادائیگی کرتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

﴿ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ﴾ اور اگر نباہ کی صورت نہ ہوسکی اور دونوں جدا ہوگئے تب بھی اللہ ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بچائے رکھے گا۔ ان الفاظ کے مفہوم کو یوں سمجھئے کہ فریقین کو تلقین تسلی سے بتایا جارہا ہے کہ اگر صلاح وفلاح اور مصالحت کی تمام تر کاوش ناکام ہو بھی جائے تو تردّد کی کوئی بات نہیں! ربِّ جلیل ہر ایک کو بے نیاز رمستغنی فرمائیں گے۔ اگر طلاق ناگزیر ہو ہی جائے تو پھر زیادہ کبیدہ خاطر اور رنج والم میں گرفتار ہونے کی ضرورت نہیں۔ باری تعالیٰ کی ذات کریم ہے وہ ایسی صورتِ حال پیدا کردے گا جو دونوں فریقین کے لئے مُوجبِ طمانیت اور خوشحالی کا باعث ہوگا۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴾ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور صاحبِ حکمت ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت پر مُبنی ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس ناچاقی اور علیحدگی ہی میں مصلحت حکمت مُضمر ہو! رفاقت اور جُدائی کے بعد فریقین کو ایسے جوڑے مل جائیں کہ دونوں کی زندگی میں بہارِ زندگی آجائے اور زیست رزندگی سُدھر جائے۔

تشریح وتوضیحات آیت نمبر ۱۲۷ تا ۱۳۰

آیت نمبر ۱۲۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! ابھی تک عورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو آپ ﷺ کہہ دیجئے، جیسا کہ اس سے قبل جو آیت نمبر ۳ سورۃ النساء میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرکے توازن عدل وانصاف برقرار نہ رکھ سکو تو دوسری عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں اُن سے نکاح کرلو۔ عورت بھی معاشرہ ہی کی ایک فرد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح مرد کی ذمہ داریاں ہیں عورت کی بھی ذمہ داریاں ہیں، دونوں کے حقوق کی نوعیت میں مانا کہ کچھ فرق ہے اور وہ بھی اِس قدر کہ جسمانی وضع وقطع، اور ساخت میں اور نظامِ زندگی کو مربُوط انداز

میں چلانے کے لئے ، باعتبارِ صلاحیت دونوں کا کام تقسیم کیا گیا ہے۔ سو اُسی قدر امتیاز ہے، دونوں میں۔ اسلام نے عورتوں کو میراث میں شریک دار کیا۔ اور وراثت تک میں حصہ دار بنایا۔ لیکن اہلِ عرب کا شیوہ عجیب تھا۔ عورتوں کو تو خود میراث سمجھ کر تقسیم کرلیا کرتے۔ ایک معاشرتی برائی تھی، پھر لوگوں کا تو یہ عالم تھا کہ یتیم بچیوں سے نکاح تو کرلیا کرتے مگر اُن کے حقوق واجبہ سے تغافل برتتے، مہر تک کی ادائیگی نہ کرتے۔ مال ومتاع کی حرص میں شادی تو کرلی، صَنم دلرُبا کی شکل پسند آئی تو نکاح کرلیا مگر اُن کے دیگر حقوق غصب کرلئے اور ایسے یہ یتیم رہ جانے والے بے بس، ناتواں اور کمزور بچوں کو ساتھ تو رکھتے لیکن اُن کا مال بھی کھا جاتے، اور اُن سے خدمت بھی لیتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: رَبِّ جلیل ان تمام رسومات بیجا اور بُری رسوم کو رَدّ فرماتا ہے اور حکم صادر کرتا ہے کہ یتیموں اور کمزوروں سے بھی عدل وانصاف برقرار اور قائم رکھو اور جو کچھ بھلائی تم کرتے ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ بعض یتیم بچیاں لوگوں کی زیرِ پرورش ہوتی تھیں اور لوگ اُن لڑکیوں کو صاحب ثروت اور قبول صورت پاکر خود ہی نکاح کرلیتے تھے لیکن یتیمی کے سبب انہیں بے یار ومددگار جان کر اُن کا حق ادا کرنے میں غفلت بَرتتے۔ اس پر اس آیتِ مُبارکہ کا نزول ہوا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

باری تعالیٰ نے اس ظلم سے روکا کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف قائم نہیں رکھ سکتے تو اُن سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں تمہارے لئے دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا راستہ کُھلا ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب التفسیر)

آیت نمبر ۱۲۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر کسی عورت کو اِس بات کی شکایت ہے کہ اس کا شوہر اس کی طرف اِلتفات سے مائل بہ کرم نہیں ہے اور گرَیزاں گرَیزاں ہے، خفا خفا ہے، بے توجہی کر رہا ہے تو ایسی صورت میں دونوں باہم حُسنِ سلوک سے مل کر بعض شرائط پر صُلح کرلیں تو کوئی گُناہ نہیں۔ اگر عورت زیادتی پر ہے تو اپنے آپ کو درست کرے، کچھ حُقوق معاف کردے اور معافی طلب کرکے صُلح کی طرف لوٹ آئے۔ یہ احسن عمل ہے۔ بعض مرتبہ معمولی معمولی غلطیاں زندگیوں کی تلخیاں بڑھا دیتی ہیں۔ اپنی گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانا، بڑے ایثار اور جذبہ کا کام ہے۔ ہر ایک کو اپنا اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے۔ عورت کو مشورہ دیا گیا کہ تلخی دُور کرنے اور طلاق سے بچنے کے لئے صُلح سمجھوتا کی راہ اختیار کرے۔ احساسات اور جذبات پر قابو رکھے۔ مرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ احسان اور تقوٰی کی روش اپنا کر طلاق کی نوبت نہ آنے پائے تاکہ عورت پر عرصہ حیات تنگ نہ ہوجائے۔

آیت نمبر ۱۲۹ میں اظہار بیان ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسری عورت سے شادی کرلے تو ایک سے زیادہ عورتوں میں پورا پورا عدل اور مساوات کو قائم رکھنا، اور برابری کا سلوک ممکن نہیں۔ انسانی فطرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آدمی کبھی صنم دلرُبا کی طرف مائل بہ التفات ہوجاتا ہے تو دوسری عورت کو نظرانداز کردیتا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کو چاہئے کہ صرف ایک طرف توجہّ اور رَغبت زیادہ نہ کریں کہ دوسری بیچاری، مُلتفتِ نگاہ کی متمنّی ہو اور آپ نے بے رُخی کا رخ اختیار کرکے اس کو اُدھر لٹکا دیا اور زندگی کی مَسرّتوں سے دوسری کو محروم کردیا۔ یاد رکھیئے جتنا

ہو سکے سکون کی خاطر گھر میں حُسنِ سلوک کا خیال رکھا جائے تب ہی قصور اور خطأ پر معافی کا وعدہ ہے۔ جان بوجھ کر ظلم کرنے والے کو معافی نہیں ملے گی۔

آیت نمبر ۱۳۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر شوہر و بیوی میں مل کر رہنے کی کوئی کوشش باور نہ ہو سکے اور یہ احساس ہو جائے کہ مل کر گزارہ کرنے کی ایسی صورت ہی نظر نہیں آتی یا اکھٹا نہیں رہا جا سکتا تو عورت کو بھی استحقاق ہے کہ وہ آزادی کا مطالبہ کر سکتی ہے جو شرعی حدود میں اسلامی عدالت حالات کو مدِ نظر رکھ کر اسے دلوائے اور مرد کو بھی اجازت ہے کہ وہ طلاق دے سکتا ہے۔ لیکن فریقین کو اس بات کا گُمان نہیں ہونا چاہئے کہ اس کے بغیر ایک دوسرے کا گزارہ نہیں ہوگا۔ اللہ کا کرم عام ہے دونوں کے لئے بہتری کی کوئی راہ کُھل سکتی ہے۔ ربِ جلیل بڑی کشائش والا اور باتدبیر ہے۔ یہ تو عین ممکن ہے کہ جُدائی کی صورت میں مرد کو اس کی مطلوبہ صفات والی دوسری عورت مل جائے اور عورت کو اپنی مرضی کا مطلوبہ صفات والا مرد مل جائے۔

آیت ۱۲۷ تا ۱۳۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

سورۃ النساء کی ابتداء میں جو آیات اُتری تھیں ان کی وجہ سے کئی سوالات ذہن میں اُبھرتے تھے اس لئے وہ اسلامی نظام زندگی سے متعلق ہدایات اور احکامات معلوم کرنے کے لئے بے قرار تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی طرف راغب ہونے کا عمل اُن کی زندگیوں میں ایک گہرا انقلاب تھا، اُن کے شعور میں ایّامِ جاہلیت میں رُونما ہونے والے رَسم ورواج کے بارے میں شک پیدا ہو گیا تھا ایک بیداری کا پیام اور اسلامی طرزِ معاشرت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کا جذبہ اِن لوگوں کی ایک صفت عام تھی اس کے باوجود اکثر رسمِ جاہلیت کا غلبہ اُن کی زندگی میں تھا، اس وقت مسلمانوں کو دینی معلومات راصلاح کی حقیقی ضرورت تھی تا کہ اُن کی عملی زندگی احکامِ دین کے مطابق بسر ہو جائے، اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور رحمت اُن کی طرف آئی، بتایا گیا تم عورتوں کے معاملہ میں فتویٰ دریافت کرتے ہو تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، جو بھلائی تم کرو گے وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے چھپی نہ رہ جائے گی۔

اگر یتیم لڑکیاں صاحبِ مال، صاحبِ جمال ہوں اور تم اُن کے ساتھ مال کی طلب اور لالچ کے طور پر نکاح کرنا چاہتے ہو تو نکاح نہ کرو الا یہ کہ عدل کے ساتھ نکاح کرو، اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بے سکونی اور بے رُخی کا خطرہ ہے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ شوہر اور زوجہ کچھ حقوق کی کمی وبیشی پر باہم صُلح کر لیں، صلح بہر نوع بہتر ہے اگر تم اپنا طرزِ عمل درست! اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ رحم فرمانے والا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾

اور اللہ ہی کا ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بے شک ہم نے حکم فرما دیا تھا ان لوگوں کو جو تم سے قبل کتاب پا چکے تھے اور تم کو بھی یہی حکم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو، (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے وبال سے) بچتے رہو، اور اگر تم کفر کرو تو یاد رکھو بے شک آسمانوں اور زمینوں میں سب کچھ تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور رب بے نیاز ہے/اللہ کو کسی کی کچھ پرواہ اور حاجت نہیں! اور وہ ہر تعریف کا مستحق ہے۔(۱۳۱)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

اور اللہ تعالیٰ ہی کا سب کچھ ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کافی ہے کارسازی کے لئے۔(۱۳۲)

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو یہاں سے ہٹا دے/لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے، اللہ تعالیٰ اس بات پر کامل/پوری قدرت رکھتا ہے۔(۱۳۳)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

جو شخص دُنیا کے ثواب کا طلب گار ہے، تو اللہ ہی کے پاس دُنیا و آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(۱۳۴)

الفاظ و معانی، آیات ۱۳۱ تا ۱۳۴

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ ﴾ الخ اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا مالک باری تعالیٰ ہے۔ اس مقام پر اُن الفاظ کو تین بار دہرایا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ اس کی کشائش اور وسعت مراد ہے۔ اللہ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تمام تر کائنات اس کی ملکیت ہے۔ دوسری بار جو دُہرایا گیا ہے اس سے رَبّ کی شانِ بے نیازی کا اظہار ہے۔ اُس کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ اب اگر کوئی غیر اللہ کو خالق سمجھ بیٹھے تو وہ منکر ہوا۔ اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ لوگ اسے مانیں۔ تیسری بار جو دُہرایا گیا ہے اس میں رحمتِ باری تعالیٰ کا اور کارساز ہونے کا اظہار ہے۔ اگر روش تقویٰ اختیار کی جائے تو وہ تمہارے سارے کے سارے کام بنا دے گا۔

﴿ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ ﴾ اور حکم دے رکھا ہے ہم نے اُن لوگوں کو/ہم نے نصیحت کی، ہم نے وصیّت کی لوگوں کو۔ قواعد کے مطابق تَوْصِيَةٌ سے ماضی جمع متکلم (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے، اور تمہیں بھی، یہ کہ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ

سے۔ مفہوم الفاظ یہ ہے کہ جو کتابیں مختلف زمانوں میں اَنبیاء اور رسولوں علیہم السلام پر اتاری گئیں اور یہ کتابِ رُشد وہدایت، قرآن بھی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ ان تمام میں تمام اُمتوں کوتقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ بھلا اس میں کیا شک؟ اللہ تعالیٰ کے دین کا انحصار تقویٰ پر موقوف ہے اگر قلب کے گوشے میں خشیت اللہ غالب آ گیا تو انسان کا ظاہر اور باطن رو بہ اصلاح ہو گیا۔ بقول ظفر شاعر۔

ظفر آدمی اُس کو نہ جانئے گا جو کیسا ہی صاحبِ فہم وذکا

جسے عیش میں خوف خدا نہ رہا جسے طیش میں یاد خدا نہ رہا بہادر شاہ ظفر

﴿ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴾ اور اگر کُفر کرو گے، نہ مانگو تو بلا شبہ زمین اور آسمان میں سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کا ہے بات یہ ہے کہ اہلِ عرب عرصۂ دراز سے جس پیہم ورواج کی پابندیوں کواپنا رہے تھے اس سے دوری اور کنارہ کشی کوئی سہل کام نہ تھا کیونکہ بالکل نئے کُلیّہ اُصول اور ضابطہ کا اطلاق خاصا دُشوار طلب تھا اس لئے حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے اختیار کُل اور ارض وسماء کی ہر شے پر قدرت کاملہ رکھنے اور کسی کا محتاج نہ ہونے کا تذکرہ فرمایا، بطورِ انتباہ تاکید کی جارہی ہے کہ ان اصول کُلیّہ اور قواعد پر عمل پیرا رہنا تمہارے ہی مُفاد میں ہے اگر تم اس روش کو نہ بدلے اور اپنی جاہلانہ رسوم کو اپنائے رکھا تو اپنا ہی خسارہ کرو گے، پس تمہارے کُفر اور گُناہ سے اللہ تعالیٰ کو کچھ نہیں ہوگا۔

﴿ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ ﴾ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے۔

﴿ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ ﴾ اور لائے یعنی تخلیق کرے اوروں کو، یہ انسانی خیال، راعنائی خیال ہے کہ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ دیا تو یہ ختم ہو جائے گا، اے دل ناداں یہ کیسا وسوسہ ہے کہ گیتی کائنات کی تمام تر رونق تمہارے وجود سے ہے اور اگر تم نہ رہے تو یہ بزم مانند پڑھ جائے گی اگر بنی نوع انسان اس حسین موقع سے مستفیض نہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے دامن کو نہ تھاما تو حق تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اس مقام غفلت وشرف سے ہٹا کر دوسری قوم کو اپنی نوازش کرم کے لئے چُن لے، کیا انسان کو خبر نہیں کہ اس سے پہلے بھی کئی اُمتوں کو راہِ سرکشی اختیار کرنے پر عذاب سے دوچار ہونا پڑا اُن کے مٹ جانے سے عظمت شانِ کبریائی کو کیا ہوا کچھ بھی تو نہیں! بلکہ جو نافرماں تھے ان ہی کی تہدید ❶ اور تخویف ❷ ہو گئی۔

﴿ فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ پس اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا وآخرت دونوں کا اجر ہے، ثواب دُنیا کا یہ ہے کہ صرف دُنیاوی مفاد کی خاطر، کام کیا جائے مثلاً جہاد مال غنیمت طلب کرنے کے واسطے کیا جائے، مثلاً اگر مجاہد اللہ تعالیٰ کے واسطے جہاد کرے تو اس کے واسطے آخرت میں اتنی نعمت ہے کہ دُنیا کی مال ومتاع اور غنیمت اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور نہایت حقیر شے ہے اور دُنیا کی غنیمت بھی اس لئے ملے گی پس اصل کی توجہ مرکوز کرنی چاہیئے کہ وہ تو خود اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

❶ ..... خوف ذانٹ، تہدات جمع دھمکیاں سزائیں (بحوالہ فیروز اللغات اردو جدید)۔ ❷ ..... عربی اور اردو کا لفظ ڈرانا۔

ثوابِ دُنیا کے معنی یہ ہوئے کہ انسان کی اپنی کوتاہ نظری کا فریب اور کم ہمتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے صرف ثروت یا شہرت، عزّت اور توقیر و جاہت کا سوال ہی کر کے رہ جائے حقیقت تو یہ ہے جو ربِّ جلیل سے طلب کیا جاتا ہے ملتا ہے انسان صرف اِن نعمتوں کو کیوں طلب کرے جو دُنیاوی اور عارضی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار رہے اور اپنا دامن پھیلائے۔ علامہ اقبال نے کہا۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کرگیا

تشریح وتوضیحات آیت ۱۳۱ تا ۱۳۴

آیت ۱۳۱ میں اظہار بیان ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور جہاں علم اور حصولِ علم کی رسائی انسان تک پہنچ چکی ہے اور جو کچھ ابھی تک علم رسانی کی دسترس سے باہر ہے وہ بھی سب حق تعالیٰ سبحانہٗ کا ہے انسان کا اس کارِزارِ ہستی میں رہنا اور بسنا تو اس کی آزمائش ہے۔ سورۂ ملک آیت ۲ پارہ نمبر ۲۹ تَبَارَكَ الَّذِیْ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

وہ ذات پاک جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش ہو، تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

تم سے پہلے بھی اور اس کے بعد یہود نصاریٰ جن کو ہم نے کتاب عطا کی تھی، اُنہیں بھی ہدایت تھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو، اور اس کے احکامات کے خلاف نہ کرو، توحید، شریعت اور طریقت پر قائم رہو، اس آیتِ مُبارکہ کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ پرہیزگاری کا حکم، قدیم دُور میں رہا ہے اور تمام اُمتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے کا حُکم ہوتا رہا ہے تمام جہان والے اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں، انسان راہِ کُفر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا کچھ ضرر نہیں وہ بے نیاز ہے بعض عارفین اور کاملینِ ملّت نے اِس آیت کو پورے قرآن کا محور قرار دیا ہے۔ (بحوالہ قرطبی)

آیت ۱۳۲ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ارض وسماء یا اُن کی ہر شے صرف اللہ تعالیٰ کی ملک رملکیت ہی نہیں بلکہ اسی کامل الصفات کی تخلیق ہے اور آئندہ بھی وہی ربِّ جلیل سب کا کارساز ہے۔

آیت ۱۳۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے انسانو! اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ اگر چاہے تو تمہیں فنا کردے اور تمہاری جگہ، تم لوگوں کو ہٹا کر دوسروں کو لے آئے تاریخ شاہد ہے کہ قوموں کا عروج وزوال ہے سلطنت اور ملک بستے بھی ہیں، اُجڑتے بھی ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے!۔

آیت ۱۳۴ میں اظہار بیان وضاحت کے ساتھ ہے کہ جو کوئی چاہتا ہے ثوابِ دُنیا کا، سو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے دُنیا کا ثواب، اطاعتِ باری تعالیٰ کو سعادت سمجھ کر کام کرو، ذرا اپنے ذہن رسا کو بیدار رکھئے، دین کے کام کا اصلی ثمر آخرت میں ہے دُنیا میں اُجر ملنے سے بدگمانی پیدا کرنے کی قطعی ضرورت نہیں، اگر کوئی دُنیاوی مفاد کا طلب گار ہے تو یہ انسان کی بھول ہے بلکہ دلِ ناداں کی بڑی غلطی ہے، ربِّ جلیل کے پاس گیتیِ کائنات اور آخرت دونوں کا معاوضہ اور صلہ موجود ہے باری تعالیٰ کی ذات صفاتِ کمال کی یہ خوبی ہے وہ بڑے سننے والے اور دیکھنے والے ہیں، سب کی نیتوں کو دیکھتے ہیں، جانتے ہیں،

پس جس کو طلب آخرت کی فکر ہے اس کو آخرت میں اجر ملے گا اور طالبِ دُنیا کو آخرت میں محرومی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اگر کوئی شخص محض صنم کدے کائنات میں کھو گیا ہے صرف دُنیا کے راحت ولذّت کا متمنی ہے تو دُنیا کی راحتیں اور نعمتیں بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہی دینے پر قادر ہے اور آخرت بھی حق تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، جو آخرت چاہتا ہے تو اسے دُنیا میں بھی نواز دے، اس لئے طالبِ آخرت کو دُنیا سے کنارہ کش ہونے کی قطعی ضرورت نہیں بلکہ حصُولِ دُنیا کے لئے وہ طریق عمل اپنائے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے پھر آخرت بطور انعام عطا ہو جاتی ہے۔

آیت نمبر ۱۳۱ تا ۱۳۴ کے نکات پر مطالعاتی نظر:

انسان بھی اس گیتی کائنات کا ایک حصّہ ہے، یہ اسلامی طرزِ معاشرت اور نظامِ زندگی کا ایک نہایت ہی گہرا اور حسین راز ہے اس کے عائلی اور خاندانی نظام کے تقاضوں کے بعد یہ عائلی احکامات تمام تر دُنیا کے نظامِ فطرت کے ساتھ مربوط ہیں۔ یوں سمجھئے جس طرح انسانی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اس طرح اس کارگیۂ حیات کا بھی اللہ تعالیٰ حاکم ہے، وہی ہے جو زمین اور آسمان کا مالک ہے اس کائنات میں چونکہ اللہ وحدہٗ مالک ہے تو بس اب دُنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا وہی لوگوں کے لئے قانون بنانے کا استحقاق رکھتا ہے جن لوگوں پر کتاب اُتاری گئی اللہ تعالیٰ کی وصیّت اُن کو ہے کہ وہ رَبِّ کائنات سے ڈریں، اگر سب لوگ کُفر کا رویّہ اپنالیں تو بھی اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ نقصان نہیں! جو لوگ صرف کائناتِ رنگ وبُو میں دُنیاوی مقاصد کی طلب میں گرفتارِ بلا ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہئے کہ رَبّ کا فضل بہت ہی وسیع ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں دینا اور آخرت دونوں کی فلاح ہے جو لوگ بُوئے گُل اور بُوئے چمن کی فضا پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں اور دُنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے ذرا وہ اپنی نگاہیں اُونچی تو کریں پھر دیکھیں گے کہ رَبِّ جلیل کے یہاں دُنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! مضبوطی سے قائم رہو، اور اللہ تعالیٰ کی محض خوشنودی/رضا کے لئے سچی گواہی دو، چاہے تمہیں گواہی دینا پڑے اپنے نفس کے خلاف، یا اس کی زَد میں تمہارے والدین، قریبی رشتہ دار ہوں، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دو، اگر کوئی مال دار/صاحبِ غنی ہو یا حاجت مند/فقیر تو اللہ تعالیٰ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے، انصاف اور عدل کرتے وقت خواہشِ نفس کی پیروی/اتباع مت کرو، اگر تم نے سچائی سے پہلو تہی کی/رگی لپٹی بات کروگے یا شہادت سے گریز کروگے تو بلاشبہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔ (۱۳۵)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اُتاری ہے ایمان لاؤ، اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھو، جو اُس سے پہلے نازل کی گئی تھیں، اور جو کوئی منکر/انکاری ہوا اللہ تعالیٰ کا اور فرشتوں کا، اور اس کی کتابوں کا، اور اس کے رسولوں کا، اور روزِ آخرت کا، تو وہ گمراہ ہوا، اور گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔ (۱۳۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے پھر کُفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی بخشش نہیں کرے گا اور نہ اُنہیں سیدھی/راہ ہدایت دکھائے گا۔ (۱۳۷)

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾

مُنافقوں کو اس بات کی خبر سنادو/پہنچادو، اُن کے لئے یقینی طور پر دردناک عذاب ہے۔ (۱۳۸)

الفاظ و معانی آیت ۱۳۵ تا ۱۳۸

﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ الخ تم ہو جاؤ قائم رہنے والے انصاف پر، محض گواہی دو، اللہ تعالیٰ کے لئے۔

﴿قَوّٰمِيْنَ﴾ محافظ قائم رہنے والے، قواعد کے مطابق، اِسم ہے، قوّام مُبالغہ کا صیغہ ہے اس سے مراد کثرت تعداد اعداد نہیں بلکہ اس سے ثبات اور استطاعت فی الشہادۃ کی وضاحت مقصود ہے گویا جب گواہی دی جائے تو شہادت، مستحکم ہو اور عدل و مساوات کی آئینہ دار ہو، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی عدالت جانے کی ضرورت ہو جاتی ہے اور عدالتِ عالیہ میں فیصلہ صادر کرنے کے لئے گواہ کی گواہی کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے اگر گواہ صداقت سے پُر شہادت

نہ تو حق دار کی حق تلفی کا امکان ہوتا ہے اور ظلم اور نا انصافی جس کے روک تھام کی خاطر عدالت جانے کی نوبت آتی ہے اس لئے سچی شہادت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ سچائی کی صفات اپنے اندر موجزن کر لیں تا کہ عدل و انصاف کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے، اور کوئی بھی ان کو اُن کے مقام سے نہ ہٹا سکے اور اپنی عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے ہوں دُنیا کی طمع یا خوف وخطر اُنہیں سچ بیان کرنے سے نہ روک سکے، گویا یہاں پر دو اُمور کی ہدایت ہے ایک قیام بِالْقِسْطِ اور دوسری شہادت اللہ تعالیٰ۔

﴿ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ﴾ اور خلاف اپنے آپ پر، ہدایت یہ ہے کہ تقاضائے انصاف اور مطالبہ انصاف صرف دیگر لوگوں سے ہی نہ ہو، بلکہ اپنی ذات نفس کے لئے ہونا چاہئے اپنی ذات، اپنی انا اور اپنے تشخص کے خلاف بھی کچھ اظہار کرنا ہو تو حق و مساوات کے خلاف کچھ نہ بولا جائے، اگر چہ اُس کا نقصان آپ کی اپنی ذات کو کیوں نہ ہو رہا ہو۔

﴿ فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ﴾ بھلا تم کس کی خیر خواہی کرو گے۔ ﴿ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى ﴾ تو تم اپنے خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔

﴿ وَاِنْ تَلْوٗٓا ﴾ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کو کہا جاتا ہے اور اگر گھما پھرا کر بات کرو گے تَـوٰی، یَـلْـوٰی فعل مضارع قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَوْلٰى ﴾ بہتر، لائق تر، قریب تر ولٰی سے اسم تفصیل واحد مذکر، بحوالہ قاموس القرآن۔

﴿ اَوْ تُعْرِضُوْا ﴾ یا گریز کرو گے، اور گواہی کا کتمان کرنا، اور اس کا ترک کر دینا ان دونوں باتوں سے منع کیا گیا ہے گویا ہر حال میں انصاف اپناؤ اس سے انحراف مت کرو۔

﴿ فَقَدْ ﴾ تو یقینی طور پر۔ ﴿ ضَلَّ ﴾ گمراہ ہوا۔ ﴿ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴾ گمراہی میں بہت دور کی۔

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر، یہاں لفظِ ایمان دو مفہوم میں مستعمل ہے ایمان لانے کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی شخص انکار کے بجائے اقرار کی راہ کو اختیار کرے اور نہ ماننے نہ تسلیم کرنے والوں سے جُدا ہو کر ''ماننے والوں'' میں شامل ہو جائے۔

اس کا دوسرا مفہوم یوں ہے کہ جس بات کو مانا جائے، سچائی قلب، سے اقرار عمل کرے گویا نہایت ہی خلوص اور سنجیدگی کے ساتھ اس آیت میں اظہار تخاطب ان تمام مسلمانوں سے جو پہلے مفہوم کے مطابق ''ماننے والوں'' میں آتے ہیں اور اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سچے مؤمن ہونے کا ثبوت دیں۔

﴿ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا ﴾ اُن پھر کُفر میں بڑھتے ہی گئے کُفر میں دو مفہوم کی وضاحت کر رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایک شخص صاف صاف انکار کر دے، دوسرا مفہوم یہ کہ زبان سے اقرار کرے مگر دل سے اس کو تسلیم نہ کرے یا اپنا رَویّہ اس انداز کا رکھے کہ وہ جذبات کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے درحقیقت اُسے نہیں مانتا، اسلام کے ان بنیادی عقیدوں کے ساتھ کُفر اس بات کی علامت ہے حق سے دور اور باطل کی طرف توجہ۔ اس کا نتیجہ کہ نکلا کہ نامرادی کے سوا کچھ ہاتھ آنے کا نہیں!

﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ خوشخبری رنوید دو منافقوں کو بَشارت کا عام مفہوم کہ خوش خبری ہے۔ اس دَردناک خبر کو بشارت سے تعبیر

کرنا، طنزیہ لہجہ ہے، ہراس اچھی یا بُری خبر کو بشارت کہا جاتا ہے جس کی سماعت کے بعد اس کے اثرات چہرہ سے ظاہر ہو جائیں۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۳۵ تا ۱۳۸

آیت ۱۳۵ میں اظہار بیان ہے کہ انصاف کرتے وقت عدل کا تقاضا ہے کہ حق کے گواہ بنو! لگی لپٹی بات کہنے کی ضرورت نہیں! سچائی سے پہلو مت بچاؤ! راہِ صداقت اختیار کرو چاہے اس شہادت رگواہی سے خود تمہارا اپنا یا کسی عزیز و اقارب کا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے بلکہ حتی المقدور اس بات کا خیال رکھو، کہ گواہی دیتے وقت یا قضیئے کا فیصلہ صادر کرتے وقت امیر وغریب کی تفریق کا قطعی لحاظ مت کرو! کوئی امیر اور دولت مند ہے تو کیا ہوا اور کوئی محتاج اور فقیر ہے تو کیا ہوا۔ صرف انصاف پر قائم رہو رَبِّ جلیل تم سے زیادہ مہربان ہے مگر وہ انصاف میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا تم اللہ والے ہو تو اِسی راہِ حق پر دائم اور قائم رہو۔

آیت ۱۳۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے جو ظاہر میں اعلان عام کا اقرار کر کے مسلمان ہیں اُن پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر رسول اللہ ﷺ پر، قرآنِ حمید پر، تمام سابقہ کُتبِ سماوی پر، تمام اَنبیاء رُسل، فرشتوں اور روزِ قیامت پر، عظمت قلبِ حزیں پر اور تعظیم وتکریم کے ساتھ ایمان پر قائم رہیں اور ایمان کی گفتگو کرتے رہیں، ایمان کی بات سنتے رہیں تاکہ دُنیا میں ایمان کی باتوں سے فیض حاصل کرے۔

آیت ۱۳۷ میں اظہار بیان ہے کہ جو لوگ ظاہری طور پر مسلمان رہے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا، لیکن اُن کے قلب کی کیفیت کا یہ انداز کے بھٹکتے رہے اور ایمان پر کامل اقرار پر سے محروم رہے اور آخر کار بے یقینی کی کیفیت میں راہی عدم ہوئے تو کافر کے برابر ہیں اُن کے لئے معافی نہیں! صرف ظاہری طور پر اسلام سے آخرت میں کام نہیں بن سکتا۔ (بحوالہ موضح القرآن، از شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)

جو لوگ ایمان قبول کر کے پھر کُفر میں آ گئے پھر اپنے کُفر میں اس قدر بڑھ گئے کہ حق سے دُور سے دور تر ہوتے گئے ایسے مُنافقین عموماً یہودی ونصارٰی میں تھے بتایا جارہا ہے پہلے تو اپنے نبیوں پر ایمان لائے پھر اسلام کے نام پر کُفر اختیار کیا پھر وہی راہِ عمل کی طرف پلٹ آئے جس کے سبب کُفر کی دلدل میں دھنستے چلے گئے ایسے ہی لوگ بخشش اور ہدایت دونوں سے محروم ہوتے ہیں اُن میں برائی اس حد تک بڑھ جاتی ہے دلوں کو توبہ کی توفیق ہی نہیں مل پاتی اور خاتمہ کُفر میں ہوتا ہے۔

آیت ۱۳۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ مُنافقین جو دوغلے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کو بتا دیا جائے اُن کے لئے دردناک عذاب یقینی ہے۔ جو مُنافق ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ہمنوا رساتھی بناتے ہیں انہیں یہ مژدہ سُنا دو کہ اُن کے لئے المناک سزا تیار ہے۔ یقین رکھو! اللہ تعالیٰ اُن مُنافقوں اور کافروں کو دوزخ میں عذابِ الیم میں مُبتلا کرے گا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾

وہ مُنافق ایسے لوگ ہیں جو ایمان والوں کو چھوڑ کر مُنکروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں کیا وہ ان سے رسم دوستی سے بڑھا کر عزت کے متلاشی ہیں وہ سن لیں بلاشبہ عزت تو سب کی سب صرف باری تعالیٰ کے لئے ہے۔ (۱۳۹)

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖٓ ۖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعَا ﴿۱۴۰﴾

اور بلاشبہ! اللہ تعالیٰ تم پر حکم اُتار چُکا کہ جب بھی تم سُنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر کیا جارہا ہے/اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو اُن کی مجلس میں اُن کے ساتھ ہرگز مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی دوسری بات میں، ورنہ تم بھی اُن ہی کی طرح (اُن کے ہی جیسے) ہو جاؤ گے بے شک اللہ تعالیٰ مُنافقوں اور کافروں کو سب کو اکٹھا کرنے والا ہے ایک ہی جگہ دوزخ میں۔ (۱۴۰)

اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِکُمْ ۚ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰہِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ ۖ وَاِنْ کَانَ لِلْکٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْکُمْ وَنَمْنَعْکُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ﴿۱۴۱﴾

یہ لوگ مُنافق جو تمہارے انجام کار کے منتظر ہوتے ہیں اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح/نُصرت مل گئی تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر ہو کافروں کے لئے کچھ نُصرت فتح تو کہتے ہیں، کیا ہم، تم پر غالب نہیں آ گئے تھے کیا ہم نے تم کو اہلِ ایمان کے ہاتھوں سے نہیں بچالیا، اے اہلِ نفاق! پس قیامت میں خود حق تعالیٰ فیصلہ تمہارے درمیان کرے گا اور اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں کے خلاف مُنکروں/کافروں کو غلبہ کی راہ ہرگز نہیں دے گا۔ (۱۴۱)

الفاظ و معانی آیت ۱۳۹ تا ۱۴۱

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ﴾ جو لوگ (مراد مُنافقین) بناتے ہیں مُنکرین حق/کافروں کو اپنا ساتھی، مسلمانوں کو چھوڑ کر، مفہوم الفاظ یہ ہے کہ جو لوگ مُنافق اور اہلِ کُفر سے رسم اُلفت بڑھاتے ہیں اور اس سے تعلقات اور ربط باہم رکھتے ہیں۔ اب مُنکرینِ حق سے اپنا لگاؤ/تعلق جس سے اسلام پر یا مسلمانوں پر حرف آتا ہو قطعی طور پر جائز نہیں اُن سے گھل مل کر رہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ﴿اَیَبْتَغُوْنَ﴾ کیا چاہتے ہیں۔ ﴿عِنْدَھُمُ﴾ ان کے پاس۔ ﴿الْعِزَّۃَ﴾ عزت۔ ﴿فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا﴾ پس یقینی طور پر عزت اللہ کے لئے ہے۔

یہ الفاظ اس بات کا مفہوم بتا رہے ہیں کہ اہلِ کُفر کی مشرکین کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھنے کی اور ان کے ساتھ رہنے کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ اُن کی ظاہری عزّت و توقیر اور قوت کے سبب ہمیں بھی عزّت و وقار مل جائے

گا، یہ ان کا وہم گمان ہے عزّت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت عطا ہوتی ہے بھلا جس کے پاس خود عزّت نہیں وہ بھلا کیا کسی کو عزّت دے گا۔ عزّت کے معنی عربی زبان میں اردو کی بہ نسبت زیادہ وسیع بلکہ وسیع تر ہیں۔ اُردو میں عزت، محض احترام، پاس ادب، تقدس اور قدر و منزلت کے مفہوم میں آتا ہے۔ عربی میں لفظ عزت کے معنی یہ ہوئے کہ کسی فرد واحد کو ایسی سرفرازی بلندی اور محفوظ حیثیت مل جائے کہ کوئی اُس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے۔ یہاں عزّت سے مراد اگر ہمیشہ برقرار اور رہنے والی آخرت کی عزت ہے تو پھر دُنیا میں اس کا خاص ہونا ربِّ جلیل کے محبوب رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کے ساتھ بالکل واضح ہے۔ یاد رہے کہ آخرت کی عزت کسی کافر اور مشرک کو قطعی طور پر نہیں مل سکتی اور اگر اس کے معنی دُنیا یا گیتی کا کائنات کی عزّت لئے جائیں تو اتفاقی حوادث کو بالائے طاق رکھ کر انجامِ کار کی صورت کے لحاظ سے تو یہ عزّت غلبہ اور طاقت و توانائی مسلمانوں کا حق ہے۔

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے اُتاری رُبھیجی اے ایمان والو! تم پر کتاب قرآنِ مجید رفرقانِ حمید ﴿ إِذَا سَمِعْتُمْ ﴾ بلاشبہ جب تم سُنو ﴿ اٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ آیات باری تعالیٰ، کو قرآن میں سے۔ ﴿ يُكْفَرُ بِهَا ﴾ اُن کا انکار کیا جا رہا ہے۔ ﴿ يُسْتَهْزَاُ ﴾ اُن کے ساتھ تمسخر رٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ ﴿ اسْتَهْزَ ﴾ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق (ماخوذ قاموس القرآن)

﴿ فَلَا تَقْعُدُوْا ﴾ مت بیٹھو، قعد، وہ بیٹھا، قعود سے ماضی واحد مذکر غائب۔ قعدوا، وہ بیٹھے قُعُوْدٌ سے ماضی جمع مذکر غائب قُعود، بیٹھنا، بیٹھے، بیٹھنے والے۔ اول معنی میں مصدر ہے، باب نَصَرَ اور دوسرے معنی میں قاعِد کی جمع ہے۔ قُعُود اور جلوس، دونوں کے معنی بیٹھنا ہے مگر قُعُود "جلوس" کی نسبت خاص ہے۔ قُعُود کے اندر طول مکث کی قید معتبر ہے اور جلوس مطلق ہے۔ گویا قُعُود کا اطلاق دیر تک بیٹھنے پر ہوتا ہے اور جلوس مطلق "بیٹھنا" ہے۔ خواہ دیر تک ہو یا جلدی اختتام پذیر ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اپاہج آدمی کو مقعد کہا جاتا ہے نہ کہ مجلس، گھر کے ستونوں اور بوڑھی عورتوں کو قواعد کہتے ہیں نہ کہ جوالیس۔ قرآن پاک میں جہاں بھی اس لفظ کا اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے یہ معنی ملحوظ ہیں۔ (بحوالہ، امام رازیؒ ماخوذ از قاموس القرآن)

﴿ حَتّٰى ﴾ یہاں تک۔ ﴿ يَخُوْضُوْا ﴾ مشغول ہو جائیں۔ ﴿ فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ﴾ کسی دوسری بات میں۔ ﴿ يَخُوْضُوْنَ ﴾ وہ بیہودہ، لغو، باتیں کرتے ہیں، فعل مضارع (خَاضَ يَخُوْضُ)۔

﴿ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ﴾ ورنہ تم بھی انہیں کی طرح ہو گئے۔ گویا تم ایسی مجلس میں شرکت کرتے ہو جس میں آیاتُ اللہ کے خلاف کُفر کے کلمات بیان کئے جا رہے ہیں یا ان میں تحریف ہو رہی ہے۔ تم بھی اُن کے گُناہ میں شامل ہو کر اُن ہی جیسے ہو گئے۔ یہ بات بتائی جا رہی ہے تمہارے احساسات اور جذبات کی یہ کیفیّت ہے کہ تم بھی ان کے نازیبا نشست و برخاست میں کُفر ہوتا ہوا سُنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ یہاں یہود اور مُنافقین کی مجلس رمحفل سے ممانعت یوں کی جا رہی ہے کہ اِس کیفیّت میں تم بھی مَعصیّت میں اُن جیسے ہو جاؤ گے۔

گویا کہ دونوں کی نوعیتوں میں امتیاز یہ ہے۔ کہ ایک گُناہ کُفر کا ہے اور دوسرا فسق کا۔ اس حال میں اہلِ کُفر اور اہلِ نفاق رمُنافق سب برابر ہیں۔ اس لئے سزائے کُفر جہنّم کا ایندھن ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴾ بے شک اللہ اکٹھا کرنے والا ہے مُنافقوں اور کُفّار کو دوزخ میں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۳۹ تا ۱۴۱

آیت ۱۳۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ مُنافقوں کا تو یہ حال ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کُفّار سے رسمِ دوستی رکھ کر اُن کو اپنا ساتھی بناتے ہیں۔ اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ ان کا یہ گُمان کہ اہلِ کُفر کے ساتھ نشست و برخاست کرنے سے دُنیا میں عزت عطا ہو جائے گی۔ اُن کا یہ خیال حرفِ باطل کی طرح غلط ہے۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ سب کی سب عزّت اُس کے لئے ہے جو حق تعالیٰ کی فرمانبرداری بجالائے گا اِس کو مرتبہ عزت وحشمت ملے گی۔ قرآنِ حمید کی سورۃ المُنافقون پارہ نمبر ۲۸ قَدْسَمِعَ اللّٰهُ میں ارشادِ ربّانی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ...... الخ

"عزت تو بس اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول ﷺ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے۔ لیکن اِن مُنافقوں کو اس کا علم نہیں ہے"۔

اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ، رسولِ اکرم ﷺ اور مؤمنین کا اضافہ کر کے یہ صریحاً واضح کیا گیا کہ عزّت کا مالک صرف اللہ ہے، ربِّ جلیل کے حبیب ﷺ اور اُن پر ایمان لانے والے چونکہ اللہ کے محبوب اور مقبول ہیں اس لئے اُن کو عزّت، توقیر اور غلبہ دیا جاتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے (شام کے عامل) "تم لوگ تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے۔ تم کو صرف اسلام میں آنے کے سبب عزت، عظمت اور شوکت عطا ہوئی، اچھی طرح جان لو! اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے عزت پانے کی کوشش کرو گے تو اللہ تم کو رُسوا کر دے گا۔" (بحوالہ مستدرک حاکم)

آیت نمبر ۱۴۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ اگر تم ایسی مجلس رمحافل میں بیٹھو گے جہاں آیت ربّانی کے ساتھ تمسخر راستہزا کیا جاتا ہے تو تم بھی معصیّت میں اُس کے برابر ہو گے۔ البتہ جس وقت دوسری باتوں میں مشغول ہو تو اس وقت اُن کے ساتھ بیٹھنے کی کوئی مُمانعت نہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے "جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان اور ایقان رکھتا ہو وہ اس دعوت میں شرکت نہ کرے جس میں دَورِ جام رشراب کا دَور چلے۔" (بحوالہ مسند احمد جلد سوئم)

اس کی وضاحت کے لئے سورۃ الانعام، آیت نمبر ۶۸، پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا میں حکم ربّی ہے

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ

"اور جب تم دیکھو کہ یہ ہماری آیات میں نکتہ چینی کر کے بحث و مباحثہ کرتے ہیں تو اُن سے جُدا ہو جاؤ یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں یہ لوگ مشغول ہوں"۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر تم کسی مجلس میں ایسی گفتگو سنو کہ حکمِ رَبی کی آیات کی بے ادبی اور تضحیک ہورہی ہے تو پھر تمہارا قطعی یہ کام نہیں کہ اس محفل نشست و برخاست میں شریک ہو۔ تم پر لازم ہے کہ تم فی الفور اس مجلس سے اُٹھ جاؤ۔ ورنہ کافروں اور تمہارے مَابین کوئی امتیاز باقی نہیں رہے گا۔

آیت ۱۴۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مُنافقین نے دُورخ کو اپنایا ہوا ہے۔ اُن کے نظریاتِ حیات کا کوئی مقصد مُتعین نہیں۔ صرف طلبِ دولت اِن کا مقصودِ حیات ہے۔ اپنا عہد و پیماں توڑنا اُن کا شیوہ ہے۔ اپنے مُفاد کی خاطر، اپنے ضمیر کا سودا کر لیتے ہیں۔ حرص اور طمع دولت اُن کا نظریۂ حیات ہے۔ وہ مشاہدہ کی روشنی میں الگ تھلگ رہ کر واقعات اور حالات پر نظر رکھتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کو کامیابی اور کامرانی نصیب ہوتی ہے تو اس میں مُفاد کی خاطر حصّہ دار بن جاتے ہیں اور بَرملا اظہار کرتے ہیں ہم بھی تمہارے ساتھ تھے۔ اگر عُدو کا پلّہ بھاری نظر آتا ہے تو اُن سے رسم دوستی بڑھا کر اُن کے ساتھ جا ملتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم نے تمہاری محافظت نہیں کی؟ کیا ہم نے تم کو مسلمانوں کے ضرر سے محفوظ نہیں رکھا؟ اب اس میں ہم کو بھی حصّہ دو۔ یہ مُنافقوں کا حال ہے۔ اہلِ نفاق کو خود علم ہو جائے گا کہ جب اُن کا حشر اہل کُفر کے ساتھ ہوگا۔ بلکہ ان کے ساتھ جہنّم میں ڈالے جائیں گے۔ تب انہیں پتہ چل جائے گا۔ یہ فریب مسلمانوں کو نہیں زندگی بھر خود اپنے آپ کو دیتے رہے۔ اور یوم قیامت کو تو یہ فیصلے ہو کر رہیں گے۔ یہ تو ربِّ کریم کا وعدہ ہے۔ مُنافق اپنی تمام تر توانائی صرف کر لیں اور اہل مُنکر بھی اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کو آزمائیں۔ کسی بھی صورت میں کُفر کو اسلام پر اور کُفّار کو مسلمانوں پر غلبہ نہ ہوگا اور نہ اُن کو مٹا سکیں گے اور نہ محبت غالب آسکے گی۔ مسلمانوں کی بقا کا راز اس میں مُضمر ہے۔ ہم سب مسلمان خلوص اور اخلاص سے اپنی سمت کا رُخ ''راہِ مستقیم کی سمت'' کر لیں اور سچی توبہ کر لیں تو اللہ مؤمنین کو بہشت عطا کرے گا اور مُنافقوں کو داخلِ دُوزخ کرے گا۔

آیت ۱۳۹ تا ۱۴۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جو مُنافق ایمان والوں کو چھوڑ کر کُفّار سے دوستی کا دم بھرتے ہیں انہیں یہ خبر بتادی جائے کہ اُن کیلئے المناک سزا تیار ہے کیا یہ توقیر میں اضافے کی خاطر اُن کے پاس جاتے ہیں انہیں پتہ ہونا چاہئے کہ عزّت و توقیر تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جہاں کہیں تم یہ بات سُنو کہ باری تعالیٰ کی آیات کے خلاف کُفر کی گُفتگو ہورہی ہے اور اِن آیات کا تمسخر اُڑایا جارہا ہے وہاں نہ بیٹھو یہ مُنافق حق تعالیٰ کے ساتھ فریب کاری کررہے ہیں حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ تمام کُفّار اور مُنافق کو، یقین جانو! اللہ تعالیٰ دُوزخ میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔

یہ مُنافق تمہارے معاملات میں انتظار کی گھڑی پر نظر رکھے ہوئے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوید نصرت ملتی ہے تو یہ کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ہمراہ شریک نہ تھے، اگر کُفّار کا پلّہ بھاری ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے کی استعداد نہیں رکھتے پھر ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچالیا، بس اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہی تمہارے اور اُن کے معاملہ کا فیصلہ روزِ قیامت کرے گا۔ حق تعالیٰ نے کافروں کے لئے مسلمانوں پر غلبہ پانے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھی۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾

بے شک یہ مُنافقین (اپنے خیال سے) اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خود فریب دہی کی سزا دینے والا ہے اور جب یہ لوگ نماز کی طرف کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کی صورت میں کسماتے (بمعنی) اُکتائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں وہ بھی لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کا بہت ہی کم/ذکر کرتے ہیں۔ (۱۴۲)

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

وہ درمیان میں مُعلق ہو کر تذبذب میں ہیں، نہ اِن کی طرف ہوئے اور نہ اُن کی طرف ہو سکے جسے اللہ تعالیٰ نے بھٹکا دیا ہو/گمراہ کرے تو تم اس کے لئے ہرگز ہدایت کی راہ نہ پاؤ گے۔ (۱۴۳)

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

اے ایمان والو! مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں (مُنکرینِ حق) کو اپنا رفیق مت بناؤ کیا تم چاہتے ہو/ارادہ رکھتے ہو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے لئے صریح حجت قائم کر لو۔ (۱۴۴)

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

بے شک مُنافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے اور تم کسی کو بھی اُن کا مددگار نہ پاؤ گے۔ (۱۴۵)

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

البتہ جو توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور مضبوطی سے تھام لیں اللہ تعالیٰ کا دامن رحمت، اور اپنا دین خاص کریں، اللہ کے لئے تب اِن لوگوں کا شمار اہلِ ایمان کے ساتھ ہوگا، اور بہت جلد اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ (۱۴۶)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

اور اگر تم نے شکر ادا کیا اور ایمان پر جَمے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۱۴۷)

الفاظ و معانی آیات ۱۴۲ تا ۱۴۷

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ﴾ بے شک مُنافق مکر اور فریب کرتے ہیں اللہ کے دوستوں کے ساتھ اسلام کو ظاہر کر کے اور کُفر کو پوشیدہ رکھ کر۔

﴿ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ اور باری تعالیٰ اُن کو اس چال کی سزا دینے والا ہے۔ مُنافقین کی علامات کا تذکرہ ہے۔

﴿ يُخٰدِعُوْنَ ﴾ دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے دانست میں بندے تو ایک طرف رہے، اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کر کے خود فریب میں آ رہے ہیں۔

﴿ خَادِعُهُمْ ﴾ فریب میں ڈال رکھا ہے ان کو خَادِعٌ، خَدْعٌ دھوکہ دینے والا۔ قواعد کے مطابق، اِسم فاعل ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، ﴿ اِلَى الصَّلٰوةِ ﴾ نماز کی طرف۔

﴿ قَامُوْا كُسَالٰى ﴾ کھڑے ہوتے ہیں اکتائے ہوئے، کاہلی اور سُستی کے ساتھ رہارے ہوئے دل کَسَل سُستی کی طرف، یہاں اس کا مفہوم ہے جیسے کسی کام سے کراہت رکھتے ہیں۔ یہاں کَسَلَ سے سستی مراد لی جاتی ہے۔ یہاں پر جسمانی سستی کی بجائے ایمانی سستی کی طرف لطیف اشارہ ہے

﴿ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ ﴾ نمود و نمائش کی خاطر، دکھلاتے ہیں لوگوں کو ان کی نماز میں بھی یکسر اخلاص نہیں پایا جاتا۔ محض دکھلاوے کی خاطر جلدی جلدی قرأت کرلی۔ اُن میں نفاق بالکل ظاہر ہے۔ بس لوگوں کو بتلانے کے لئے دکھلانے کے لئے وہ مسلمان ہیں۔ ان میں جذب، کیف وسُرور کا فقدان ہے جو مسلمانوں کو ذکر باری تعالیٰ میں نصیب تھا۔

﴿ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ﴾ ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان، گویا متحیر اور تردّد میں کُفر اور ایمان کے درمیان۔ پس یہ مُنافق عالم پریشانی میں کبھی کافروں کے ساتھ دستِ طلب بڑھاتے ہیں، تو کبھی مسلمانوں کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ ان کی تمامتر باتیں ایسی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے ان کا ایک قدم کُفر کی طرف ہے اور ایک قدم ایمان کی طرف جب کافروں سے ملتے ہیں تو اُن کے ساتھ اس تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو اُن کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ ظاہری اور باطنی طور پر نہ وہ ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ کافروں کے ساتھ۔ یوں کہیے مُنافق تو کُفر و ایمان میں تذبذب کا شکار ہی رہتے تھے۔

﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴾ الخ اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے لئے ہدایت کی کوئی راہ نہیں۔ ان مُنافقین کی راہ پر آنے کی امید عبث ہے۔ وہ ہدایت پانے کے نہیں۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ ﴾ کا مفہوم یہی ہے جب اُنہوں نے ہدایت کو جان بوجھ کر ترک کردیا، ایک بار نہیں بلکہ کئی کئی بار اور کُفر ضلالت رتاریکی کی راہ کو اپنے لئے منتخب ہی کرلیا

﴿ لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ ﴾ اور نہ بناؤ کافروں کو اپنا ساتھی ررفیق، اَوْلِيَـاءُ اس کا واحد ولی ہے۔ ہمراز، تعاون کرنے والا

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ بیشک مُنافق دُوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ اَلدَّرْک اور الدَرَک، بلندی کی طرف، جو یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں۔ اہلِ عرب ان کو درجات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پستی کی طرف رنچلی طرف ایک کے بعد جو دوسرے درجے ہوتے ہیں انہیں درکات کہا جاتا ہے۔ دوزخ رجہنّم مختلف طبقات کے نام ہیں:۔ ● جہنّم ● حُطمہ (جس میں روند دیا جائے گا) ● ہاویہ (سب سے نیچے۔ یہی مُنافقوں کا ٹھکانہ ہے (بحوالہ قرطبیؒ) سَعِیر ● لظیٰ ● سَقر ● جحیم۔

☆ ...... کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ مُنافقوں کو جب دُوزخ میں جانے کا حکم ہوگا اور پہلے درجے میں پہنچا دیا جائے گا تو جہنّم کا داروغہ کہے گا اے جہنّم! انہیں اپنے پاس لے لے۔ دُوزخ کہے گی مجھے حکم ہوا ہے ان کی زبان پر کلمہ جاری تھا ہر چند کہ انہوں نے کلمہ کا اقرار دل سے نہیں کیا۔ میں اِن کو جلانے میں دخل نہیں دیتی۔ اِس طرح ہر طَبقہ میں

مُنافقوں کو لایا جائے گا اور آگ انہیں جلانے سے انکار کرتی رہے گی۔ پھر ایک طبقہ کی آگ جواب دے گی میرا حکم دل پر ہے زبان پر نہیں۔ چونکہ اُن کے قلب میں نشانِ شرک کے سوا اور کچھ نہ ہوگا تو آگ اُن کے دل پر لپٹ جائے گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں ہی ہوں گے۔

﴿ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ ﴾ اور تو نہ پائے گا اُن کا کوئی حمایتی / مددگار۔ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ﴾ اور وہ لوگ جو توبہ کریں نِفاق سے ﴿ وَاَصْلَحُوْا ﴾ اور اپنی اصلاح کرلیں۔ ﴿ وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ ﴾ اور مضبوطی سے تھام لیں اللہ کی رسّی کو یعنی اللہ کے دین کو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کو دِلجمعی سے پکڑلیں اور اُس پر عمل کرنے کا عزم کرلیں۔ ﴿ وَاَخْلَصُوْا ﴾ اور خالص کرلیا۔

﴿ دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ ﴾ اپنا دین ربِّ تعالیٰ کے لئے۔ بتایا جارہا ہے کہ مانا مُنافقین نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے میں، اور شمعِ اِسلام کو گُل کرنے میں۔ لیکن رَبّ کی شانِ کریمی تو دیکھئے! درِ توبہ کُھلا ہے۔ سچے اَنداز سے دل کی گہرائی اور خلوصِ عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گُناہوں کی معافی طلب کرلو تو معاف کردیئے جاؤ گے۔ جو ''توبۃ النصوح'' کرلے، اصلاحِ نفس کرلے، اللہ پر کامل ایمان رکھ کر توکل کرے اور خالص رضائے باری تعالیٰ کی خاطر دینداری اختیار کرے تو وہ جہنّم میں پھینک دیئے جانے کی بجائے بہشت میں اہلِ ایمان کے ساتھ ہوگا۔

﴿ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ﴾ اگر تم شکر گذار ہوگے حق تعالیٰ کے، شُکر کے اصل معنی اعتراف نعمت کا اظہار اور احسان مندی کے ہوتے ہیں ایک محسن کے مقابلے میں احسان مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی خلوصِ دل سے اُس کے احسان کو تسلیم کرے اور اقرار زبان سے کرے اور عمل کے ساتھ احسان مندی کا عملی ثبوت دے انہی تینوں اُمور کے مجموعہ کا نام شکر ہے۔

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا ﴾ اور ہے اللہ تعالیٰ قدردان / قدر شناس اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ جو شکر کرے گا وہ قدر کرے گا جو دل کی گہرائی اور خلوص دل سے ایمان لائے گا وہ اس کو جان لے گا اور اس کے مطابق بہترین اَجر سے سرفراز کیا جائے گا۔

تَشرِیح وتَوضِیحات، آیت ۱۴۲ تا ۱۴۷

آیت ۱۴۲ میں اظہار بیان ہے کہ مُنافقین اس نکتہ میں مُنہمک ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کے لئے چالبازیاں کررہے ہیں ادائیگی نماز جو دین کا ایک اہم رُکن اور فرض ہے اس کی پابندی ادائیگی میں سُستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ عبادت کی نیّت اور خلوص کے ساتھ ادا نہیں کرتے، دل ایمان کی روشنی سے محروم ہو تو نماز میں دل نہیں لگتا، نماز بھی صرف ریاکاری اور دکھلاوے کے لئے پڑھتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو دامِ فریب میں مُبتلا کیا جائے۔ سورۃ البقرہ آیت ۴۵ پارہ الٓمّ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ

''اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر عجز و انکساری کرنے والوں پر بھاری نہیں۔''

مُنافقین پر عشاء اور فجر کی نماز بہت بھاری تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ وَالصَّلٰوةُ الْفَجْرِ۔

''مُنافق پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے زیادہ بھاری ہے۔'' (بحوالہ صحیح بخاری، مواقیت الصلوٰۃ، صحیح مسلم شریف، کتاب المساجد)

دوسری بات یہ ہے کہ مُنافق اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور کبھی کریں بھی تو بہت ہی کم۔

آیت نمبر ۱۴۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ترک تعلق کر کے کافروں سے رَسم التفات بڑھانا اور دوستی قائم کرنا علامت ہے نَفاق کی اور مُنافق کا شیوہ عمل تو یہ ہے کہ تذبذب کا شکار ہیں۔ مُنافقین تو عالم حیرت اور عالمِ پریشانی میں گرفتار بلا ہیں۔ نہ تو ان کو عظمت اسلام پر طمانیت قلب ہے اور نہ کُفر پر۔ کبھی ایک طرف جُھکاؤ ہے تو کبھی دوسری سمت۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ربّ جلیل جس کو گُمراہی اور ضلالت میں مُبتلا کرنا چاہے تو بھلا اس کو نجات کی راہ کیسے مل سکتی ہے۔

آیت نمبر ۱۴۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے ایمان والو! مؤمنوں سے رسمِ تعلقات توڑ کر کافروں سے عہد و پیمان رسمِ اُلفت مت بڑھاؤ۔ اگر تمہاری دوستی کے اس معیار میں کُفار تمہارے ساتھی اور دوست ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مَعصیّت میں مُبتلا ہو رہے ہو اور حکم عُدولی بھی کر رہے ہو اور تم تو خود اسباب مُہیّا کر رہے ہو، کہ باری تعالیٰ تمہیں بھی سزا دے سکے۔ جو حدودِ تعلقات اور میزان شریعت مطہرہ متعیّن کر رہے ہیں اُن سے تجاوز کرنا یا بڑھ جانا خود موردِ الزام ہوتا ہے۔ مُنکرین حق رکافروں کے ساتھ مراسم رکھنا، مُنافقت کی ایک واضح دلیل ہے۔ اگر اس کے بعد، تم پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی گرفت آئے اور ربِّ جلیل کوئی سوال کریں تو تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۱۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُنافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجات میں ہوں گے۔ بہشت میں درجات بلندی کی طرف جاتے ہیں اسی طرح دُوزخ کی سزائیں اور عذاب نیچے کی سمت جائیں گے اور بڑھیں گے۔ اور نیچے کا ہر درجہ سخت سے سخت ہوتا جائے گا اور مُنافقین کی سزا یہ مقرّر ہوگی کہ انہیں سب سے نیچے درجات میں کافروں سے زیادہ سختی کا عذاب دیا جائے گا۔ وہ کافر تو کھلے ہوئے تھے اور یہ مخفی کافر میں ان کا شمار ہوگا اور کس میں ہمّت اور جراُت ہوگی کہ اُن کی مدد کر سکے۔ اُن کا نہ تو کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔ اِن مُنافقین کا نچلے درجہ کا طبقہ ''ھاویہ'' ہوگا۔

آیت نمبر ۱۴۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو مُنافق اپنے نَفاق سے سچی توبہ کر لے اور اپنے نامۂ اعمال میں درستگی پیدا کر لے اور رَبّ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو دل و جان اور اخلاصِ نیّت اور ایمان کی حقیقی کیفیّت میں اپنے آپ کو شامل کرے، اللہ پر توکل کرے، فریب اور ریاکاری سے اپنا دامن پاک رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے۔ دین و دُنیا میں اہلِ ایمان کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو بڑا اَجر ملنے والا ہے۔ اُن کے ساتھ اس کو بھی ثواب اور صلہ عظیم ملے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نَفاق سے سچی اور خلوصِ دل سے توبہ کی جائے۔

آیت نمبر ۱۴۷ میں اظہار بیان یہ ہے کہ رَبِّ جلیل نیک امور سرانجام دینے والوں کا قدردان بھی ہے اور کام سے بڑھ کر انعام دیتا ہے۔ رَبّ کو سب کچھ معلوم ہے وہاں دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ سیدھے اطاعت کی روش اختیار کی جائے گی تو کام ہوگا ورنہ نہیں۔ جو خلوصِ نیّت سے نیک عمل سرانجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم خاص سے اسے مَبرور فرماتا ہے۔ بھلا اللہ سے کون سی بات پوشیدہ ہے۔ وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

مضامین پارے سے متن پڑھیں

پارہ پنجم والمحصنٰت کے مطالعۂ مضامین کی روشنی میں سورۃ النسآء آیت ۲۴ تا ۱۴۷

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

اور (حرام ہیں) شوہر والی عورتیں مگر کافر کی (وہ عورتیں) جو تمہارے ملک میں آ جائیں

سورۃ النساء دوررس اصلاحات پر مشتمل اور اسلامی تعلیمات خصوصاً تعلیم نسواں، آداب نسواں حقوقِ نسواں کی اصل ترجمان ہے

الحمد للہ! اللہ ہے، کی سب سے بڑی دلیل خود میرا اپنا وجود ہے مجھے زندگی میں جو کچھ عطا ہوا، رزق، اولاد، عزت، قلم بیان یہ سب اللہ سُبحانہٗ کے انعامات ہیں یہ سب کچھ انعام و اکرام اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا، یقین جانئے یہ کہنے پر حق بجانب ہوں کہ میں نے اپنے وجود سے اپنے رَبّ کو پہچانا ہے، یہ میرے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھے مضامین قرآن کے مطالعہ کی سعادت ملی، یہ اللہ تعالیٰ کا لُطف بے پایاں اور رَحمت للعالمین کی کرم گُستری ہے کہ پارہ پنجم وَالْمُحْصَنٰتُ پر مطالعہ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے. جی چاہتا ہے عرض کرنے کی جسارت کر دوں، جس طرح زمزم صدیوں سے اُبل رہا ہے اور اُس کا پانی ختم نہیں ہوتا، اسی طرح قرآن کی عظمت اور عشقِ نبی ﷺ کے تذکرے کی حد یا کنارہ جسے نہیں، ہم جیسے جو کچھ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں اپنی بخشش کے لئے لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ذکر کو ہمارے قلم و زبان کی احتیاج نہیں، حاجت مند ہم ہیں کہ اُن کے ذکر سے اپنی دُنیا سنوارتے اور آخرت کا توشہ پاتے ہیں، میرے چمنِ خیال میں جو کچھ تھا، روشنی کے اس سفر کو تحریر کی شاخوں پر کھلا دیا ہے۔

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ﴾ پارہ پنجم میں سورۃ النساء میں مجموعی طور پر جن اُمور اور محرکات پر رسول اللہ ﷺ کی اُمت کو اور دیگر انسانوں سے خطاب ہے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد کے بعد یثرب / مدینۃ النبی کی اس سرزمین میں جو مسائل معرضِ وجود میں آئے۔ ان کی راہنمائی کی خاطر ان کی راہ، راہ ہدایت پر آنے کی ہدایات ہیں۔۔ خصوصاً مسلمانوں کی اجتماعی حیات کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کی تلقین ہے۔ خاندان کی تنظیم، نکاح و طلاق کے اُصول و ضوابط، معاشرتی آدابِ زندگی کی تکمیل میں عورت اور مرد کے تعلقاتِ باہم، اُن کا اصل مقام، اُن کی عظمت، اُن کے ساتھ ہی ساتھ یتیموں اور غلاموں کے حقوق اور ان کے ساتھ عدل اور انصاف کی تلقین، بقول شاعرِ مشرق:

ع　ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز　(اقبالؒ)

عدل و انصاف برقرار رکھنے کی خاطر مرد و زن کے تنازعات کی اصلاح کے طریقہ کار روشناس کرائے گئے۔ شراب کی پابندی کا حکم صادر ہوا۔ طہارت، پاکیزگی کے اُصولی ہدایات بتائی گئیں۔ مُنافقین فتنہ وفساد کی خبروں کو آشکار کر رہے تھے اُن کے سدِ باب کی تلقین کی گئی۔ میدان کارزار میں پانی فراہم نہ ہو سکے تو طریقہ تیمّم بتایا گیا۔ نماز قصر، نماز خوف اور لوگوں کے شر سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا۔ یہودیوں کی معاندانہ طرزِ عمل پر سخت گرفت ہوئی۔ اسلام اور رسومِ جاہلیت کی کشمکش اور کشائش میں اسلامی طرزِ فکر و عمل اور دعوت اسلامی کو فروغ دینے کی خاطر ہر گرُوہ اور فریق کے فرسُودہ اور رسوم قبیحہ پر گرفت کرتے ہوئے اسلام کی سہل اور حقیقت آموز قابل عمل تعلیمات کو عملی جامع کے طور پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی۔

دارالحرب سے دارالامن میں داخل ہونے سے نکاح فسق ہو گئے۔
مسلمان یا اہلِ کتاب میں ایسی صورت نکاح جائز ہے

ایسی عورتیں جو پہلے سے کسی کے عقد نکاح میں ہوں ایسی صورت میں انکا نکاح کسی دوسرے آدمی سے نہیں ہوسکتا البتہ پہلا شوہر طلاق دے یا انتقال کر جائے۔

اگر کسی عورت کا نکاح ہو گیا ہے اور جنگ میں اسیر ہو کر، قیدی کی صورت میں قبضہ میں آئیں، تو پھر اُن سے نکاح جائز ہے۔ کیونکہ دارالحرب سے نجات پا کر دارالاسلام میں داخل ہونے سے یا اُن کے نکاح فسخ ٹوٹ گئے۔ شرط یہ ہے کہ وہ مشرکہ نہ ہوں، خلوص دل سے مسلمان ہو جائے یا اہلِ کتاب، ہو تو ایسی صورت میں ان سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ ایک حیض گذر جائے۔

لکھتے رہے جنوں میں حکایاتِ خُونچکاں

اے صاحبو! اسلام نے جنگ کی صورت میں بھی کسی پر ظلم روا رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ مانا کہ جنگ انسانی معاشرے کا ایک ضروری عمل ہے۔ یہ بھی تسلیم کہ اس کے بغیر امن قائم نہیں، مگر کیا کیا جائے اقوامِ عالم قیامِ امن کے نام پر تباہی اور بَربادی کے سامان مہیّا کرتی ہے۔ اصل مقصود لوگوں کو غلامی کی طرف لے جانا ہے اور اُن کے حقوق غصب کرنا ہے۔ پھر غلام پابندِ سلاسل ہو کر کہتے ہیں۔ ع

رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے

جب کوئی قوم کسی قوم پر نصرت پاتی ہے تو تاریخ عالم کے وہ صفحات آج بھی داستان رقم کر رہے ہیں اور کہنا پڑتا ہے

فیض کی زبانی: ''لکھتے رہے جنوں میں حکایتِ خُونچکاں''

اے راہِ حق کے طلب گارو! مگر حقوقِ انسانی کا علمبردار اسلام نے تو سرے سے لڑائی کی اجازت ہی نہیں دی، بلکہ جنگ کو جہاد کی عظمت میں سُمو کر دنیا کے دروغ گو رُجھوٹے خدائی کے دعویدار کا علَم بغاوت اور ظلم مٹا کر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے قانون پر عملی طور پر عمل کرنے کی تلقین کی۔

اسلام کی انقلابی تبدیلی پر ایک نظر تو ڈالئے! اسلامی فوج کا کوئی مرد مجاہد کسی ایسے شہری سے تعرض نہ کرے جو شمشیر بکف نہ ہو سکے۔ کسی زَرخیز کھیت کو نہ اُجاڑہ جائے تاکہ دہقان کو روٹی میسّر آ سکے۔ عورت، ضعیف مرد اور بچے، عبادت گاہوں میں مصروف لوگوں کو فوج کی کاروائی سے محفوظ رکھا جائیگا۔ کوئی مسلمان مرد مجاہد کسی عورت پر دست درازی نہیں کرے گا۔

اسلام نے جنگ میں کسی پر ظلم روا نہیں رکھا، اور نہ ہی کسی کو عصمت لُوٹنے اور نہ مال و زر لُوٹنے کی اجازت دی،

نکاح کے لئے مہر کی ادائیگی لازم ہے

اے راہ حق کے طلب گارو! سب عورتوں سے نکاح جائز ہے حق مہر کی ادائیگی کے ساتھ، عفت و عصمت کی حفاظت کی خاطر، صرف شہوت رَانی کے لئے نہیں! نکاح کے لئے مہر کی ادائیگی لازم ہے اگر کسی مرد و زن نے نکاح کر لیا باہمی مُفاہمت اور رضامندی سے تو بھی مہر مثل جو اُن کے خاندان میں اس سے قبل ہے واجب ہو جائے گا، البتہ اگر تھوڑا بھی ادا کیا جا سکتا ہے جسے شوہر چاہے اپنی مرضی سے اس میں مزید اضافہ کر سکتا ہے لیکن تخفیف نہیں کر سکتا، اگر عورت چاہے مہر معاف بھی کر سکتی ہے مہر مقرّر کرتے وقت زیادتی نہ کیا کرو۔

مُتعہ جاہلیّت کی رسم تھی!

اے طالبِ حسن و سُرور! انسانی معاشرت کی تعمیر ایک اہم فریضہٗ ہے ایک خاندان کی اَساس کی خاطر اور اِس کی تعمیر نو کی خاطر پوری محنت سے کام کرنا پڑتا ہے، ہرگز جائز نہیں کہ جنسی خواہش کی تکمیل کو اور تسکین کی آگ کو سرد کرنے کے لئے کسی سے اُجرت پر معاملہ طے کر لیا جائے، اسلام میں اس کی قطعی اجازت نہیں، جو نکاح محدود مدت کے لئے عمل میں لایا جاتا ہے نکاح میں نہیں ہوتا یہ اسلام سے پہلے کا رواج تھا متعہ رسمِ جاہلیت تھی۔ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ اپنے مال کے ذریعہ حلال عورتیں طلب کرو۔

مال خرچ کر کے زنا کا فعل بد کے لئے عورتیں تلاش نہ کرو

اے اہلِ آرزو! یہ اچھی طرح جان لو! عورتوں کی تلاش عِفت و عصمت کے لئے مخصوص ہے اور نکاح کے ذریعہ ان کو حاصل کرو، مال خرچ کر کے زنا کا فعلِ بد کے لئے عورتیں تلاش نہ کرو غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ کا اضافہ کر کے زنا کی ممانعت کا کا اعلانِ عام ہے اور اِس طرف لطیف اشارہ ہے کہ زنا میں اظہار شہوت ہے اس سے نسل انسانی کا اضافہ

مقصود نہیں ہوتا اس لئے مسلمانوں کا فرضِ منصبی تو یہ ہے کہ پاک دامن رہنے کے لئے بقائے نسلِ انسانی کی بقا اور اضافے کی خاطر اپنی قوّت اور توانائی برمحل استعمال کرتے جس کا بہترین وسیلہ مِلک عقد اور نکاح ہے۔

نُزولِ قرآن سے قبل کی بات ہے رسمِ غلامی، گیتیِ کائنات میں پھیلی ہوئی تھی!

اے طالبِ حسن وعشق! جس کو اس امر کا مُقدّ ور نہ ہو کہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے اور مہر کی ادائیگی کی حیثیت نہ ہو تو بہترین طرزِ عمل یہ ہے کہ کسی مسلمان کنیز سے عقدِ نکاح کی سبیل تلاش کی جائے کیونکہ اس کا مہر قدرے کم بھی ہوتا ہے اور دیگر اخراجات آزاد عورت کے مقابلے میں کم ہوں گے۔

کون نہیں جانتا، نُزولِ قرآن سے قبل کی بات ہے رسمِ غلامی، گیتیِ کائنات میں پھیلی ہوئی تھی، طاقتور قوم کا یہ انداز تھا کہ دوسروں کو اَسیر بنا کر وحشیانہ برتاؤ یہ قرآن کی عظمت کا پیغام تو دیکھئے دو اصلاحات، بروئے کار کو رسم غلامی کے سلاسل کو توڑا، دستورِ غلامی کا اطلاق صرف اسیر جنگ تک محدود کر دیا گیا اگر کوئی بات مصالح جنگ میں رکاوٹ نہ بنی تو فدیہ لے کر اور احسان کر کے اس کو آزاد کر دیا، اور اصلاحی پہلو کا ایک رُخ یہ ہوا کہ باندی اور کنیز سے نکاح کر کے ایک طرف بدکاری کا داغ مٹا دیا اور اس کا تدراک ہوا اور دوسری جانب ان کا رتبہ آزاد عورتوں کے مُساوی کر دیا گیا اور ان کو اولاد کے حقوق ملے جو آزاد زوج کے لئے تھے لیکن ایسی اصلاحات اور احکامات سے وہی لوگ فیض یاب ہوئے جن کے قلبِ حزیں پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہا۔

ہمارے لئے درِ توبہ کُھلا ہوا ہے، شریعت کے اُحکام سہل بھی ہیں اور آسان بھی!

اے اہلِ حسن وعشق! یہ تو باری تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ ہم پر کوئی بوجھ ڈالنا پسند ہی نہیں فرماتا، یہ ربِ جلیل کی عنایت کرم کا احسان ہے کہ ہمیں سلامتی کے راستے پر گامزن کئے ہوئے ہے ہم سے قبل پہلی اُمتوں کا حال احوال یہ ہے کہ گُمراہی کی راہ پر چلے، نصیبِ دشمناں ہلاک ہوئے مگر ہمارے لئے ''درِ توبہ'' کُھلا ہوا ہے شریعت کے احکامات سہل بھی ہیں اور آسان بھی، باری تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے، شریعت میں تنگی نہیں فرمائی جن محرکات کا حکم ہمیں دیا گیا ہے یہ پہلے بھی نہ حلال تھیں اور دینِ حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام میں حرام تھیں حلال اور حرام کا حُکم کُلیّہ پہلے بھی موجود تھا یوں کہئے کہ اکلِ حلال کی تاکید ہے قتل کی ممانعت ہے جو ظلم وجُور سے باز نہ آئے اور ناحق داروں کا مال ہڑپ کر جائے تو اس کا ٹھکانہ جہنّم کی آتش فروزاں ہے معاشرتی برائیوں سے نجات پانا، اعتدال کا رویّہ اختیار کرنا اور حقوق کی ادائیگی ہی عظمتِ انسانی کی علامت ہے اور بنی نوع کا مرتبہ اور مقام فرشتوں سے بلند تر ہے بقول غالبؔ

فرشتوں سے بہتر ہے انساں ہونا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

اے صاحبِ آرزو! یہ بات ذہن کے گوشے میں رہے کہ عالمِ بالا کی لطافتوں کی طلب کے لئے جہاں عبادات لازمی ہیں وہاں معاملات کو بھی بہت دخل ہے تعمیرِ جسم وجاں کے لئے حلال ذرائع سے رزق کا حُصول بہت ہی لازم ہے

اگر معصیت اور گناہ سے اجتناب کیا جائے خصوصاً گناہ کبیرہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عطائے بخشش کا وعدہ ہے ہر گناہ بنیادی طور پر گناہ ہے گناہ صغیرہ اس لئے موسوم کیا گیا کہ دیگر گناہوں کی نسبت کم ہوتا ہے ورنہ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ گناہ ہر نوع گناہ ہے معمولی معمولی لغزشیں عبادت سے معاف ہو جاتی ہیں۔

حرص، حسد اور رشک کی بھلا کیا ضرورت ہے!

اے طالبِ حُسن وسرور! جس امر پر اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے اس کی حرص مت کر وحسد اور رشک کی بھلا کیا ضرورت ہے حسد اور رشک سے دنیا کا سکون تو گیا ہی گیا ساتھ ہی ساتھ آخرت بھی ضائع ہوگی مردوں کو اپنے اعمال کے کئے کا اجر ملے گا اور عورتوں کو اپنے اعمال کی جزاء ملے گی۔

حرص، حسد، رشک، بغض سے کارزارِ ہستی میں فتنہ فساد پھیلتے ہیں باری تعالیٰ کائنات کے لیل ونہار کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی حکمت اور تقاضائے مصلحت کے پیش نظر تمام بنی نوع کو ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ مختلف جہت میں ان میں امتیاز کو برقرار رکھا، اس کی واضح مثال مشرق اور مغرب کے نظام معیشت ہے

قرآن نے نوید دی، حق تعالیٰ نے نوعِ بشر کو عورت اور مرد کی جنس میں منقسم کیا ہے!

اے صاحبِ حُسن وعشق! یہ کہنا پڑتا ہے وثوق کے ساتھ نزولِ قرآن حمید سے قبل دنیا اس عقیدہ باطل میں آبِ گم کی طرح گم تھی کہ کاملِ انسان کی ذات کا پہلو صرف مرد کی ذات میں ہی نمایاں ہے۔ عورت کا کوئی اپنا مستقل وجود ہی نہیں۔ وہ کائنات رنگ وبو میں اس لئے معرضِ وجود میں آئی ہے کہ مردوں کی ذات کے لئے ایک کھلونا بنی رہے اور مرد کی خاطر اپنا وجود ہی فنا کر دے۔ لیکن قرآن نے نوید دی کہ باری تعالیٰ نے نوعِ بشر کو عورت اور مرد کی جنس میں منقسم کیا ہے۔ ان دونوں کا اپنا وجود اپنا اپنا عمل اور اپنا اپنا تشخص ہے۔ زم گاہ بزم میں اپنے دائرۂ عمل میں اپنے اپنے اعمال رکھتے ہیں۔ دونوں کو خُوب سے خُوب تر کی تلاش ہے۔ جس طرح ایک جنس کی احتیاج ہے دوسری جنس کو بھی ویسے ہی طلب ہے۔ عائلی زندگی کے نظام کے لئے دونوں کا برابر وجود ہے اور دونوں باہمی طور پر اجتماعی زندگی کی تشکیلِ نو کرتے ہیں۔ علم کی فضیلت کی راہیں دونوں کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے حصے الگ الگ ہیں رحلت کرنے والے کے مال میں دونوں کا حصہ ہے۔ گفتگو کا ماحصل یہ کہ ہر مرد اور عورت جو کچھ چھوڑ جائیں گے اُن کے وارث ان کے والدین اور دیگر قریبی اعزاء اور رشتہ دار ہوں گے۔

مرد کو عورت پر تخلیقی لحاظ سے ایک گونہ تو فضیلت حاصل ہے!

اے صاحب حُسن وعشق! ربِ جلیل نے تخلیقی اور وہبی انداز پر بعض کو بعض پر فوقیت عطا کی ہے آپ کو تو علم ہے کہ مرد کو عورت پر تخلیقی لحاظ سے ایک گونہ فضیلت حاصل ہے جسم وساخت کی نوعیت سے مرد کی وجاہت کچھ اور ہے اور حسین وانداز زیبائی اور دلربائی کے لحاظ سے عورت کی معصومیت کا دائرہ کار کچھ اور نوعیت کا ہے نزاکت کا پہلو، انداز دل کشی اور رعنائی حسن وجمال کا محور مرد سے الگ ہے۔ مرد کی ذمہ داری، اور حفاظت اور پرورش وتربیت کی ہے

''بما انفقوا من اموالھم'' کا تقاضہ تو اظہار کر رہا ہے نان ونفقہ کی تمام تر ذمہ داری مرد کی ہے اور عورت کا فرض منصبی ہے کہ وہ اندرونِ خانہ، مال وآبرو، عفت اور اولاد کی محافظ ہے، گویا بات یہ ہوئی کہ خاندان جس وحدت کو کہا جاتا ہے وہ ایک چھوٹی سی ریاست کا نام ہے جس کی بقا وقیام کا ضامن مرد بحیثیت سربراہ کے ہے گویا مرد طبعًا حاکم کہلائے گا اور مشکل سے مشکل فرائض کی تکمیل اس کی ذمہ داری ہے اور عورت کے ذمے سہل اور آسان اُمور ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ بقائے انسان کی تکمیل میں اس کا اہم فریضہ یہ ہے کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو بقاء ودوام عطا کرتی ہے گویا عورت کے بعض فضیلت کے پہلو ہیں، عورت اطاعت شعار ہے اور اپنے قوام کی تابعداری بجالاتی ہے خاوند کی عدم موجودگی میں اُس کے راز اُس کے مُفادات اور اُس کی عزّت وناموس کی محافظ ہے اگر عورتیں غفلت سے کام لیں تو مرد کا فرض ہے کہ کبھی نرم، رویہ اختیار کرے اور کبھی سختی کی راہ اپنا کر معاملات کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔

گھریلو اُلجھنوں کو نمٹانے کے لئے مُنصف مقرّر کرنے کا حُکم ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو! مانا کہ مغرب زدگی کی علامت کے طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ بعض سرکش عورتیں، مرد وزن کے ضابطۂ اصول پر مساوات کے پہلو کو نظر انداز کر کے عورت بن کر رہنا پسند نہیں کرتیں تو اُن کا یہ عمل صالحات نہیں فاسقات میں شامل ہے اگر کوئی عورت سرکشی کی راہ فرار اختیار کر کے خاندانی حصار کو توڑنے میں منہمک ہو جائے تو اندیشہ ہے کہ زن وشوہر میں مخالفت اور ضد کا عنصر غالب رہے تو گھریلو اُلجھنوں کو نمٹانے کے لئے منصف بنانے کا حُکم ہے منصف کی یہ ذمہ داری ہے کہ حسن نیت اور تدبیرِ حسن میں سعی سے کام لے کر نزاع زوجین کو رفع کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے اور دونوں میں مصالحت اور موافقت پیدا کرے۔

اسلامی طرزِ معاشرت کی تعلیم وتربیت کا تقاضا یہ ہے کہ شفقت اور احسان کا سلوک اپنایا جائے

اے طالبِ حسن وسرور! اسلامی طرز معاشرت کی تعلیم وتربیت کا تقاضا ہے کہ شفقت، مروت۔ اور احسان کا سلوک اپنایا جائے سب سے اول تو اللہ کا حق ہے اور اس حق کی تکمیل اور ادائیگی کا دار ومدار دوسرے حقوق پر ہے اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ بندوں کے حقوق کیونکر ادا کرے گا، اللہ کا حق تو یہ ہے کہ حق بندگی کی تکمیل کی جائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور شرک کی نفی کی جائے اگر کسی دوسرے کو اللہ کی عبادت میں شامل کیا جائے تو یہ عبادت باطل ہو جائے گی پھر یہ کہنا پڑے گا۔ بقول غالب

''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''

اللہ تعالیٰ کے حقُوق کی ادائیگی کے بعد، والدین، عزیز اقارب، مساکین اور یتیموں ں کے ساتھ حسنِ سلوک قائم کرنا ہے پڑوسی کے حقوق کا خیال، رَاہ گیر کے ساتھ ہمدردی۔ کنیز اور غلام کے ساتھ حسنِ مساوات کرنا چاہیے تکبر اور بُخل سے اِجتناب کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ رزق اور ثروت عطا کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا چاہیئے

اے صاحبِ حُسن و عشق! تکبر اور خودستائی ایسی خطرناک علامت اور صفت ہے کہ جو حضرت انسان کو قدم قدم پر کُفر کی طرف مائل کرتی ہے اور کافروں کے لئے ربِّ جلیل نے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے چنانچہ اللہ نے جو کچھ رزق اور ثروت عطا کی ہے اس کو راہِ خدا میں صرف کرنا چاہیئے نام و نمود سے اجتناب برتنا چاہیئے کیونکہ انفاق کا سودا خسارے کا سودا نہیں ہے ایمان باللہ ہی ایک نعمت عظیم ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب لگتا ہے کہ ایمان بالآخرت ہی انسانی معاشرے اور تہذیب کی اصلاح کا اساسی عنصر ہے اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ ہو تو حیات جاوداں، لذت کائنات سے محروم ہو کر جہنّم بن جاتی ہے ربِّ کریم تمام تر لوگوں کے احوال سوچ اور عمل سے بخوبی واقف ہے کوئی تخیّل احساس یا حرکات وسکنات اس کی ذات سے مخفی نہیں ہے۔ ایمان کے بغیر اطاعت باری تعالیٰ سے دور رہ کر کوئی کاوش، مثبت نتائج کی متحمل نہیں ہو سکتی ربِّ جلیل نے انسان میں ایسا شعور بیدار کر دیا ہے کہ وہ اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

انسان بھی کتنا خوش نصیب ہے کہ راہ اپنانے کے طریقہ کا اختیار اُس کو ہے

اے اہلِ آرزو! ربُّ العالمین کی شانِ کریمی تو دیکھئے کہ خطا پر سزا تو بقدر خطا ہو گی لیکن وائے خوش بختی کہ فرمانبرداری پر اُجر دوگنا زیادہ ہے یہ عطائے خاص ہے ربِّ کریم کا، رسول اللہ ﷺ اپنی اُمّت پر اس بات کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے میری دعوت کو تسلیم کیا تھا اور میری فرمانبرداری میں اپنی متاعِ عزیز کو لگائے رکھا، اور میرے ہی ذریعہ اُن تک کلام اللہ پہنچا اور باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اُمّت کو اُمّت وسط سے موسوم کیا ایسی صورتِ حال میں کافروں کا کذب عیاں ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرّہ کے برابر بھی ضائع نہیں کرتا ان کُفّار پر جو عذاب ہو گا وہ ان کی بداعمالی کا نتیجہ ہے۔

نبیٔ اکرم ﷺ سابقہ نبیوں کی صداقت پر گُواہی دیں گے

اے راہِ حق کے طلب گارو! قیامت کے روز ہر اُمّت پر اس کے نبی سے گُواہی لی جائے گی جس کی دو اشکال مذکور ہیں پہلی بات تو یہ کہ ہر اُمّت پر اس کا نبی اس بات کی شہادت دے گا ان تک دعوت حق ردعوت توحید پہنچی تھی اور کس نے اس کو تسلیم کیا اور کون کون انکاری رہے کُفّار تو پھر انکار کے مرتکب ہوں گے جس پر نبیوں سے سوال ہو گا، ہر اُمّت میں سے اُن کا نبی ربِّ جلیل کی بارگاہ میں شہادت دے گا اے باری تعالیٰ ہم نے آپ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچا دیا تھا اس پر نبی اکرم ﷺ سابقہ نبیوں کی صداقت پر گُواہی دیں گے! اے باری تعالیٰ یہ سچے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی اُمّت پر اس بات کی گُواہی دیں گے کہ انہوں نے میری دعوت حق پر لبیک کہا اور میری اطاعت کی۔

اے صاحبِ حُسن و عشق! ذرا غور تو کرو یوم قیامت اُن پر کیا گذرے گی جب کہ ہر ایک اُمّت کا نبی اپنی اُمّت کے

والمحصنٰت (۵) سورۃ النساء رکوع ۶ آیت ۳۶ تا ۴۲ کا خلاصہ

اچھے اور بُرے اعمال پر بطور گواہ پیش ہوگا اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنی اُمت پر بطور گواہ، گواہی دیں گے، اِن کُفّار اور مُشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی عدالت میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے کُھلے کُھلے مُعجزات کو دیکھ کر تکذیب کی ''یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' میدانِ حشر میں کافروں کی بدحالی کا بیان اس انداز میں کیا گیا ہے کہ اس وقت وہ تمام لوگ جنہوں نے رسول کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور نافرمانی پر کمربستہ رہے ایسی پریشانی اور پشیمانی کی کیفیت میں ہوں گے اور بطور حسرت ویاس کہیں گے اے کاش! زمین پھٹ جاتی، ہم زمین کا پیوند بن گئے ہوتے، وائے افسوس! ہم اس زمین میں دھنس کر مٹی ہو گئے ہوتے تو اس بڑے عذاب سے ہمیں نجات مل جاتی۔

اقامتِ الصلوٰۃ کا اہتمام اور انصرام جانی و مالی احکامات کی تکمیل کے لئے سہولت کا مُوجب ہے

اے طالبِ حسن وعشق! معاشرتی زندگی کی تکمیل اور تعمیل اگر اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ براہوتا ہے تو تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے تزکیۂ نفس کے لئے اوّلین عمل نماز ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت سے ایمانی اُخوت اور ایمانی نُور کو تقویت ملتی ہے اقامت الصلوٰۃ کا اہتمام اور انصرام جانی ومالی احکامات کی تکمیل میں سہولت کا مُوجب ہے عبادت میں یکسوئی اور خشوع خضوع راہِ حق کے طالب گاروں کو عملی زندگی کے معاملات میں اور اخلاقی مشکلات میں آسانی کا سبب بنتی ہے نماز کے شرائط اور آداب کا تقاضا تو یہ ہے کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جایا جائے کون نہیں جانتا کہ عرب کے لوگ صدیوں سے شراب نوشی کے عادی تھے اس لئے بتدریج حالت نشہ میں اور جنابت میں نماز سے دور رکھنے کے احکامات صادر ہوئے اور بتایا کہ غسل کر کے تمام بدن کو خوب پاک کرلیا جائے اور اگر پانی دستیاب نہ ہو سکے یا حالت سفر ہو یا مرض کی شدت ہو تو وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کے احکامات صادر ہوئے۔

تیمّم کا حُکم ایک انعام ہے جو اُمّت مسلّمہ کی خصوصیات ہے

اے طالبِ حُسن وسرور! اللہ تعالیٰ کا کس قدر کرم اور احسان ہے کہ وضو اور طہارت کے لئے تیمّم کی اجازت دے دی کس قدر سہولت ہوگی کہ زمین اور مٹی ہر جگہ موجود ہے تیمّم کا حکم ایک انعام ہے جو اُمّت مسلمہ کی خصوصیات ہیں اس اُمّت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام کائنات کی سرزمین کو مسجد قرار دے دیا گیا اس اُمّت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اِس کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں۔

اسلام کا کمالِ اعجاز ایک ایسا طرزِ زندگی ہے جو ہر قوم کے لئے ہر زمانے میں قابل عمل ہے

اے اہلِ آرزو! ربِّ جلیل نے تو یہودیوں اور اہلِ کتاب کو بھی اپنے کلام کا کچھ حصّہ عطا کیا تھا لیکن صد افسوس کہ انہوں نے ان احکامات کو اپنی خواہش نفس اور بے عملی کی روش اختیار کر کے اور غلط تاویلات میں مُبتلا ہو کر ''فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں'' کے مِصداق اس کو عقائد کی فلسفیانہ طرزِ عمل تک محدود کر دیا اور دین کے عملی تقاضوں سے

دور سے دور تر ہو گئے یہودی جو پہلے مسلمان تھے اصل راہِ ہدایت سے منحرف ہو گئے۔

اے طالبِ حُسن و سرور! مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کی خاطر، صداقت اور پیکر اخلاق کے ساتھ باری تعالیٰ کے احکامات پر کار بند ہونا چاہئے یہودیوں کی شقاوت پر نظر رکھئے تو پتہ چلتا ہے کہ جب یہ رسول اللہ ﷺ سے ملتے ذو معنی کلمات کہتے، جس سے شانِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کا عنصر ہو تا بات کچھ ہوتی اس کا مفہوم کچھ لیتے یہ تمام تر اندازِ تکلم کی اُن کی باطنی انداز فکر کا نتیجہ تھا اُن کے اِسی کُفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت بھیجی اور پھر کیا ہونا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سے دور تر ہو گئے۔

صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے!

اے صاحبِ آرزو، بالآخر اہلِ کتاب کو دعوتِ حق کی تلقین کی جا رہی ہے کہ وہ قرآن اور احکام قرآن کو مان لیں، قرآن حمید، اُن کی اپنی کُتب سماوی کی تصدیق کرنے والی ہے بھلا اُن کو خبر ہی نہیں ہے کہ اگر وہ دینِ حق کی مخالفت سے باز نہ آئے تو اُن کے چہرے مسخ کر دیئے جائیں گے جس طرح ہفتہ کے دن اصحابِ سبت کے ساتھ معاملہ ہوا، جس کا ذکر سورۂ اعراف میں موجود ہے۔

"ربِّ جلیل اپنی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنے والے کو معاف نہیں کرتا"

یہ ظُلم عظیم ہے کہ کسی کو باری تعالیٰ کی طرح غیب دان، تسلیم کرنا قرآن حمید نے اس گُمراہی کو شرک سے تعبیر کیا ہے اگر کسی نے شرک سے توبہ نہ کی اور ایسی حالت میں آغوشِ موت میں جو آ گیا وہ ہمیشہ کے لئے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔

مُشرک کی بخشش نہیں! اس کی سزا دائمی ہے

اے اہلِ آرزو، مُشرک کی بخشش قطعی نہیں اس کی سزا دائمی ہے البتہ شرک کے علاوہ جو گُناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سب قابل مغفرت ہیں اللہ تعالیٰ جس کو جو چاہے بخش دے یہ بات کیسی تعجب خیز ہے کہ باوجود اِرتکاب کُفر اور شرک کے اپنے آپ کو رَبّ کا رفیق بناتے ہیں یہودی جو کہ مشرک ہیں وہ مَغفرت کی توقع نہ رکھیں۔

اہلِ یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو! اہلِ یہود کی شرارت اور فتنہ پردازی تو دیکھئے! حضور اکرم ﷺ سے ان میں عداوت کا جذبہ بیدار ہوا تو مشرکینِ مکہ سے رابطہ قائم کیا ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر بتوں کی تعظیم کی اور کہنا شروع کیا تمہارا مذہب مسلمانوں کے دین سے افضل ہے اس عناد اور بغض وحسد کا سبب یہ تھا کہ نبوت اور دین کی عظمت ہمارے علاوہ دوسروں کو کیوں مل گئی گویا جنہوں نے اہلِ کتاب ہو کر بتوں کی تکریم اور کُفر کو طریقہ دین اسلام سے بہتر بتایا اس لئے اہلِ یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے یہود کو دنیا میں بھی صعوبتیں اٹھانی پڑیں اور آخرت میں بھی عذاب میں مُبتلا ہوں گے۔

یہود کا گمان تو دیکھئے نبوت اور دین کی سرداری کو اپنی میراث سمجھ بیٹھے اخلاقی پستی کا یہ عالم کہ اہلِ کتاب ہو کر بھی

جبت وطاغوت پر ایمان رکھتے ہیں ربِّ جلیل نے ارشاد فرمایا سلطنت عنان حکومت اور سرداروں میں اُن کا کوئی حصّہ مختص نہیں اگر اہلِ سلطنت بھی ہو جائیں تو اُن کے بخل کا عالم یہ ہوگا کہ لوگوں کو قطعی طور پر رتی بھر خیرات بھی کرنے کے نہیں اب تو فیصلہ صادر ہو چکا، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ آلِ اسماعیل علیہ السلام کو کتاب حکمت و دانائی عطا فرما کر عظیم خلافت کا وارث بنائے گا، حضور اکرم ﷺ کا تعلق نبی اسماعیل سے ہی ہے۔

اے کافرو اپنا انجام تو دیکھو!

اے نورِ شوق کے متوالو! اہلِ یہود میں سے بعض نے دعوتِ اسلام کو قبول کر لیا اور وہ نعمتِ اسلام سے مشرف ہوئے اور بعض نے حق و باطل میں امتیاز نہ رکھا ایسے باطل پرست لوگوں کے لئے جہنّم کی دہکتی ہوئی آگ ہے عذاب نار کی کیفیت تو دیکھئے کہ عذاب کے لئے کافروں کی کھال بدل دی جائے گی! اُف اللہ! کُفّار کے عذاب میں نقصان اور تخفیف نہ ہونے کی وجہ سے اُن کی کھال کے جل جانے کے وقت دوسری کھال بدل دی جائے گی گویا کُفّار ہمیشہ کے لئے یکساں طور پر عذاب میں مُبتلا رہیں گے۔ ربِّ جلیل کی صفت یہ ہے کہ وہ حکمت والا ہے اہلِ کُفر کو سزا دینے میں باری تعالیٰ کو کوئی دشواری نہیں اور کُفّار کی یہ سزا حکمت کے عین مطابق ہے۔ اے کافرو! اپنا انجام تو دیکھو! رُسوائی ہی رُسوائی ہے۔

میرے چارہ گر کو نوید ہو، صفِ دشمنان کو خبر کرو!

اے طالبِ حُسن و سرور! اہلِ ایمان کو نویدِ مُسرت اور بشارت دے دی گئی ہے عملِ صالح اختیار کرنے پر مؤمن ہمیشہ بہشت میں رہیں گے اور اُن کے حصّے میں ایسی عورتیں ہوں گی جو آلائشوں سے پاک اور حیض سے مبرا ہوں گی۔

میرے چارہ گر کو نوید ہو! تو اے اہلِ ایمان کو خوش خبری کہ وہ صاحبِ ایمان ہیں اور صفِ دشمنان کو خبر کرو اہلِ کُفر کو خبر ہو کہ اگر وہ راہِ کُفر سے باز نہ رہے تو جہنّم کی آگ اُن کی منتظر ہے تمام کُفّار کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اس کی وضاحت سورۂ توبہ پارہ ۱۰ وَاعْلَمُوْٓا آیت ۱۷ سے ہوتی ہے۔

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ

''اُن کے اعمال اکارت اور غارت ہو گئے اور وہ دائمی طور پر جہنّمی ہیں۔''

قیامِ عدل و انصاف اور ادائیگی امانت کو اپنانا چاہئے اور تدارکِ نزاع کو اپنا شعار بنائیے

اے طالبِ حسن و سرور! اجتماعی زندگی کے فلاح و صلاح کا اصول تو یہ ہے کہ حق بات کو تسلیم کیا جائے اور جو جس کی امانت ہے اس کو دے دی جائے اور باہمی فیصلہ کرتے وقت قیامِ عدل و انصاف اور ادائیگی امانت کو اپنانا چاہئے اور تدارک نزاع [1] کو اپنا شعار بنائیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی جائے اور جو صاحبِ امر و اختیار ہو، اور دین پر قائم ہوں تو اُن کی اِتباع کو اپنا شعار بنایا جائے گویا عام معاملہ زندگی اور مسائل زندگی میں اور اختلافات کی

[1] ..... فساد ڈالنے سے بچا جائے نزع الشیطان اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیش آئے اور وہ شر پر اُبھارے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر و دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شر سے بچائے۔ (بحوالہ تفسیر کبیر)

صورتِ حال میں بھی قرآن اور سنت کی طرف حسنِ اخلاق اور آدابِ شریعت کے مطابق رجوع ہونا چاہیے۔

قرآن کا فیصلہ ہے اسلام صرف دعوٰی کا نام نہیں

رسول اللہ ﷺ کی پُر خلوص اطاعت کا نام ہے

اے اہلِ حسن و عشق! مُنافق کا اندازِ تکلّم تو دیکھیے! مُنافق کی تو یہ عادت ہے کہ زبانی ایمان کا دعوٰی کرتے تھے اور اُن کا طرزِ عمل اس کے برعکس تھا اس لئے ان کی مُنافقانہ روش کے نتیجہ میں وضاحت کر دی گئی جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے اور اُن کے فیصلہ پر یقین نہیں رکھتا وہ کسی بھی صورت مؤمن صادق نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا کُفر ہے قرآن کا فیصلہ ہے کہ اسلام صرف دعوٰی کا نام نہیں رسول اللہ ﷺ کی پُر خلوص اطاعت کا نام ہے بہر نوع شریعتِ مطہرہ کا فیصلہ تسلیم کرنا قیامت تک کے لئے ہے ایمان کی شرط یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو مانا جائے اس کو تسلیم کرتے وقت کسی قسم کی خلش اور تنگی کا احتمال نہ ہو اور لوگ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں اپنی متاعِ زندگی کو اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق گذارتے رہے تو اُن کی شانِ عالی مقام یہ ہوگی کہ نبیوں، صدیقین، شُہداء اور صالحین کی رفاقت عطا ہوگی مقامِ غور وفکر ہے سورۂ فاتحہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

''ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا''

صراطِ مُستقیم سے مراد وہ سیدھا راستہ ہے جس پر وہ لوگ چلے، جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ یومِ قیامت اُن لوگوں کے ہمراہ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔

اسلام، انسانی جذبہ اُخوّت کو بیدار رہنے کی دعوتِ عمل دیتا ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو! اگر تم قریب ترین راستے کے متلاشی ہو جس میں رَبِّ جلیل کا قُرب بھی ہے اور حضرت محمد ﷺ کا بہت زیادہ قُرب اور آپ ﷺ کی شفقت اور عنایت تو وہ ہے منزلِ راہِ حق میں جہاد اور قتال کی جو گیتی کائنات میں ایمان لانے اور جذبہ شہادت جن کے اندر موجزن ہے اسلام کا پیام امن سلامتی کا پیام ہے اسلام انسان میں جذبۂ اُخوّت کو بیدار رہنے کی دعوتِ عمل دیتا ہے کہ باہمی طور پر صُلح کے ساتھ اور پُر امن رہیں لیکن اہلِ کُفر ایسے مقاصد اور اغراض وخواہش کے متمنی ہیں کہ وہ مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کرتے ہیں یہ بات یار ہے کہ قرآن حمید نے جہاد کا حکم اس لئے دیا کہ مظلوموں اور بے کسوں کی عنایت اور حمایت کی جائے اس سے تلقین عمل بار بار جہاد کی ہے۔

اے نوردِ شوق کے متوالو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، اللہ تعالیٰ کے نظام عدل وانصاف کو قائم کرو اور اُس کو دائم رکھنے کے لئے جہاد فرض ہے۔

مؤمن راہ خدا میں جانِ حزیں سپُرد کرتا ہے اور کافر شیطان کی راہ میں!

اے اہلِ آرزو! جولوگ محض گیتی کائنات کی چند روزہ حیات فانی کی لذّت اور عیش وطرب کے لئے آخرت کو چھوڑ بیٹھے، انہوں نے صرف یہی نہیں کہ اپنا خسارہ کرلیا جولوگ آخرت کی حیاتِ جاودانی کے بدلے، دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور دین پر دنیا کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کے خلاف جہاد کرنا چاہئے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جنگ تو سب کرتے ہیں مگر اس سے مؤمن اور کافر کے مقاصد جُدا جُدا ہیں مؤمن راہِ خدا میں جانِ حزیں کو سپرد کرتا ہے اور کافر شیطان کی راہ میں لیکن یہ بات یاد رکھیے کہ طاغوتی اور شیطانی تدابیر کمزور ہیں جس کی وجہ سے مؤمن کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا ہے اس لئے مسلمانوں کو اہلِ کُفر سے لڑنے میں کوئی تامل نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ مؤمن کا مدد گار باری تعالیٰ ہے۔

موت کا آنا یقینی ہے موت ہر ایک کے واسطے مقدر اور مقرّر ہو چکی ہے

اے صاحبِ حُسن وعشق! موت ایک دن آکر رہے گی تم جہاں کہیں ہو موت آئے گی، موت کا آنا یقینی ہے موت ہر ایک کے واسطے مقدّر اور مقرّر ہو چکی ہے جب یہ بات عیاں ہے تو جہاد سے گریز بیکار بات ہے۔ ''یہ تھا دنیا کا عالم عالم اسلام سے پہلے'' کے مصداق اسلام سے پہلے لوگ قتل اور خون ریزی کے عادی تھے تعلیمات اسلام نے اُس کو روکا اور اعمالِ حسنہ کی تلقین کی اور تاکید کی، حکم صادر ہوا نماز کا اہتمام کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرو گویا ارکانِ اسلام پر عمل کرو نیکی کے کام اختیار کرو ہجرت کے بعد آمد مدینہ کے موقع پر جنگ کا حُکم صادر ہوا تو مُنافق اور وہ لوگ جو ایمان سے رَاسخ نہ ہوئے تھے جنگ سے آنکھیں چرانے لگے ان کی آرزو یہ ہوئی اے کاش! یہ حُکم نہ دیا جاتا گویا یہ جنگ کے نام سے کانپ رہے تھے۔

دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے مَابین ایک تفاوت ہے

اے طالبِ حُسن وسرور! یہ دنیا کی نعمتیں عرصہ قلیل کے لئے ہیں اور آخرت کی نعمتیں اور اس کا آرام وراحت دائمی ہیں دنیاوی نعمتوں کے ساتھ طرح طرح کی اُلجھنیں ہیں اور آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں، دنیا کی نعمتوں کا طلب کرنا عارضی امر ہے اور آخرت کی نعمتیں ہر ایک پرہیز گار کو عطا ہوں گی گویا دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے مابین ایک تفاوت ہے دنیا کے اُجڑے دیار میں ایسے شخص کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے جس کے لئے ربِّ جلیل کی طرف سے آخرت میں کوئی جگہ نہ ہو، یہ چار دن کی زندگی متاعِ قلیل ہے اس کا زوال پذیر ہونا قریب سے قریب تر ہے۔

جو کچھ ہوتا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

اے صاحبِ آرزو! جب مسلمانوں کو زِک پہنچتی ہے تو یہودی اور مُنافق کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ حضور انور ﷺ کی وجہ سے ہے قرآن برملا اظہار کرتا ہے جو کچھ ہوتا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے رَبِّ جلیل نے ہر حالت اور ہر نتیجہ عمل کے لئے اپنے قوانین اور احکامات وضع کر دیئے ہیں بات یہ کہ جو کچھ بُرائی آئی ہے وہ خود انسان کی بد عملی کا موجب ہے قرآن کا ارشاد ہے:

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط

''کہہ دیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''

قرآنِ حمید ربّ کی کتاب برحق ہے

اے اہلِ حُسن وعشق! حضرت محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں رسولوں کا فریضہ یہی ہے کہ پیغام باری تعالیٰ پہنچادیں تسلیم کرنے اور نہ کرنے کی ذمہ داری ہماری ہے اللہ کا رسول، پیغامِ حق دنیا والوں تک پہنچائے، مُنافقین کا تو یہ طرزِ عمل تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا حکم سن کر کہتے ہم نے مان لیا اور پھر اپنے گروہ کی طرف پلٹے تو اس کے برعکس باتیں کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ سازش کرنے والوں کا ساتھ دیتے قرآنِ حمید ربّ کی کتاب برحق ہے جب کوئی قرآن میں تدبر کرے گا تو اس پر یہ بات آشکار ہوجائے گی کہ یہ کلام اللہ ہے، اگر یہ کلام اللہ نہ ہوتا تو اس میں اختلاف کثیر پائے جاتے ایک آیت بھی ایسی نہیں، جس میں تضاد ہو۔ جو کسی کو نیکی کی طرف مائل کرے گا تو اس کو بھی اجر ملے گا اللہ تعالیٰ کے پاس ہر چیز کا حساب ہے کسی کی نیکی کوئی ضائع نہیں ہوگی روزِ قیامت ہر کو اپنے کئے ہوئے کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔

مُنافقوں سے قتال کا حُکم، مُنافق کو رفیق نہ جانو! اور نہ ان کی حمایت اور اعانت کی جائے

اے صاحبِ آرزو! مسلمانوں کو قطعی زیب نہیں دیتا کہ مُنافقوں کے ساتھ نرم رویہ اور نرم لب ولہجہ اختیار کریں البتہ یہ ضرور ہے کہ حق کو حق کہنے کا اختیار کُلی ہے۔ جب باطل کا ظہور ہوجائے تو، تاویلات میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں باطل کو باطل کہنا ہی چاہئے یہ مُنافق تو کُفر پر ایسے ڈٹے ہوئے ہیں کہ خود تو اسلام اور اسلامی تعلیمات کیا قبول کریں گے اُن کی خواہش تو یہ ہے کہ تم بھی کُفر اختیار کرکے اُن کے مساوی ہوجاؤ۔ مُنافقوں سے قتال کرنے کا حُکم ہے، مُنافق کو رفیق نہ جانو اور نہ ہی ان کی حمایت اور اعانت کی جائے، جس طرح دشمنوں سے جہاد کرنا لازمی ہے اسی طرح ان مُنافقوں سے بھی جنگ کرنا چاہئے۔

اے صاحبِ آرزو! جو کوئی تم سے جنگ پر آمادہ نہ ہو صلح اور آشتی کا ہاتھ بڑھائے تو تم کو روا نہیں کہ اُن کے خلاف ہتھیار اٹھاؤ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو تم سے ایفائے عہد کرتے ہیں نہ تم سے جنگ کریں گے اور نہ ہی اپنی قوم سے، لیکن اپنے عہد وپیمان کو توڑ دیتے ہیں جب اپنی قوم کو غالب دیکھتے ہیں تو اُن کے معاون ہوجاتے ہیں تو ایسے لوگوں کو قطعی درگذر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کرے تو آخرت میں اس کے لئے جہنّم اور عذاب عظیم ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو! آپس میں جنگ کرنا تو غلطی سرزد ہونے کے مترادف ہے مؤمن کو بھلا کہاں زیب دیتا ہے کہ وہ مؤمن کو قتل کرے مسلمان کا باہم مسلمان سے لڑنا اور آپس میں لڑایا جانا کسی صورت میں بھی جائز نہیں یہ اور

بات ہے کہ ذاتی طور پر غلطی سے کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کر ڈالا تو اس پر لازم ہے کہ ایک تو مسلمان غلام یا کنیز کو آزاد کرائے۔ دوم یہ کہ مرد ہو یا عورت مقرّر کردہ خون بہا اس کے ورثاء کو دے یہ تو قتل خطا کی سزا ہے، البتہ وہ معاف کر دیں تو اور بات ہے۔ قتل بھی دو طرح کا ہے ایک عمداً دوسرا خطاءً، اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کرے تو آخرت میں جہنّم لعنت اور عذاب شدید، عظیم ہے کُفّارہ ادا کرنے سے اس کی رہائی ممکن نہیں اس لئے قتل عمداً میں کُفّارہ نہیں توبہ کرنی چاہیے۔ (بحوالہ بیان القرآن)

بلاتحقیق کسی کو کافر نہ کہا جائے!

اے طالبِ حسن وسرور! جب تم عازم جہاد ہو تو بلا تحقیق یہ گمان مت کرو کہ جو اپنے آپ کو مسلمان بتا رہا ہے اس کو یہ جان کر کہ یہ جان بچانے کا بہانہ تلاش کر رہا ہے گویا بلا تحقیق کسی کو کافر نہ کہا جائے کسی بھی ایسے فرد کو قتل نہ کیا جائے جو قبول اسلام کا داعی ہے بہرنوع تمہارا ایک کافر کو چھوڑ دینا اس خطا سے بہتر ہے کہ تم ایک مؤمن کو قتل کرنے کا ارتکاب کرو۔

جہاد میں شرکت کرنے والوں کا مرتبہ ہزار درجہ بلند ہے، وہ خاص ربّ کی رحمت اور مغفرت کے حق دار ہیں

اے اہلِ حسن وعشق! جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے اگر مسلمانوں کی کثیر تعداد اور ضرورت کے مطابق جمعیت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر کوئی گُناہ نہیں البتہ جہاد میں شرکت کرنے والوں کا مرتبہ ہزار درجہ بلند و بالا ہے اُن سے جو جہاد میں شریک نہیں کہ وہ خاص رَبّ کی رحمت اور مغفرت کے حق دار ہیں ماحصل گفتگو یہ کہ جہاد میں شریک ہونے والے دوسروں سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

مسلمان جس ملک میں آزادی سے نہ رہ سکیں وہاں سے ہجرت فرض ہے

اے نورِ شوق کے متوالو! جب دشمنانِ اسلام کے جور وستم زیادہ ہونے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، گویا دارالہجرت مدینہ کی سرزمین ہوئی اور دارالحرب مکّہ مکرمہ، جو دَارالحرب میں رہ گئے تھے وہ مسلمان اعتقاد اور آزادی عمل سے قطعی محروم تھے اصل معاملہ یہ ہے کہ جو صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے ہجرت کی سعادت سے محروم ہوں گے وہ سخت ترین مُصیبت کے مرتکب ہوں گے اور اُن کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور سعادت ہجرت پر مَعیشت کی خوشحالی بھی نصیب ہوگی اور نئی نئی اقامت گاہ بھی میسّر ہوگی مسلمان جس ملک میں آزادی سے اور کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے سوائے چند لوگوں کے جو بالکل معذور اور بے بس اور ضعیف ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسولوں نے بھی ہجرت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی

اے صاحبِ آرزو! جو لوگ ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت دریافت کرتے ہیں تم

کیسی حالت اور کیفیت مین ہو، نیکی اور نیک عمل تمہارے ساتھ نہیں تو اُن کا جواب ہوگا، ظالموں سے مقابلہ میں ہم میں توانائی نہ تھی فرشتے کلام کریں گے اللہ کی زمین کس قدر کشادہ اور فراغ ہے تم نے ہجرت کیوں نہ کی، اُن کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا ایسے کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سابقہ رسولوں نے بھی ہجرت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ہجرتیں کیں، حضرت محمد ﷺ نے ہجرت فرمائی اور دین میں غلبہ پایا ربِّ جلیل نے قانون فطرت واضح کر دیا جو ربّ کی رضا کی خاطر ترکِ وطن کرے وہ نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔

حالتِ سفر میں نماز کی رکعات کو کم کیا کرو!

شہر چھوڑتے ہی نمازِ قصر شروع ہو جائے گی

اے راہِ حق کے طلب گارو! ربِّ جلیل نے جہاں دین میں صبر و شکر، اِستقامت اور ہمت و جرأت کا حکم دیا ہے وہاں رخصتیں بھی دی ہیں وہاں رعایتیں بھی عطا کی ہیں بتایا گیا کہ تم عازم جہاد کے لئے راہ سفر اختیار کرو اور کافرون سے جو تمہارے صریحاً عدو ہیں اُن سے اِس بات کا خوف اور اَندیشہ لاحق ہو کہ وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہیں ستائیں گے تو نماز کو مختصر رکھو، گویا حالتِ سفر میں نماز کی رکعات کو کم کر لیا کرو اور شہر چھوڑتے ہی نمازِ قصر شروع ہو جائے گی۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز قبلہ رُخ ہو کہ زمیں بُوس ہوگی قوم حجاز

اے اہلِ آرزو! نماز مسلمانوں کا ایک ایسا عمل ہے جس سے کسی حال میں بھی غفلت نہ برتی جائے حتیٰ کہ عین حالتِ جنگ یا جہاد میں شاعرِ مشرق نے کیا خوب کہا:

ع آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُخ ہو کہ بوس ہوگی قومِ حجاز

اگر حالتِ جہاد میں کسی بھی طرح نماز باجماعت ادا کرنے کی سعادت نہ مل سکے تو انفرادی طور پر نماز ادا کی جائے اور موقع پھر بھی نہ مل سکے تو قضا کرنی چاہیئے جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر کیا تھا، گویا نماز پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے ادائیگی نماز کے بعد کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے، لیٹے لیٹے ہر صورت میں ذکر اللہ کی سعادت حاصل کرنی چاہیئے۔ اے صاحبِ حُسن وعشق! اللہ تعالیٰ کی یاد کو، ربّ کے نام کو، اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اس شدت سے قلبِ حزیں میں اس کی تجلّیات کو بسالو، سجالو، سمولو، اور جذب کر لو کہ نفس نَفسِ مطمئنہ کی منزل بن جائے میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قلب مطمئن ہوتا ہے حضرت جگر مرادآبادی نے کیا خوب کہا ہے:

ع نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے، تیری فکر سے، تیری یاد سے، تیرے نام سے

مؤمن کو مصائب سے گذرنا سہل محسوس ہوتا ہے کیونکہ مؤمن کے سامنے امید و بیم کی منزل ہے

اے نورِ شوق کے متوالو! بلند مقاصد کی تکمیل اور تعمیل میں ہر طرح کی ایثار و قربانی اور جدوجہد اور عملِ پیہم کی جملہ راہوں سے مؤمن کو گذرنا پڑتا ہے اور کافر بھی ان راہوں سے دوچار ہوتا ہے لیکن مؤمن کو مصائب سے گذرنا سہل محسوس ہوتا ہے کیونکہ مؤمن کے سامنے امید و بیم کی منزل ہے، کافر اس سے محروم، بلکہ مؤمن یقینِ کامل کی اس منزل پر ہوتا ہے جہاں اس کو احساسِ علم و عمل ہے کہ وہ سب کچھ راہِ حق کے لئے کر رہا ہے اور دنیا اس کے لئے کامرانی کی منزل ہے اور آخرت میں تو اس کا صلہ اَجرِ عظیم کی شکل میں ہے لیکن وائے افسوس اس مسلمان پر جو دینِ حق کی جستجو نصبُ العین سے غافل ہے اس کتاب قرآن کے نُزول کا مدعا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ لوگوں کے مابین انصاف کریں اور انصاف اس کے مطابق کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا ہے۔ دکھا دیا ہے۔ کبھی خیانت کرنے والوں کی طرف داری نہ کی جائے بلکہ مسلمان قاضی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حال میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے اس گمان سے کہ ایک فریق مسلم ہے اور دوسرا فریق غیر مسلم، اس تفریق سے قطعِ نظر عدل اور انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر کیا جائے۔

جو خود ارتکاب بُرائی کا خُوگر ہے وہ خود اس کا ذمّہ دار ہے

اے طالبِ حُسن و سرور! ہمیشہ رَبِّ جلیل سے مدد طلب کی جائے کیونکہ بعض معاملات بڑے نازک ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ رجحانِ طبع کے سبب کوئی لغزش ہو جائے۔ اہلِ ایمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ کسی مجرم کی غیر مذہب ہونے کے سبب حمایت کی جائے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون مجرم ہے اور کون مجرم نہیں ہے جو ارتکاب بُرائی کا خوگر ہے وہ خود اِس کا ذمّہ دار ہے اگر کوئی جُرم کرے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اس کو دوسرے کے نام منسوب کر دے گویا اس نے اپنے ہی جُرم میں ایک اور بُہتان کا اضافہ کر لیا اس کی دوسری سزا ہوگی بہتر عمل تو یہی ہے کہ اپنے گُناہ کا اعتراف کر لیا جائے اور توبہ اور استغفار کیا جائے ورنہ مجرم کو عذاب سے چھٹکارے کی کوئی اور صورت بھی نہیں۔ توبہ کیا ہے؟ اپنے کئے ہوئے گناہ پر احساسِ ندامت، گُناہ کو اس وقت ترک کرنے کا فیصلہ اور آئندہ معصیت سے ملوث ہونے کا احساسِ عزم توبہ کی قبولیت ہے اللہ تعالیٰ نہ صرف سابقہ گُناہ معاف فرما دیتے ہیں بلکہ آئندہ گُناہ سے بچنے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔

کتابُ اللہ راہِ ہدایت کی منزل کی نشاندہی کرتی ہے
اور حدیث سے سلوکِ علم کی روشنی عطا ہوتی ہے

اے صاحبِ حُسن و عشق! خطاب ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب سے، اگر محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو اِس بات کا گُمان ہو سکتا تھا کہ لوگ آپ ﷺ کو گمراہی کی طرف مائل کرتے کیونکہ مُنافقین کے گروہ کی ایک سوچ یہ تھی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ، آپ ﷺ کو گُمراہی کی طرف مائل کیا جائے شانِ کریمی تو دیکھئے باری تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب اتاری دوسرے آپ ﷺ کو حکمت یعنی کتاب کے معانی اور تفسیر بتائی، عطائے خاص یہ ہوئی کہ ایسے علوم آپ ﷺ کو عطا ہوئے جن سے آپ ﷺ آگاہ نہ تھے حکمت کی تعبیر، تفسیر کے ساتھ قوت مشاہدہ ملی آپ کے مشاہدات کا ذکر تو واقعہ اِسرا،

معراج میں مذکورہ ہے پارہ ۱۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ......الخ

''جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے اُسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں''

یہ صرف حضرت محمد ﷺ کی شان ہے کہ ایسے علوم سے سرفراز ہوئے جو بجز عطائے باری تعالیٰ ممکن نہ تھے اور یہی نعمت برکاتِ نبوّت کی امین ہے، کتابُ اللہ راہِ ہدایت کی منزل کی نشاندہی کرتی ہے اور حدیث سے سلوکِ علم اور اس کی روشنی عطا ہوتی ہے۔

مخالفتِ رسول ﷺ کُفر اور وبال عظیم ہے

اے صاحبو! جو لوگ مخفی انداز میں چُھپ چُھپ کر باہم مشاورت کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ کوئی فلاحی کام کی باتیں کرتے ہیں اِن میں کسی بھی نوعیت کی فلاح وصَلاح نہیں اُن کا دنیا میں معاملہ خَسارے کا ہے، وہ باہم بدگُمانی پیدا کردیتے ہیں البتہ ایسی مشاورت درست اور صحیح ہے جس سے کسی کا بھلا ہو مخفی طور پر صدقات وخیرات دینا احسن کام ہے دولوگوں کے درمیان جنگ میں صلح کرادینا عمل نیک ہے اگر ایسا عمل رَبّ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا اَجر ہے جب کسی پر حق بات آشکار ہوگی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم کی جو مخالفت کرے جن امور پر سب مسلمان باہم متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا گُناہِ عظیم ہے گویا مخالفت رسول ﷺ کُفر اور وبالِ عظیم ہے۔

شِرک گُناہِ عظیم اور نا قابلِ معافی گُناہ ہے

اے طالبِ حسن وسرور! ایک کثیر تعداد اُن نادانوں، ان جُہلا کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو شرک جیسی مُصیبت اور وبال میں ڈال رکھا ہے ظُلم کی ایک قسم وہ ہے جس کو باری تعالیٰ ہرگز نہ بخشیں گے اور وہ شرک ہے شرک کی حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ جلِ شانہٗ کے سوا کسی مخلوق کو عبادت، اُلفت، اور تعظیم اور تکریم میں اللہ تعالیٰ کے مساوی جاننا۔

گویا رَبِّ جلیل کی مخصوص صفات، خالق، قادرِ مطلق، رازق، اور عالم الغیب والشہادہ میں کسی مخلوق کو اللہ کے برابر جان لینا سمجھ لینا شرک ہے شرک گُناہ عظیم ہے اور نا قابل معافی گُناہ ہے۔

اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صَنم، کو معبود بنالینا صریحاً باطل اور گُمراہی کی علامت ہے!

اے صاحبِ آرزو! یہود اہلِ کتاب تھے ذرا اُن کا احساس ہزیمت تو دیکھئے تورات کے ذریعہ توحید کا حق ہونا اور شرک کا باطل ہونا اور محمد مصطفی کا نبی برحق ہونا اور رسول اللہ ہونا ان کو سب کچھ علم تھا اس کے باوجود شرک کی مَعصیّت میں مُبتلا ہو گئے گویا اپنے طرزِ عمل سے انہوں نے اظہار کیا یہی توراۃ کی تعلیمات ہیں جو کُلی طور پر بُہتان اور افتراء کی علامت ہے۔ اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ......الخ"

اُس نے بہت بڑا گناہ اور بُہتان بدباندھا" آیت ۴۸ سورۃ النساء پارہ ۵۔

اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم کو معبود بنا لینا صریحاً باطل اور گُمراہی کی علامت ہے اس لئے حُکم صادر ہوا "فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا...... جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گُمراہ ہوا" گویا جس نے راہِ شرک اختیار کی اس نے غلط راستے کا چناؤ کیا اور حق سے بہت دور ہو گیا اور باطل کے ظلمات میں گم ہو گیا۔

شَیطان نے تو انسان کو بہکانے کی ٹھان رکھی ہے!

اے راہِ حق کے طلب گارو! شیطان کی یہ خواہش اور کوشش ہے کہ انسان کو دنیا کی لطافت اور تمناؤں کی طلب میں پھنسائے رکھے اور فطری قانون اور قاعدوں کے برخلاف اُکسائے رکھے اور حضرتِ انساں کو توہمات میں غلطاں اور پیچاں رکھے گویا شیطان نے انسان کو بہکانے کی ٹھان رکھی ہے یاد رہے کہ انسان جو اُمور اپنی فطرت کے خلاف سرانجام دیتا ہے وہ فی الحقیقت شیطانی وسوسہ اور محرکات کا عمل ہے مثال کے طور پر عمل قومِ لوط، رہبانیت، ضبطِ تولید، اور مردوں کا عورتوں کی شکل اختیار کرنا، عورتوں کا بال کٹوانا یہ سب کچھ شیطان کی کرشمہ سازیاں ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کی راہ اور دوستی پر اعتماد کیا اس نے بہت بڑا اپنا نقصان کر لیا شیطان کے وعدے سوائے فریب کے اور کچھ نہیں آخر کار ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اصلِ دین، جمالِ دین اور کمالِ دین کیا ہے؟

صرف یہ کہ اللہ کی رضا کی خاطر سرِ تسلیم خَم کر دیا جائے۔

اے اہلِ آرزو! جو راحتِ قلب و جان کی طلب و جستجو میں رہتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو اپنی آرزو اور خواہشات کو تابع کرتے ہیں وہی سرخرو ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے پر جن کا ایمان اور یقین ہے ایسے لوگ بہشت میں عیش و آرام میں ہوں گے اصلِ دین یا جمالِ دین اور کمالِ دین کیا ہے صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سرِ تسلیم خَم کر دیا جائے اصل سَرمایۂ حیات ایمان اور عمل ہے۔ اپنے غرور اور انبساط میں ڈوبے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جو حضور اکرم ﷺ کی پیروی اور اتباع اختیار کرے گا وہ کامران رہے گا۔ بقول شاعرِ مشرق ؎

ع آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا اقبالؔ

یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خاص اُمت ہیں ہم پر جہنم کی آگ حرام ہے عیسائیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے، اس لئے ہماری نجات ہی نجات ہے کچھ ناداں، اہلِ اسلام بھی اپنے حق میں یہی گُمان کر لیا کرتے تو ارشاد ہوا نجات اور ثواب کا انحصار کسی کی امید و یاس پر ہرگز نہیں جو برائی کا ارتکاب کرے گا سزا پائے گا رَبّ

کے عذاب اور عتاب کے وقت کسی کی کچھ حمایت اور عنایت کام آنے کی نہیں۔

یتیم لڑکیوں کی حق تلفی نہ کی جائے

اے طالبِ حسن وعشق! عہدِ جاہلیت میں دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی حسین اور صاحبِ ثروت ہوتی تو تابانی حُسن کے ساتھ، آدمی اُس کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے اُس سے خود نکاح کر لیتا یا پھر کبھی ایسا بھی کرتا کہ عورت خوبصورت ہے تو پھر بھی دوسرے کے عقد میں دے کر اُمید یہ رکھتا کہ مال کا ایک حصّہ مل جائے اور ایسا بھی کبھی کرتا کہ لڑکی کا مُہر خود رکھ لیتا قرآن نے واضح طور پر بتایا کہ یتیم لڑکیوں کی حق تلفی نہ کی جائے، حکم تو پہلے بھی یہ صادر ہو چکا تھا زوجہ کے مال پر قبضہ کرنے میں زیادتی اور زبردستی نہ کی جائے ہاں وہ اپنی مرضی سے کچھ دے دے تو کوئی مضائقہ نہیں باہمی رضامندی اَفہام وتفہیم سے مصالحت کر لینا اَحسن کام ہے اسلام نے چار عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دی ہے لیکن شرط عدل اور انصاف ہے اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل ومساوات کے توازن کو برقرار نہ رکھ سکو تو ایک ہی پر قناعت کرو۔

طلبِ دُنیا اور آخرت کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کو اپنایئے

اے نوردشوق کے متوالو! دنیا کے مال واسباب، یہ شان وشوکت، یہ مال ومتاع سب کچھ ختم ہو جائے گا اگر دامنِ عدل وانصاف کو تھام لو گے تو گھریلو اور معاشرتی زندگی میں فلاح ہوگی اور اجر پاؤ گے اور اگر باری تعالیٰ کی نافرمانی کی تو باری تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم کو فنا کر دے اور دوسرے فرمانبردار بندے کی تخلیق عمل میں لائے۔ اگر کوئی محض دنیا کی لذت اور لطافت کا طلب گار ہے تو دنیا کی راحت بھی اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار میں ہے اور آخرت اس کے دستِ قدرت میں ہے بلکہ طلبِ دنیا اور آخرت کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقۂ کار کو اپنائیے۔

دنیا میں کُتب سماوی کا نزول اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد عدل وانصاف کا قیام ہے

اے طالبِ حُسن وعشق! ''قوامون بالقسط'' کے اوصافِ حمیدا پنے اندر پیدا کرو کیونکہ دنیا میں کتبِ سماوی اور صحیفوں کا نزول اَنبیاء کی بعثت کا اصل مقصد عدل وانصاف کا قیام ہے اس کارگۂ حیات میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دینے والے بنے رہو صداقت کا پیکر بننے کے لئے نہ اہلِ ثروت سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کسی محتاجی کا ڈر، شہادت دو تو سچی، دنیا سے ظلم وتشدد بربریت اور طاغوتی نظام کو مٹانے کے لئے پیکرِ عظمت بن جاؤ ایمان کے تکمیل کی یہی اساس ہے اللہ پر اللہ کے فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان کامل ایمان ہے جو لوگ دشمنان اسلام سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر دو، عزّت اور توقیر اللہ کے ہاتھ میں ہے رَبّ جس کو چاہتا ہے عزّت وشَرف سے نوازتا ہے۔ مُنافقین بظاہر ایمان کی راہ اپنائے ہوئے ہیں لیکن حقیقتِ اَحوال

تو یہ ہے کہ وہ ایمان سے محروم تھے چونکہ اُن کے دلوں میں ایمان کی اصلی روشنی اور نور نہیں، اس لئے وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر اُن کے عُدو سے رَسمِ دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور اگر کسی محفل میں ایسی گُفتگو کا اہتمام ہو جس سے ربِّ جلیل کی آیات کی بے ادبی کا احتمال ہو تو پھر تمہارا یہ کام نہیں کہ اس محفل میں شریک محفل رہو تم اس مجلس و محفل سے کنارہ کش ہو جاؤ ورنہ تم میں اور اہلِ کُفر میں کوئی فرق و تفاوت باقی نہیں ہوگا۔

مُنافق کی نماز میں خُشوع خُضوع اور قلبی لگاؤ کا فُقدان ہوتا ہے

اے صاحبِ آرزو! مُنافقین کا تو یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی فریب دینا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ خود اپنے آپ دھوکہ میں مُبتلا ہیں نماز پڑھنے میں تو تساہل اور کاہلی کے ساتھ ان کی نماز میں اخلاص نہیں ہوتا اُن کی نماز میں خُشوع اور خُضوع اور قلبی لگاؤ کا فُقدان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خلوص سے توبہ کی جائے اور فعل بد سے اِجتناب کیا جائے مؤمن کی زندگی کے اصُول تو یہ ہیں کہ استغفار، اصلاحِ نفس اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اور اس کے فیصلوں پر یقینِ محکم رکھنا۔

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہرزبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کر دی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رمُوز درج ذیل ہیں۔

o...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o'' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہوگی۔ وقف و وصل کے لئے اسی کا اعتبار ہوگا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعدِ گرائمر کے لحاظ سے 'اٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نَہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھو مت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اٹھنے'' کی نَہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج...... وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔یعنی یہ وقفِ جائز کی رَمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا ،یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔لیکن پڑھتے پڑھتے ،سانس ختم ہوجائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو ''ص'' کی رمز وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصْلُ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِیْلَ عَلَیْہِ الْوَقْفُ ۔(کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدیُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہےاور کہیں نہیں ،بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قِف ہے۔یُوْقَفُ عَلَیْہِ کا مخفف ،جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔لیکن سانس نہ توڑیں ۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے،اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... ''لا'' کے معنی 'نہیں' کے ہیں،'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے ،اور کہیں عبارت کے اندر ،عبارت کے اندر ہوتو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... کَذٰلِکَ کا مخفف ہے۔اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

...... یہ نقطے' تین نقاط والے ہوتے ہیں دو'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ان کو(مُعَانَقَه)'معانقہ'یا مُرَاقَبَہ کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں ۔اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر '' '' دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے ،یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......کلمہ: ہر بامعنیٰ لفظ کو "کلمہ" کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل۔، (ج) حرف۔

(۱) اسم......وہ ہے جو کسی شئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَابٌ (کتاب) مَاءٌ (پانی)

(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی، (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنی کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جن میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَهَبَ: وہ گیا، يُذْهَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔

فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع، (حال و مستقبل)، امر و نہی

(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے، یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِيْ (میں) مِنْ سے کَ مانند، علٰی پر، اِلٰی طرف، عَنْ سے، حَتّٰی تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِي الْجَنَّةِ: جنت میں، اِلَى الْبَيْتِ گھر تک، عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں پر۔

۲)......حرکات عربی......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشدّد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا "میم" مُشدّد ہے۔

(۱)......رَفعَ یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے، جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے کِتَابُ یا کِتَابٌ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور کِتَابُ کِتَابٌ دونوں مرفوع ہیں۔

(ب)......نَصْب، فَتحه: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنصوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔ جیسے رَحْمَةَ، رَحْمَةً، میں ر، م، اور ہ مفتوح ہیں اور رَحْمَةَ پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔

(ج)......جَر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مجرُور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسٍ۔

(د)......سُکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مجزُوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر يَفْتَحُ۔

۳)......مذکّر اور مؤنث ہر اسم ان دو حالتوں مذکّر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَاةٌ عورت۔ حُسْنٰی، خوبصورت عورت۔

۴)......واحد: تثنیہ اور جمع، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال......عَبْدٌ بندہ، عَابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال......عَابِدَةٌ، عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَةٌ، ایمان والی عورت۔

(ا)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَيْنِ، اَمَةٌ سے اَمَتَيْنِ۔

(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالت رفع یا یْــــنَ (بحالت نصب و جر) بڑھانے میں جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت، سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ، (بحالتِ رفع) یا مُسْلِمِيْنَ، (بحالت نَصب و جر) مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنِيْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَة سے مُسْلِمَ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

(ج)......جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ/اُصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے، یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیر و تانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ/ضابطہ نہیں ہوتا، جس کی روح سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو "سماعی" کہا جاتا

ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِیْفَۃٌ واحد مذکر اس کی ۃ تانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَۃٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلافِ قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْضٌ مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)...... قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی روح سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کُلیّہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)...... مرکّبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکّب بنتے ہیں، مرکّب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکّب تَام: مرکّب تام وہ ہے جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آجائے مثال: اَللّٰہُ لَطِیْفٌ، اللہ باریک بین ہے اَلرَّجُلُ حَسَنٌ، مرد حسین ہے۔

(ب) مرکّب ناقص: مرکّب ناقص وہ ہے جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وہ بات اُدھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکّب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت رخوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ، صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظِ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صِفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صِفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، بڑا رشدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صِفت بھی واحد ہوگی۔ مرکّب اضافی وہ مرکّب ہے جس کے دونوں جز و اسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰہ مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)...... اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (اے آدمؑ تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور کَ (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مَرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں، منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اُوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ

(ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُکَ میں کَ۔

۸)...... اَسماءِ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، ھٰذَا الْکِتَابُ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِکَ الْکِتَابُ ان دونوں مثالوں میں ھٰذَا اور ذٰلِکَ اسماء اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ اِلیہ۔

۹)...... اسمِ موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صِلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صِلہ ہے۔

۱۰)...... مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مادّہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اَسماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صِیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مادّہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو در حقیقت صِیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسمِ فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادّہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبَدَ مادّہ ہے جب کہ عِبَادَۃٌ رعبادت کرنا، تَعْبِیْدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادّہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

۱۱)...... فعل ماضی: فَعَلَ ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، ن او تمن ماضی مطلق حروف کی گردان، یعنی جس کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ، اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب رحاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب رحاضر مؤنث، فَعَلْتُ۔ میں نے کیا، واحد متکلم مذکر و مؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)...... فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا

ہے۔مثال: يَفْعَلُ روہ کرتا ہے، کرے گا۔واحد غائب مذکّر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مونث اَفْعَلُ، میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، رکروں گا، کروں گی، واحد، متکلّم مذکّر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو(ــُـ) پیش اور ماقبل آخر کو(ــَـ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی يُفْعَلُ، مثال: يَعْلَمُ روہ سکھاتا ہے يُعَلَّمُ روہ سکھایا جاتا ہے، يَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے يُقْبَلُ وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)......فعل امر و نہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے، فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرْ اس میں ''ا'' نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے: اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِیْ تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا رتم دو مرد کرو، اِفْعَلُوْا رتم سب مرد کرو، جمع مذکّر، اِفْعَلْنَ رتم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر! یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکّر، لَا تَفْعَلِیْ تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔لَا تَفْعَلَا تم دو مرد ردو عورتیں نہ کرو تثنیہ مذکّر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، صیغہ جمع مذکّر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)......مُعرب و مبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَةٌ یا رَحْمَةً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)......فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں ''مَا'' لگا دینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَآءَ، وہ آیا ہے۔ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَهَبَ، وہ گیا۔ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)......اسم مشتق و جامد: وہ اسم جو مادّہ و مصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسبِ ذیل قسمیں ہیں، اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔اسم تفصیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شِدّت کے ساتھ بتائے۔اسم ظرفِ زماں، مکان۔ظرف مکان وہ ہے جو وقوع فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوع فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے جس سے کوئی کام لیا جائے۔اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفصیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)......کلمات الاستفہام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔مَا، مَاذَا، اَیٌّ، کَيْفَ، اَنّٰی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

احوالِ واقعی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ! تفسیر عزیزی کا پارہ وَالۡمُحۡصَنٰتُ (۵) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق سے حسبِ وعدہ پانچواں پارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کوشش کو آپ نے بہ نظرِ تحسین دیکھا، آپ کی کرم نوازی اور عنایت کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اے ربِّ جلیل! یہ محض آپ کا فضلِ عظیم اور کرمِ عمیم ہے، یہ باری تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز ناچیز، بے مایۂ علم وعمل کو ایک والہانہ ذوق وشوق عطا فرما کر تفسیرِ عزیزی کو مرتّب کرنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائی۔

یاذُوالجلال والاکرام! اپنی رحمتِ خاص، الطاف ونوازش سے اِس تالیف کو بھی اپنی مُربّیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین ثم آمین۔

یا اللہ! جن دیگر نُفوسِ قدسیہ کی مُتبرّک تصانیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی اَرْواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائمی نزول فرماتے رہیے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قرب ورضا میں بلند درجات عطا فرمائیے۔ آمین

یا اللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی وعملی ذخائر سے بہرہ اندوز فرمائیے اور اطاعت باری تعالیٰ اور اتباعِ اسوۂ رسول حضرت محمد ﷺ کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

تفسیرِ عزیزی کی اشاعت وترتیب میں جن احباب نے میری رہنمائی کی، معاونت کی، مُفید مشوروں سے حوصلہ بخشا اور جنہوں نے فکری اور عملی طور پر میری ہمّت افزائی کی اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

احقر العباد

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

المرقوم شب عاشور

۹ محرم الحرام یوم پنجشنبہ / جمعرات مطابق ۹ فروری ۲۰۰۶ء

۱۸/۹۲۷ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

حرفِ چند

نام	:	محمد لقیط خان
ولدیت	:	مولوی عبد البسیط خانؒ
جائے پیدائش	:	حیدر آباد دکن
وطن	:	کوٹ، فتح پور ہسوہ، یوپی، ہندوستان
تعلیم	:	ایم بی اے۔ ایم اے۔ ایل ایل بی
فیضِ تربیت	:	حضرت مولانا مطلوب الرحمٰنؒ برادر علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خطیب رجنرل سیکریٹری مسجد اعظم، سی ایریا، لیاقت آباد کراچی

ناظمِ تعلیمات (جامعہ مدرسہ نور القرآن لیاقت آباد، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ

حرفِ سخن

الحمدللہ چالیس برس سے قرآن حکیم میرے شب وروز کے فکرونظر کا موضوع رہا ہے، اس کی ایک ایک سورت، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ پر میں نے غور وفکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وادئ علم میں قدم رکھنے کے بعد، مرحلوں پر مرحلے طے کئے ہیں، علوم قرآن اور مضامینِ قرآن کے مباحث کا کوئی گوشہ نہیں، جس کی طرف سے حتی الوسیع ذہن نے تغافُل اور جستجو نے تسائل کیا ہو، علم ونظر کی راہوں میں آج کل علمی سفر، قدیم وجدید کے عنوانات میں قدرے مشکلات کا باعث ہے بہرنوع قرآن کا علم ایک وسیع مطالعہ اور فلسفۂ زندگی کا آئینہ دار ہے اور مجھ جیسے طالب علم کے لئے یہ منزل طے کرنا ایک سعادت بابرکت ہے، علم کا ذوق وشوق، قرآن فہمی سے لگاؤ، نے اس جذبہ کو حوصلہ دیا۔

اس تمام عرصے کی جستجو وطلب کے بعد، قرآن مجید، فرقانِ حمید کو جیسا کچھ، جتنا کچھ، سمجھنے کی اللہ تعالیٰ نے صلاحیت وتوفیق بخشی، اس کتاب کے صفحات پر پھیلا دیا ہے۔

میرا واحد مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسلمان، قرآن اور اس کی آیات کا مفہوم خود سمجھ سکے اور تعلیماتِ قرآن سے وہی نتیجہ اخذ کرے جو قرآن کا مُدّعا ہے۔

اس کلامِ پاک کے تراجم، تفاسیر اور علوم کے ہر ہر پہلو پر، ہر زبان میں قیامت تک کام ہوتا رہے گا، انشااللہ تعالیٰ۔

بے شک کون نہیں جانتا، قرآن کی تلاوت بھی کارِثواب ہے، اُس کی تلاوت آنکھوں کا نُور، دلوں کی فَرحت وشادابی، چین وسکون، راحت ہے۔ لیکن اصل بات تو قرآن کو سمجھنا، اس کے لفظ میں چھپے ہوئے وسیع وعمیق معنوں پر غور کرنا، اور اس میں بیان کی گئی اَبدی ہدایت کی روشنی میں دینی ودنیوی زندگی بسر کرنا ہے۔ میں نے تفسیرِ عزیزی اُن عام پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ترتیب دی ہے جو قرآنی تعلیمات سے منوّر ہوکر اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر لانا چاہتے ہیں، لیکن انہیں قرآن سے استفادہ کرنا نہیں آتا۔

ہر موضوع میں، آیاتِ مبارکہ اور ان کا ترجمہ، معنیٰ اور مفہوم آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ تفسیرِ عزیزی کی مدد سے ایک مسلمان کا بھی، قرآن حکیم سے قلبی لگاؤ اور حقیقی رابطہ پیدا ہوگیا اور وہ روحِ قرآن کے قریب سے قریب تر آگیا تو یہ بات میرے لئے باعثِ طمانیتِ قلب ہوگی اور میں یہ سمجھ لوں گا کہ میری بخشش کا سامان ہوگیا۔

ایک عام آدمی کی ضرورت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے مطالبِ آیات کو عام فہم، اُسلُوبِ نگارش میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ اس میں نہ تفسیر کی باریکیاں ہیں نہ تفصیلی مباحث، بلکہ اختصار کے ساتھ، قرآن فہمی کے لئے ایک ترغیب ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک ہم قرآن اور حدیث پر عمل نہ کریں، نہ تو ہماری دنیا سنور سکتی ہے اور نہ آخرت! بغیر قرآن اور حدیث ہم بھٹکتے ہی رہیں گے۔

مجھے باربار، بلکہ ہزار بار اعتراف ہے کہ میری مساعی میری اپنی حیثیت سے بہت بڑی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کی تشریح، توضیح اور تفہیم پر قلم اٹھانا کارِ طفلاں تو نہیں، لیکن والدین کی خواہش اور اُن کے حکم کے مطابق، اس بارِ گراں کو اٹھانے پر مجبور ہوا، حالانکہ ہمّت ساتھ نہیں دے رہی تھی، تاہم تائید غیبی سے حوصلہ ہوا۔

اگر میرے سامنے ہمارے متقدمین کی تفاسیر و تشریحات نہ ہوتیں، جن کی قرآنی خدمت ہمارے لئے علمی خزانہ ہے جنھوں نے قرآن کی ہر زاویہ سے تشریح کی، زیرِ نظر مختصر تشریح و توضیح، انہیں علمائے کرام اور مُفسّرین کی خوشہ چینی ہے۔

اگرچہ اس میں کوئی خوبی پائی جائے، تو یہ انہیں اکابرینِ ملّت کا طفیل اور تحفہ ہے اور اگر کوئی کمی یا خامی پائی جائے تو یہ میری اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا نتیجہ ہے۔

باوجود احتیاط کے، اگر کوئی غلطی، اظہارِ بیان، مفہوم و معنیٰ اور مطالب میں ہوگئی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں۔
باوجود احتیاط کے بشری تقصیر کی وجہ سے ترجمہ قرآن اور تشریح میں بھی غلطی، کوتاہی اور نقص کا بھی امکان باقی رہتا ہے، اس بناء پر اہلِ دانش اور اربابِ ذی علم سے میری درخواست ہے کہ انہیں اس ترجمہ، تشریح و توضیحات، معنیٰ و مفہوم میں کوئی فروگزاشت نظر آئے، تو ضرور مُطّلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اِن اَستدراکات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

آخر میں جناب انور صاحب، اور محمد جاوید اقبال صاحب اور مولانا محمد شفیق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے ذریعہ سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہر پریشانی سے نجات دے۔

دعا فرمایئے، اللہ میری اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور تفسیرِ عزیزی کی اشاعت کا ثواب میرے والدین کے اعمال میں ثبت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

احقر العباد

محمد لقیط خان عفی عنہ

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

یوم پیر

۱۸/۹۲۷ سمن آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف

حکومت سندھ پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۵-۴-۲۰۰۶

تصدیق نامہ

میں نے **تفسیر عزیزی پارہ (۵)** کے متن قرآن کریم کو

بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔

اب الحمد للہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف

سندھ

ادارۂ نشریاتِ ولی

18/927 سمن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی